راہِ عمل

نبی کریمؐ کے ارشاداتِ گرامی کا مجموعہ

برائے اصلاح وتربیت

مرتبہ:

مولانا جلیل احسن ندوی

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

3- کورٹ سٹریٹ، لوئر مال روڈ، لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	:	راہِ عمل	
مصنف	:	مولانا جلیل احسن ندوی	
اشاعت	:	ایڈیشن	تعداد
		۱ تا ۵۸ دسمبر ۲۰۰۱ء	۱۰۰،۹۰۰
		۵۹ اپریل ۲۰۰۲ء	۱،۱۰۰
اہتمام	:	پروفیسر محمد امین جاوید (مینجنگ ڈائریکٹر)	
ناشر	:	اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ	
		3- کورٹ سٹریٹ، لوئر مال، لاہور (پاکستان)	
		فون/فیکس: 7248676-7320961	
ویب سائٹ	:	www.islamicpak.com.pk	
ای میل	:	info@islamicpak.com.pk	
مطبع	:	میٹرو پرنٹرز، لاہور۔	

قیمت : -/106 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

مولانا جلیل احسن ندوی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں - دینی، علمی، ادبی حلقوں میں آپ صرف معروف ہی نہیں بلکہ ایک اونچا مقام رکھتے ہیں۔ الانصاف۔ دعوت ۔ زندگی میں آپ کے بلند پایہ مضامین ہر ایک سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کرنا، اسلام کی حقانیت کو بدلائل ثابت کرنا اور اسلامی تعلیمات کو ہر خاص و عام تک آسان اور دلنشین انداز میں پیش کرنا آپ کا مقصدِ زندگی ہے۔ زیرِ نظر تالیف "راہِ عمل" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ نے یہ مجموعہ خالص تربیتی نقطۂ نظر سے مرتب کیا ہے تاکہ مسلمان ہادیٔ اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال و افعال کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو مرتب کریں۔

ہم اس کتاب کا تازہ ایڈیشن نظرِ ثانی کے بعد نئی ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ چند سالوں میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ہم اس قبولیتِ عام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور فضلِ مزید طلب کرتے ہیں۔

پچھلے ایڈیشنوں میں جو غلطیاں اور خامیاں نظر آئی ہیں ان کو اس جدید ایڈیشن میں دور کر دیا گیا ہے۔ بعض عنوانات کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ موجودہ ایڈیشن اُن غلطیوں سے پاک ہوگا۔

تصحیح و نظرِ ثانی کے لیے ہم محترم عبدالوحید خاں صاحب اور حافظ عبدالشکور صاحب کے ممنون و شکر گزار ہیں۔ ان دونوں حضرات نے کمالِ محنت و جانفشانی سے اس دشوار کام کو انجام دیا ہے۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ "زادِ راہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ ارشاداتِ رسولؐ کے شائقین دوسرے حصے سے بھی اُسی ذوق و شوق سے استفادہ کریں گے جیسا کہ پہلے حصہ سے کیا ہے۔

لاہور

۷ / جولائی ۱۹۷۳ء

فہرست مضامین

اخلاص نیت ۱ —— ۳

(۱) نیت کے مطابق اجر (۲) نیکی کا معیار (۳) فاسد نیت کا ثمرہ۔

ایمانیات ۲۷ —— ۶۰

(۴) ایمان کی بنیادیں۔

(ل) اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ۲۸

(۵) ایمان باللہ اور اس کے اثرات (۶) ایمان باللہ کا مفہوم (۷) ایمان کا اثر معاملاتِ زندگی پر
(۸) ایمان کا اثر اخلاق پر (۹) ایمانِ کامل کی علامات (۱۰) حلاوتِ ایمان کا حصول۔

(ب) رسولؐ پر ایمان لانے کا مطلب ۳۲

(۱۱) گفتار و کردار کا بہترین معیار (۱۲) سنت اور پاکیزگیٔ دل (۱۳) اطاعتِ رسولؐ کا صحیح طریقہ (۱۴) پسند و ناپسند کا پیمانہ (۱۵) محرّف کتابوں سے اجتناب کی ہدایت (۱۶) ایمان کی کسوٹی (۱۷) ایمان اور حُبِّ رسولؐ (۱۸) محبت خدا و رسولؐ کے تقاضے (۱۹) محبت رسول اور آزمائش۔

(ج) قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب ۳۹

(۲۰) اِتباعِ کتاب اللہ کی برکات (۲۱) قرآن سے استفادہ کا طریقہ (۲۲) قرآن سے استفادہ کا طریقہ (۲۳) قرآن پر ایمان لانے کا مطلب۔

(د) تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب ۴۱

(۲۴) اعمال کی توفیق (۲۵) قضائے مبرم (۲۶) نفع و نقصان کا اصل سرچشمہ۔
(۲۷) اگر مگر کا چکر

(ہ) آخرت پر ایمان لانے کا مطلب ۴۵

(۲۸) آخرت کی ہولناکی اور اس سے نجات کا ذریعہ (۲۹) آخرت کا منظر (۳۰) زمین کا بے لاگ بیان (۳۱) اللہ کے حضور پیشی کی نوعیت (۳۲) منافقت کا انجام بد۔
(۳۳) آسان محاسبہ اور اس کے لیے دُعا (۳۴) قیامت کی شدت میں مومن سے نرم سلوک (۳۵) مومن کے لیے غیر معمولی اُخروی انعامات (۳۶) جنت کی شان (۳۷) آخرت کے عذاب وثواب کی حقیقت (۳۸) جنت و دوزخ کے راستے کیسے ہیں (۳۹) دوزخ و جنت سے غافل نہ رہنا چاہیے (۴۰) اِحداث فی الدین کا مرتکب کوثر سے محروم رہے گا۔
(۴۱) شفاعتِ رسولؐ کے مستحق (۴۲) روز قیامت قرابت کام نہ آئے گی (۴۳) خائن کا حشر۔

عبادات ۶۱تا۹۴

(ا) نماز ۶۲

(۴۴) نماز گناہوں کو مٹاتی ہے (۴۵) نماز گناہوں کو مٹاتی ہے (۴۶) کامل نماز باعثِ مغفرت ہے (۴۷) کامل نماز باعثِ مغفرت ہے (۴۸) منافق نمازِ عصر تاخیر سے پڑھتا ہے (۴۹) فجر و عصر کی نمازوں میں محافظ فرشتوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔
(۵۰) ضیاعِ نماز سے احساسِ ذمہ داری ختم ہو جاتا ہے (۵۱) قیامت کے روز سایۂ خداوندی سے بہرہ مند ہونے والے (۵۲) ریا شرک ہے۔

(۱) نماز باجماعت ۶۹

(۵۳) نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے (۵۴) نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے (۵۵) جماعت کے عدمِ قیام کا نقصان (۵۶) بلاعذر ترکِ جماعت کا انجام (۵۷) مومن اور نماز باجماعت کا اہتمام۔

(۲) اِمامت ۷۳

(۵۸) امام و مؤذن کی ذمہ داری (۵۹) مقتدیوں کی رعایت (۶۰) مقتدیوں کی رعایت (۶۱) مختصر قرأت۔

(ب) زکوٰۃ، صدقہ فطر، عشر ۷۷

(۶۲) زکوٰۃ ـــــ معاشی توازن کے لیے

(۶۳) زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام (۶۴) عدم ادائیگی زکوٰۃ مال کی بربادی کا موجب ہے
(۶۵) صدقہ فطر کا مقصد (۶۶) اناج کی زکوٰۃ۔

(ج) روزہ ۸۰

(۶۷) رمضان کی فضیلت (۶۸) قیامِ رمضان کا اجر۔ مغفرت (۶۹) روزے کے مفسدات
(۷۰) روزہ کی شفاعت (۷۱) روزہ کی روح (۷۲) روزہ دار (۷۳) گناہوں کا کفارہ
ــــ نماز، روزہ اور زکوٰۃ (۷۴) ریا سے پرہیز (۷۵) سحری کی تاکید (۷۶) تعجیل فی الافطار
کی تاکید (۷۷) سفر میں رخصت (۷۸) روزہ اور دیگر عبادات میں اعتدال (۷۹) نوافل
میں اعتدال (۸۰) نوافل میں اعتدال (۸۱) ایامِ اعتکاف (۸۲) رمضان کا آخری عشرہ

(د) حج ۹۲

(۸۳) فرضیتِ حج (۸۴) حج ولادت نو ہے (۸۵) جہاد کے بعد بہترین عمل۔
(۸۶) تعجیل فی الحج (۸۷) مسلمان اور ترکِ حج (۸۸) حج کا اجرا ابتدائے سفر سے شروع ہوجاتا ہے۔

معاملات ۹۵ تا ۱۲۶

(ا) حلال کمائی ۹۶

(۸۹) ہاتھ کی کمائی کی فضیلت (۹۰) قبولیتِ دعا میں رزقِ حلال کا اثر (۹۱) حلال
وحرام سے لاپرواہی (۹۲) مصوری کی کمائی۔

(ب) تجارت ۱۰۰

(۹۴) دیانتدارانہ تجارت (۹۵) خرید و فروخت میں نرمی کا حکم (۹۶) صادق
و امین تاجر کا رتبہ (۹۷) متقی تاجروں کا انجام (۹۸) ناجائز حربوں سے برکت ختم ہوجاتی
ہے (۹۹) تجارت میں جھوٹی قسمیں (۱۰۰) تجارتی لغزشوں کا کفارہ ــــ صدقہ
(۱۰۱) تجارتی کاروبار کی نزاکت (۱۰۲) حرمتِ احتکار (۱۰۳) احتکار پر لعنت۔ (۱۰۴)
محتکر کی کج فطرتی (۱۰۵) خراب مالِ تجارت کا عیب بیان کرو۔

(ج) قرض ۱۰۷

(۱۰۶) تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کا اجر (۱۰۷) تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کا اجر

(۱۰۸) مسلمان بھائی کے قرض کی ادائیگی (۱۰۹) قیامت میں مقروض کی معافی نہیں۔ (۱۱۰)
حسن ادائیگی (۱۱۱) مالدار کی ٹال مٹول ظلم ہے (۱۱۲) ادائیگی قرض میں نیت کا اثر۔ (۱۱۳)
ٹال مٹول کی قانونی سزا۔

(د) غصب وخیانت ۱۱۲

(۱۱۴) ظلم کی سزا (۱۱۵) غصب کی حرمت (۱۱۶)-(۱۱۷) خائن سے بھی خیانت
کرنے کی ممانعت (۱۱۸) خیانت میں شیطان کے لیے کشش۔

(ح) کھیتی اور باغبانی ۱۱۵

(۱۱۹) کسان کا صدقہ (۱۲۰) اللہ کے مغضوب بندے۔

(د) مزدور کی اجرت ۱۱۷

(۱۲۱) مزدور کے حقوق (۱۲۲) مزدور کی وکالت اللہ کرے گا

(ش) ناجائز وصیت ۱۱۸

(۱۲۳) ناجائز وصیت کی سزا دوزخ ہے (۱۲۴) وراثت سے محروم کرنا۔ (۱۲۵)
وارث کے حق میں وصیت کا جائز نہ ہونا۔ (۱۲۶) وصیت کی آخری حد۔

(س) سود ورشوت ۱۲۲

(۱۲۷) سودی کاروبار میں حصہ لینے والوں پر لعنت (۱۲۸) راشی ومرتشی پر لعنت
(۱۲۹) راشی ومرتشی پر لعنت (۱۳۰) مشتبہات سے پرہیز (۱۳۱) تقویٰ کا جوہر۔

معاشرت ۱۲۷ تا ۱۹۶

(ا) نکاح ۱۲۸

(۱۳۲) نکاح کی ترغیب (۱۳۳) دیندار بیوی کا انتخاب (۱۳۴) بیوی کے انتخاب
کا اصل معیار (۱۳۵) فساد کا سبب (۱۳۶) خطبۂ نکاح (۱۳۷) فرضیت مہر (۱۳۸)
قلیل مہر (۱۳۹) معمولی مہر کی افضلیت (۱۴۰) ولیمہ میں مفلسوں کو دعوت نہ دینا معیوب ہے
(۱۴۱) فاسق کی دعوت سے اجتناب۔

(ب) حقوق العباد ۱۳۵

(۱) والدین کے حقوق ۱۳۵

(۱۴۲) والدہ سے حسن سلوک (۱۴۳) خدمت والدین کا صلہ جنت ہے (۱۴۴) والدین کی نافرمانی حرام ہے (۱۴۵) موت کے بعد والدین کے حقوق کیا ہیں؟ (۱۴۶) رضاعی ماں کی تعظیم (۱۴۷) مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک (۱۴۸) اصل صلہ رحمی (۱۴۹) برائی کے مقابلہ میں بھلائی

(۲) بیویوں کے حقوق ۱۴۰

(۱۵۰) بیوی سے سلوک (۱۵۱) بدزبان بیوی کے ساتھ سلوک (۱۵۲) بیوی کو مارنا خوبی نہیں۔ (۱۵۳) بیوی سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش (۱۵۴) حقوق الزوجین (۱۵۵) بیوی کا نفقہ صدقہ ہے (۱۵۶) بیوی کا نفقہ صدقہ ہے (۱۵۷) بیویوں کے درمیان عدل کا حکم۔

(۳) شوہر کے حقوق ۱۴۵

(۱۵۸) کون سی عورت جنت میں جائے گی (۱۵۹) اچھی بیوی کی صفات۔ (۱۶۰) نفل عبادت کے لیے شوہر کی اجازت (۱۶۱) خاوند کی ناشکری (۱۶۲) بہترین دولت ــــ مومن بیوی (۱۶۳) عورت گھر کی نگران ہے۔

(۴) اولاد کے حقوق ۱۵۱

(۱۶۴) اولاد کی تربیت (۱۶۵) نماز کی عادت ڈالنا (۱۶۶) نیک اولاد ــــ صدقہ جاریہ (۱۶۷) لڑکیوں کی تربیت کا صلہ (۱۶۸) بیٹی کی تکریم و تربیت کا صلہ (۱۶۹) بیٹی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے (۱۷۰) اولاد میں انصاف (۱۷۱) اولاد پر خرچ کرنا (۱۷۲) بہترین صدقہ ــــ بے سہارا بیٹی کی کفالت (۱۷۳) یتیم بچوں کی پرورش کے لیے نکاح ثانی سے پرہیز۔

(۵) یتیم کے حقوق ۱۵۹

(۱۷۴) یتیم کی کفالت (۱۷۵) بہترین اور بدترین گھر (۱۷۶) یتیم کی سرپرستی کے اخلاقی فوائد (۱۷۷) کمزوروں کے حقوق (۱۷۸) مالِ یتیم میں کفیل کا حق (۱۷۹) زیرِ سرپرستی یتیم کو ڈانٹنا

(۶) مہمان کے حقوق ۱۶۲

(۱۸۰) مہمان نوازی ایمان کا تقاضہ ہے (۱۸۱) مہمان نوازی کی مدت۔

(۷) پڑوسیوں کے حقوق ۱۶۴

(۱۸۲) اذیتِ ہمسایہ منافیٔ ایمان ہے (۱۸۳) پڑوسی کا مقام (۱۸۴) مومن کا پڑوسی بھوکا نہ رہے (۱۸۵) پڑوسیوں کی خبر گیری (۱۸۶) پڑوسیوں کے مابین ہدیوں کی اہمیت (۱۸۷) مستحق ترین پڑوسی (۱۸۸) پڑوسی کے ساتھ احسان کا رویّہ (۱۸۹) پڑوسی کے ساتھ سلوک کا نتیجہ، جنّت یا جہنّم (۱۹۰) قیامت کا پہلا مقدمہ۔ پڑوسیوں کا جھگڑا۔

(۸) فقراء و مساکین کے حقوق ۱۶۸

(۱۹۱) مفلسوں کے ساتھ خدا کا تعلق (۱۹۲) بھوکے کو کھانا کھلانا (۱۹۳) سائل کے ساتھ سلوک (۱۹۴) ہمدردی کا مستحق مسکین (۱۹۵) مسکین و بیوہ کی نگہداشت اور فضیلت۔

(۹) (۱۹۶) خادموں کے حقوق ۱۷۱

(۱۹۷) خدام کا طعام و لباس کیسا ہو؟ (۱۹۸) کھانے میں خادم کی شرکت۔ (۱۸۹) خادموں کے ساتھ حسنِ سلوک (۲۰۰) غلام کو مارنے کی ممانعت۔

(۱۰) رفقائے سفر کے حقوق ۱۷۴

(۲۰۱) لوگوں کی خدمت کرنے میں مسابقت (۲۰۲) زائد از ضرورت چیزیں رفیقِ سفر کو دینا (۲۰۳) شیطان کے گھر اور سواریاں (۲۰۴) راستہ روکنے کی مذمت۔

(۱۱) بیمار کی عیادت ۱۷۷

(۲۰۵) عیادت اور تعلق باللہ (۲۰۶) مریض، بھوکے اور قیدی سے حسنِ سلوک۔ (۲۰۷) غیر مسلم کی عیادت (۲۰۸) عیادت کے آداب۔

(۱۲) مسلمان کا حق مسلمان پر ۱۷۹

(۲۰۹) جان و مال کی حرمت (۲۱۰) مسلمان کی خیر خواہی (۲۱۱) مسلمانوں میں باہمی رحمت و مودّت (۲۱۲) اخوت ایک محکم عمارت (۲۱۳) مومن کا آئینہ (۲۱۴) مسلمان کی مدد — وہ ظالم ہو یا مظلوم (۲۱۵) مسلمان کی مشکل کشائی و پردہ پوشی (۲۱۶) مسلمان بھائی کیلئے پسند و ناپسند کا پیمانہ۔

(۲۱۷) مسلمان بھائی کیلئے پسند و ناپسند کا پیمانہ (۲۱۸) اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کا مرتبہ (۲۱۹) قطع تعلق کی مدت (۲۲۰) اجتماعی اخلاق (۲۲۱) مسلمانوں کی پردہ دری سے بچو۔ (۲۲۲) غیبت کا انجام (۲۲۳) مسلمان کے مسلمان پر حقوق (۲۲۴) درگذر۔

(۱۳) (۲۲۵) غیر مسلم شہریوں کے حقوق ۱۹۰

(ج) حیوانات کے حقوق ۱۹۲

(۲۲۶) جانوروں سے نرمی (۲۲۷) جانوروں کا آرام (۲۲۸) سفر میں جانور کے حقوق۔ (۲۲۹) ذبح کا طریقہ (۲۳۰) ذبح وقتل کے آداب (۲۳۱) جانور کے چہرہ پر مارنے کی ممانعت (۲۳۲) جانور کو ناحق ذبح کرنا (۲۳۳) جانوروں کی تکلیف کا خیال رکھنا (۲۳۴) جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت (۲۳۵) جانداروں کو پانی پلانا۔

اخلاقی برائیاں ۱۹۷ تا ۲۲۶

(ا) تکبر ۱۹۸

(۲۳۶) تکبر اور جمال دو مختلف چیزیں ہیں (۲۳۷) متکبر کا حشر (۲۳۸) تکبر کی علامت ـــ مغرورانہ لباس (۲۴۰) کھانا، پہننا اور تکبر و اسراف۔

(ب) ظلم ۲۰۰

(۲۴۱) قیامت اور ظلم کی تاریکیاں (۲۴۲) ظالم سے تعاون اسلام سے بغاوت ہے۔ (۲۴۳) حقیقی مفلس (۲۴۴) مظلوم کی فریاد۔

(ج) غصہ ۲۰۳

(۲۴۵) غصہ قابو رکھنا (۲۴۶) غصہ کا علاج (۲۴۷) (۲۴۸) قدرت کے باوجود معافی کا اجر (۲۴۹) غصہ اور زبان پر قابو پانا (۲۵۰) مؤمنانہ اخلاق (۲۵۱) رسول اللہ کی نصیحت ـــ غصہ نہ کرو۔

(د) (۲۵۲) کسی کی نقل اُتارنا ۲۰۶

(ھ) (۲۵۳) دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا ۲۰۶

(و) جھوٹ ۲۰۸

(۲۵۴) جھوٹ اور نفاق (۲۵۵) سب سے بڑا جھوٹ (۲۵۶) جھوٹا تکلف (۲۵۷) عظیم خیانت۔

(۲۵۸) بچوں سے کذب بیانی (۲۵۹) بچوں سے کذب بیانی (۲۶۰) مذاق میں جھوٹ۔ (۲۶۱)

جنت میں مدارج۔

(س) (۲۶۲) (۲۶۳) فحش گوئی اور بدزبانی ۲۱۲

(ح) دو رخاپن ۲۱۳

(۲۶۴) بدترین عادت (۲۶۵) آگ کی دو زبانیں۔

(ط) غیبت ۲۱۴

(۲۶۶) غیبت اور بہتان کا فرق (۲۶۷) غیبت زنا سے بدتر ہے (۲۶۸) غیبت کا کفارہ

(۲۶۹) مُردوں کو برا بھلا کہنا۔

(ی) بے جا حمایت اور طرفداری ۲۱۶

(۲۷۰) غیر کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کی بربادی (۲۷۱) قومی عصبیت (۲۷۲) بے جا

حمایت ــــ ہلاکت ہے۔ (۲۷۳) بے جا حمایت ــــ ہلاکت ہے۔

(ك) (۲۷۴) منہ پر بے جا تعریف کی مذمت ۲۱۸

(۲۷۵) منہ پر تعریف (۲۷۶) فاسق کی تعریف۔

(ل) جھوٹی شہادت ۲۲۰

(۲۷۷) جھوٹی گواہی اور شرک برابر ہیں۔

(۲۷۸) برا مذاق، وعدہ خلافی، جھگڑا اور مناظرہ

(۲۷۹) ایفائے عہد کی نیت

(۲۸۰) عیب چینی

(۲۸۱) بلا تحقیق بات کو پھیلانا۔

(م) چغلی کھانا۔ ۲۲۳

(۲۸۲) جنت سے محرومی (۲۸۳) عذاب میں گرفتاری (۲۸۴) غیبت اور چغلی کی

ممانعت۔

(۲۸۵) حسد۔ نیکیوں کے لیے آگ

(ن) بدنگاہی ۲۲۵

(۲۸۶) پہلی نظر (۲۸۷) دوسری نظر۔

اَخلاقی خوبیاں ۲۲۶ تا ۲۳۴

(۲۸۸) بعثت نبوی کا مقصد (۲۸۹) اسوۂ نبویؐ (۲۹۰) اخلاقِ حسنہ کی نصیحت (۲۹۱) وقار و سنجیدگی (۲۹۲) سادگی و صفائی (۲۹۳) سلیقہ و صفائی (۲۹۴) پراگندہ بال شیطانی طریقہ ہے (۲۹۵) دولت اور پراگندہ حالی (۲۹۶) بہترین اسلام — کثرتِ سلام (۲۹۷) محبت کا گُر۔ سلام کرنا (۲۹۸) زبان اور شرمگاہ کی حفاظت (۲۹۹) غیر فرقہ دارانہ باتیں۔

دعوت و تبلیغ ۲۳۵ تا ۲۷۸

(۳۰۰-۳۰۱) (ل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کیا تھی؟ ۲۳۶

(ب) دین۔ سیاسی نظام کی حیثیت میں ۲۴۱

(۳۰۲) کامیابی آزمائشوں کی راہ سے (۳۰۳) ہجرت اور جہاد۔

(ج) التزامِ جماعت ۲۴۶

(۳۰۴) سفر میں تنظیم (۳۰۵) سفر میں تنظیم (۳۰۶) جماعت سے علیحدگی (۳۰۷) حصولِ جنت — جماعت کے ذریعہ۔

(د) امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت ۲۴۸

(۳۰۸) امیر جماعت کی ذمہ داری (۳۰۹) خیانت کار امیر (۳۱۰) غیر مخلص و کاہل امیر۔ (۳۱۱) خویش پرور امیر (۳۱۲) امیر کا ایثار (۳۱۳) بردبار امیر (۳۱۴) سمع و طاعت کی حدود (۳۱۵) قائد و عوام کی خیر خواہی۔

(ھ) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۲۵۷

(۳۱۶) بدعتی کی تعظیم (۳۱۷) منافق کی سیادت (۳۱۸) شرابی کی عیادت (۳۱۹) دین میں مداہنت کا انجام (۳۲۰) نہی عن المنکر — ایک فریضہ (۳۲۱) پڑوسی کو دین کی تعلیم دینا

(و) دعوت بلا عمل ۲۶۴

(۳۲۲) خود را فضیحت دیگراں را نصیحت (۳۲۳) آگ کی قینچیاں (۳۲۴) کرنے کے کام
(۳۲۵) دعوت کی ابتدار — اپنی ذات سے (۳۲۶) علم اور عمل۔

(ز) حصول علم دین۔ ۲۶۸

(۳۲۷) دین کا فہم (۳۲۸) طلبِ علم کا صلہ (۳۲۹) ذکر و علم کا موازنہ۔

(ح) دعوت و تبلیغ کے اہم اصول ۲۷۱

(۳۳۰) ہفتہ میں ایک مرتبہ وعظ (۳۳۱) کثرتِ وعظ کے نقصانات (۳۳۲) دین میں سہولت (۳۳۳) اندازِ گفتگو (۳۳۴) جذبات و رجحانات کا خیال (۳۳۵) بیم و رجا۔

(ط) دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے خوشخبری

(۳۳۶) محافظینِ دین، اللہ کی حفاظت میں (۳۳۷) محبانِ رسولؐ (۳۳۸) نبیؐ و اہلِ دین کی اجنبیت۔

داعیانہ صفات ۲۷۹ تا ۳۰۲

(ا) شکر ۲۸۰

(۳۳۹) شکر بحیثیت کفارۂ گناہ (۳۴۰) نئے لباس پر شکر گزاری (۳۴۱) سوار ہوتے وقت شکر ادا کرنا (۳۴۲) سوتے اور جاگتے وقت کی دعائیں (۳۴۳) نعمتِ اسلام پر شکر۔
(۳۴۴) بیت الحمد (۳۴۵) صبر و شکر — خیر کثیر (۳۴۶) جذبۂ شکر پیدا کرنے کی تدبیر۔

(ب) (۳۴۷) حیا ۲۸۷

(ج) صبر و استقامت ۲۸۸

(۳۴۸) صبر — بہترین نیکی (۳۴۹) فطری رنج اور صبر (۳۵۰-۳۵۱) گناہوں کا کفارہ
(۳۵۲) آزمائش میں تسلیم و رضا (۳۵۳) استقامت — ایک جامع ہدایت (۳۵۴) صابر — خوش بخت انسان (۳۵۵) صبر کی مشکلات۔

(د) توکل ۲۹۳

(۳۵۶-۳۵۷) توکل کی حقیقت (۳۵۸) تدبیر و توکل (۳۵۹) توکل — ذریعۂ اطمینان

(ھ) توبہ واستغفار ۲۹۵

(۳۶۰) توبہ پر اللہ کی خوشی (۳۶۱) توبہ پر اللہ کی خوشی (۳۶۲) توبہ کی مدت۔

(۳۶۳) استغفار کی حد (۳۶۴) صرف اللہ سے مانگو۔

(و) محبتِ خلق ۲۹۸

(۳۶۵) بہترین اعمال (۳۶۶) غلام آزاد کرنا (۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰)

نیکی کا تصور اور معیار۔

(ز) (۳۷۱) اخلاصِ عمل ۳۰۲

اصلاح وتربیت کے ذرائع ۳۰۳ تا ۳۴۰

(ا) (۳۷۲) خدا کی صفات کا تذکر ۳۰۴

(ب) دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت۔ ۳۰۸

(۳۷۳) شرح صدر کی علامت ــ موت کی تیاری (۳۷۴) خطرے کی گھنٹی ــ

(۳۷۵) پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ (۳۷۶) موت کی یاد (۳۷۷)

قبروں کی زیارت (۳۷۸) قبرستان کے آداب (۳۷۹) عیش کوشی (۳۸۰) دنیا سے

محبت اور موت سے نفرت ــ ذلت کا سبب (۳۸۱) دنیا وآخرت کا موازنہ (۳۸۲)

عقلمند کون؟ (۳۸۳) محرومِ رحمت (۳۸۴) حقیقی حیا (۳۸۵) جامع نصیحت (۳۸۶)

پانچ باتوں کی جواب طلبی (۳۸۷) جنت غافل کے لیے نہیں۔

(ج) تلاوتِ قرآن ۳۲۰

(۳۸۸) شفاعتِ قرآن (۳۸۹) قرآن کے آداب (۳۹۰) تلاوتِ قرآن سے

نورِ الٰہی کا حصول (۳۹۱) دل کے زنگ کا علاج۔

(د) نوافل اور تہجد ۳۲۴

(۳۹۲) تقرب الی اللہ کے ذرائع (۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶) تہجد کی ترغیب

(۳۹۷) پابندیٔ عمل (۳۹۸) نزولِ رحمت کا وقت۔

(ھ)(۳۹۹) انفاق ۳۲۸

(۴۰۰) افضل صدقہ (۴۰۱) فرشتوں کی دُعائیں (۴۰۲) زائد از ضرورت مال خرچ کرو (۴۰۳) انفاق کا بدلہ (۴۰۴) بخیل اصحابِ ثروت کی ہلاکت۔

(و) ذکر و دُعا ۳۳۲

(۴۰۵) اللہ کی معیت (۴۰۶) ذکر زندگی ہے (۴۰۷) ذکر کی تعلیم (۴۰۸) سیدالاستغفار (۴۰۹) سونے کا طریقہ اور دعا (۴۱۰) پریشانی کی دُعا (۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳) چند جامع دُعائیں (۴۱۴) نومسلم کی دُعا (۴۱۵) دُعا بعد از نماز (۴۱۶) دُعا بعد از نماز۔

اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۴۱ تا ۳۵۴

(ا) عملی نمونہ ۳۴۲

(۴۱۷) نماز اور خطبہ میں میانہ روی (۴۱۸) مقتدیوں کا لحاظ (۴۱۹) لمبی نماز۔

(ب)(۴۲۰) طریقۂ تعلیم ۳۴۴

(۴۲۱) آدابِ نماز کی تعلیم (۴۲۲) دین میں آسانی (۴۲۳) جذبات کا احترام

(ج) شفقت علی الخلق ۳۴۶

(۴۲۴) بھوکوں کو کھانا کھلانا (۴۲۵) دو کے کھانے میں تیسرے کی شرکت۔ (۴۲۶) تالیفِ قلب۔

(د) اقامتِ دین کی راہ میں ۳۵۲

(۴۲۷) مخالفین کے لیے دُعا۔ (۴۲۸) نبیؐ کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ موقعہ۔

اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ۳۵۵ تا ۳۶۶

(۴۲۹) ابن عمرؓ اور تہجد (۴۳۰) انفاق اور ذکر (۴۳۱) افلاس میں مہمان نوازی (۴۳۲) مصعب بن عمیرؓ کی شان (۴۳۳) اصحابِ صفہ کی شان (۴۳۴) خبیبؓ کے متعلق دشمن کی شہادت (۴۳۵) عائشہؓ کا ابنِ زبیرؓ سے مقاطعہ (۴۳۶) غلاموں پر سختی کرنے کا احساس۔

فکرِ آخرت ۳۶۷ تا ۳۷۴

(۳۳۷) عذاب کا مستحق کون؟ (۳۳۸) قبولِ اسلام سے پہلے کے گناہ (۳۳۹) نمازوں کی کثرت (۴۴۰) شہادت کا اجر (۴۴۱) صغیرہ گناہ (۴۴۲) خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰىنَا لِھٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَاۤ اَنۡ ھَدٰىنَا اللّٰہُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ○

قرآن مجید میں، اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بڑی اہمیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے کہ جو شخص ہدایت کا پیاسا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کی راہ پر لگاتا ہے، اور جس کے اندر ہدایت کی پیاس نہیں ہوتی، اُسے ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرتا کہ مچھلی مانگنے والے کو سانپ دیدے، اور سانپ کے طلب گار کو مچھلی بخش دے۔ جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ اسے ہدایت ملے تو اللہ اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ فرماتا ہے جس طرح کا معاملہ والد اپنے بچے اور شفیق استاد اپنے محنتی شاگرد کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی راہ پر لگاتا ہے، اور راہ پر لگا کر چھوڑ نہیں دیتا، بلکہ اُسے برابر اپنی طرف کھینچتا اور آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس جس کے اندر ہدایت کی طلب نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے، اُسے چھوڑ دیتا ہے کہ جس راہ پر چاہے چلے اور جس کھڈ میں چاہے گرے۔

قرآن مجید، انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، اس سے روشنی صرف وہی پاتا ہے جس کے اندر ہدایت کی پیاس ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص اپنی ہدایت کے لیے قرآن کے پاس نہیں جاتا بلکہ محض علمی سیر کے طور پر اور "معلومات میں اضافہ" کی غرض سے جاتا ہے تو ایسے آدمی کو قرآن سے کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ یہی خاصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

اگر کوئی ہدایت کی نیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھتا ہے تو اسے روشنی ملتی

ہے، لیکن اگر کوئی حدیث کا مطالعہ "علمی سیر" اور "معلومات میں اضافہ" کی غرض سے کرتا ہے تو اسے یہاں سے کوئی روشنی نہیں ملتی۔ ہدایت اور ضلالت کے بارے میں اللہ کی سنت یہی ہے، اور اللہ کی سنت نہیں بدلتی۔

یہ کتاب ــــــ "راہِ عمل" ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا مجموعہ ہے، اور اسے اصلاح و تربیت کے مقصد سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ علمی سیر کے طور پر یا محض معلومات بڑھانے کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے۔ احادیثِ نبیؐ کو اس طرح پڑھنے میں بڑا گھاٹا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صرف ترجمہ اور توضیح کا پڑھنا اور احادیث کے الفاظ نہ پڑھنا بڑی محرومی کی بات ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ جو حدیث سامنے آئے اس پر ٹھہر کر غور کر لیا جائے تو یقین ہے کہ اصلاح و تربیت کے بہت سے ایسے پہلو بھی سامنے آئیں گے جو تشریح و توضیح کے ضمن میں بیان نہیں ہو سکے ہیں۔

اصلاح و تربیت کے محتاج یوں تو ہم سارے ہی مسلمان ہیں، لیکن اس کے سب سے زیادہ محتاج وہ لوگ ہیں جو دین کا کام کرنے اٹھیں، جنہوں نے یہ طے کیا ہو کہ بگاڑ کے اس زمانہ میں اور بگڑے ہوئے ماحول میں حق کی شہادت کا کام کریں گے۔ یہ حق کی شہادت اور دین کی اقامت کا کام بڑی تیاری چاہتا ہے۔

کتاب کے سب پڑھنے والوں سے ــــــ خصوصاً حضرات علماء و اساتذۂ حدیث سے ــــــ درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں جہاں کہیں کوئی غلطی نظر آئے، اس کی نشان دہی فرمائیں، میں ان کا بہت ممنون ہوں گا اور اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

عاجز مرتب

جلیل احسن ندوی عفا اللہ عنہ

اخلاصِ نیّت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کے مطابق اجر

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى،
فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔
وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔
تو مثلاً جس نے اللہ و رسول کے لیے ہجرت کی ہوگی واقعی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔
اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔"

یہ حدیث اصلاح و تربیت کے باب کی نہایت اہم حدیث ہے۔ حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر نیت ٹھیک ہے تو اس کا ثواب ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا۔ کوئی عمل چاہے وہ دیکھنے میں نیک ہو، اُس کا اجر آخرت میں صرف اسی صورت میں ملے گا جب کہ وہ خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔ اگر اس عمل کا محرک دنیا طلبی ہو، اگر اُسے کسی اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے انجام دیا گیا ہو تو آخرت کے بازار میں اُس کی کوئی قیمت نہ لگے گی، اس کا یہ عمل وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا۔ اس حقیقت کو آپؐ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح کیا کہ دیکھو ہجرت کتنا بڑا نیکی کا کام ہے۔ لیکن اگر کوئی خدا و رسول کے لیے نہیں بلکہ اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے ہجرت (ترکِ وطن) کرتا ہے تو آخرت میں اُسے اس عمل کا اجر بظاہر بہت

بڑی نیکی ہے، کچھ ثواب نہ ملے گا بلکہ اُلٹا اس پر جعل سازی اور فریب دہی کا مقدمہ قائم ہوگا۔

نیکی کا معیار

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی
قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"اللہ تمہاری شکل وصورت اور تمہارے مال کو نہ دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھے گا۔"

فاسد نیّت کا ثمرہ

(۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:
اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلَیْہِ رَجُلٌ نِ اسْتُشْھِدَ
فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا،
قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟
قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْھِدْتُّ،
قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیٌّ فَقَدْ قِیْلَ۔
ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔
وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ
نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا،
قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟
قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْاٰنَ۔
قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ ھُوَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ
لِیُقَالَ ھُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ،

ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ،
وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِیَ
بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا،
قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟
قَالَ مَا تَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ
فِیْهَا لَكَ،
قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ،
ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا جس نے شہادت پائی ہوگی۔ اُسے خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔ پھر خدا اُسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔

تب پوچھے گا کہ "تو نے میری نعمتیں پاکر کیا کام کیے؟"

وہ عرض کرے گا کہ "مَیں نے تیری خوشنودی کی خاطر (تیرے دین سے لڑنے والوں کے خلاف) جنگ کی، یہاں تک کہ مَیں نے اپنی جان دے دی۔

خدا اس سے کہے گا "تو نے یہ بات غلط کہی کہ میری خاطر جنگ کی، تُو نے تو صرف اس لیے جنگ کی (اور جانبازی دکھائی) کہ لوگ تجھے جری اور بہادر کہیں سو دُنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا۔

پھر حکم ہوگا کہ اس "مردِ شہید" کو منہ کے بَل گھسیٹتے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔"
چنانچہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک دوسرا شخص خدا کی عدالت میں پیش کیا جائے گا جو دین کا عالم و معلم ہوگا۔ اُسے خدا اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔

تب اس سے کہے گا، "ان نعمتوں کو پاکر تو نے کیا عمل کیے"؟

وہ عرض کرے گا، "خدایا، مَیں نے تیری خاطر تیرا دین سیکھا اور تیری خاطر دوسروں کو اس کی تعلیم دی، اور تیری خاطر قرآن مجید پڑھا۔"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تم نے جھوٹ کہا، تم نے تو اس لیے علم سیکھا تھا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں، اور قرآن اس غرض سے تم نے پڑھا تھا کہ لوگ تمہیں قرآن کا جاننے والا کہیں سو تمہیں دنیا میں اس کا صلہ مل گیا۔

پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو۔"

چنانچہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جاکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اور تیسرا آدمی وہ ہوگا جس کو اللہ نے دنیا میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسے شخص کو خدا کی جناب میں پیش کیا جائے گا اور وہ اسے اپنی سب نعمتیں بتائے گا اور وہ ساری نعمتوں کا اقرار کرے گا کہ ہاں یہ سب نعمتیں اسے دی گئی تھیں۔

تب اس سے اس کا رب پوچھے گا "میری نعمتوں کو پاکر تو نے کیا کام کیے"؟

وہ جواب میں عرض کرے گا۔ "جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا ان سب راستوں میں مَیں نے تیری خوشنودی کے لیے خرچ کیا۔"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جھوٹ کہا، تو نے یہ سارا مال اس لیے لٹایا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو یہ لقب دنیا میں مل گیا۔

پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔"

چنانچہ اسے لے جاکر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اوپر کی تینوں روایتیں جس حقیقت کو وضاحت سے سامنے لاتی ہیں وہ یہ ہے کہ آخرت میں کسی نیک کام کی ظاہری شکل پر کوئی انعام نہیں مل جائے گا۔ وہاں تو صرف وہی کام اجر و ثواب کا مستحق ہوگا جس کو خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہوگا۔ بڑے سے بڑا نیکی کا کام اگر اس لیے کیا گیا ہے کہ دوسرے اس سے خوش ہوں یا لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت بڑھے، تو خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ ایسا عمل خدا کی میزان میں

کھوٹا بلکہ جعلی سکہ قرار پائے گا۔ نہ ایسا ایمان وہاں کام آئے گا اور نہ ایسی عبادت۔

جب حقیقت یہ ہے، اور اس کے حقیقت ہونے میں کوئی شبہ نہیں تو ہمیں دکھاوے اور نام و نمود کے تباہ کن جذبے سے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا ہوگا۔ ورنہ ساری محنت برباد جائے گی، اور سرمایہ کی بربادی کا علم وہاں ہوگا جہاں آدمی کوڑی کوڑی کا محتاج ہوگا۔

ایمانیات

ایمان کی بنیادیں۔

(۴) عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ

قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔ (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ،

آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرئیل علیہ السلام تھے اور حضورؐ کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "بتایئے ایمان کیا ہے"؟

آپؐ نے فرمایا، "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ خیر ہو، چاہے شر۔"

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو "حدیث جبرئیلؑ" کے نام سے مشہور ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں انسانی شکل میں آئے اور اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے، آپؐ نے سب کے جواب دیے۔ ان میں سے ایمان سے متعلق سوال و جواب یہاں نقل کیا گیا ہے۔

ایمان کے اصل معنی ہیں کسی پر اعتماد کرنا اور اس کی وجہ سے اس کی بات کو سچ ماننا۔ جب آدمی کو کسی کی سچائی کا یقین ہوتا ہے تب ہی اس کی بات مانتا ہے۔ ایمان کی اصل روح یہی اعتماد و یقین ہے۔ اور آدمی کے مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ کی طرف سے رسولوں کے ذریعہ آتی ہیں۔ ان میں سے بنیادی ایمانیات کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے، ان کی الگ الگ مختصر تشریح یہ ہے:

(۱) ایمان باللہ یعنی اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ سے موجود مانا جائے۔ اُس کو کائنات کا پیدا کرنے والا اور کائنات کا تنہا انتظام کرنے والا مانا جائے۔ تسلیم کیا

جائے کہ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، نہ دنیا کو پیدا کرنے میں اور نہ دُنیا کا انتظام چلانے میں۔ اور مانا جائے کہ ہر طرح کے عیب اور ہر قسم کی کمی سے اس کی ذات پاک ہے اور وہ تمام اچھی صفتوں کا مالک اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہیں۔ وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ہر وقت خدا کی بندگی میں لگے رہتے ہیں۔ وفادار غلام کی طرح مالک کا ہر حکم بجالانے کے لیے ہاتھ باندھے اس کے حضور میں کھڑے رہتے ہیں، دنیا میں نیک کام کرنے والوں کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔

(۳) کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً جو ہدایت نامے بھیجے سب کو سچّا مانے۔ ان میں آخری ہدایت نامہ قرآن مجید ہے۔ اگلی امتوں نے اپنی کتابیں بگاڑ ڈالیں، تب آخر میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آخری کتاب بھیجی جو صاف اور واضح ہے جس میں کوئی نقص نہیں اور جو ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ ہے۔ اور اب اس کتاب کے سوا دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کے ذریعہ خدا تک پہنچا جا سکتا ہو۔

(۴) رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنے رسول خدا کی طرف سے آئے سب سچے ہیں۔ ان سب رسولوں نے بلا کسی کمی بیشی کے خدا کی باتیں لوگوں تک پہنچائیں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب انسانوں کی نجات صرف آپ کے طریقے کی پیروی میں ہے۔

(۵) آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں انسانوں کی زندگی کے پورے ریکارڈ کی جانچ پڑتال ہوگی۔ تو جس کے اعمال پسندیدہ ہوں گے وہ انعام پائے گا اور جس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں وہ سزا پائے گا۔ سزا بھی لامحدود ہوگی اور انعام بھی لامحدود۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔ یہاں صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا کارخانہ کسی اور ڈھب سے چل رہا ہو۔ ہر خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کا ایک قانون ہے جس کو اس نے پہلے سے بنا دیا ہے۔ خدا کے شکر گزار بندوں پر جو مصیبت

آتی ہے. جن مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اور جو آزمائش ان پر آتی ہے یہ سب حالات ان کے رب کے حکم اور پہلے سے طے کیے ہوئے قانون کے تحت آتے ہیں۔

۱۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب

ایمان باللہ اور اس کے اثرات

(۵) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ ﷺ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اِلَّا مُؤْخَرَۃُ الرَّحْلِ،

فَقَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ،

فَقُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ،

ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً،

ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ،

قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ.

ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً،

ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ،

قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ،

قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلَی الْعِبَادِ؟

قَالَ قُلْتُ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ،

قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا،

ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً،

ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ،

قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ،

قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ؟

قُلْتُ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ،

قَالَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں مَیں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوہ کا صرف پچھلا حصہ حائل تھا۔

آپؐ نے فرمایا "اے معاذ بن جبل!"

مَیں نے کہا "حضور غلام حاضر ہے، فرمائیں"

(آپؐ نے سکوت اختیار کیا۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد پکارا، "اے معاذ بن جبل

مَیں نے وہی لفظ دُہرائے جو پہلی بار کہے تھے۔ (لیکن آپؐ نے کچھ نہیں کہا)۔

پھر کچھ دور چلنے کے بعد آپؐ نے پکارا "معاذ بن جبل!"

مَیں نے عرض کیا "حضور، غلام حاضر ہے، ارشاد فرمائیں"

تب آپؐ نے فرمایا "تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے"؟

مَیں نے کہا "اللہ و رسول ہی بہتر علم رکھتے ہیں"

آپؐ نے فرمایا "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی بندگی کریں اور بندگی میں کسی غیر کو ذرا بھی ساجھی نہ بنائیں۔"

پھر آپؐ نے تھوڑی دور چلنے کے بعد فرمایا "اے معاذ!" مَیں نے کہا "ارشاد ہو، یہ غلام آپ کی بات غور سے سُنے گا اور وفادارانہ آپ کی اطاعت کرے گا۔"

آپؐ نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟"

مَیں نے کہا "اللہ و رسولؐ ہی خوب واقف ہیں"

آپؐ نے فرمایا "اللہ کی بندگی کرنے والے بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔"

حضرت معاذ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مَیں بالکل آپؐ کے قریب بیٹھا ہوا تھا، سُننے اور سُنانے میں کوئی دقت نہ تھی۔ آپؐ کے ارشاد کو بڑی آسانی سے سُن سکتا تھا۔ لیکن جو بات آپؐ فرمانا چاہتے تھے بڑی اہم تھی اس لیے آپؐ نے تین بار پکارا اور کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ یہ اس لیے کیا تاکہ مجھ پر اس بات کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے اور میں خوب کان لگا کر سُنوں۔

حضورؐ کے ارشاد سے توحید کی اہمیت معلوم ہوئی کہ یہ جہنم کے عذاب سے بچانے والی ہے۔
جو چیز خدا کے غضب سے بچانے والی ہو اور جنت کا حق دار بنانے والی ہو اس سے زیادہ قیمتی چیز بندہ کی نگاہ میں اور کیا ہوگی۔

ایمان باللہ کا مفہوم

(۶) قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ،
قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ،
قَالَ، شَہَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامُ رَمَضَانَ۔ (مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کی نمائندگی کرنے والے لوگوں سے) پوچھا،
"جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟"
انہوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر علم رکھتے ہیں"۔
آپؐ نے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک طریقے پر ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے"۔

ایمان کا اثر معاملاتِ زندگی پر

(۷) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ،
قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ،
لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّآ اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَہْدَ لَہٗ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خطبہ دیا اس میں یہ ضرور فرمایا کہ،
"جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں، اور جس کو عہد کا پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں"۔

حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق جن

کی پوری فہرست اللہ کی کتاب میں ہے، ادا نہیں کرتا وہ ایمان کی پختگی سے محروم ہے، اور جو شخص کسی بات کو نباہنے کا قول و قرار دے، پھر اُسے نہ نباہے، اُس عہد کو پُورا نہ کرے، وہ دینداری کی نعمت سے محروم ہے۔ جس کے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط بھی ہوتی ہیں وہ تمام حقوق کی ادائیگی میں امین ہوتا ہے۔ کسی حق کی ادائیگی میں وہ خیانت نہیں کرتا۔ اسی طرح جس آدمی کے اندر دینداری ہوگی وہ عہد کو مرتے دم تک نباہے گا۔ یاد رہے کہ سب سے بڑا حق اللہ کا ہے، اُس کے رسولؐ کا ہے، اس کی بھیجی ہوئی کتاب کا ہے، اور سب سے بڑا عہد وہ ہے جو آدمی اپنے خدا سے اور اس کے بھیجے ہوئے نبی سے اور نبی کے لائے ہوئے دین سے کرتا ہے۔

ایمان کا اثر اخلاق پر

(۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْإِيْمَانُ۔ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ۔ (مسلم۔ عمرو بن عبسہؓ)

حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "ایمان کیا ہے"؟

آپؐ نے فرمایا "ایمان نام ہے صبر اور سماحت کا"

یعنی ایمان یہ ہے کہ آدمی خدا کی راہ اپنے لیے پسند کرے، اور اس راہ میں جو مصیبت پیش آئے اس کو برداشت کرے اور خدا کے سہارے آگے بڑھتا جائے۔ (یہ صبر ہے)۔ نیز آدمی اپنی کمائی خدا کے محتاج و بے سہارا بندوں پر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے اور خرچ کر کے خوشی محسوس کرے (یہ سماحت ہے)۔ نیز یہ لفظ نرم خوئی اور عالی ظرفی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ایمان کامل کی علامات

(۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ (بخاری۔ ابو امامہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے اللہ کے لیے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک رکھا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔"

مطلب یہ کہ آدمی اپنی تربیت کرتے کرتے اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ جس سے جڑتا ہے اور جس سے کٹتا ہے اللہ کی خاطر جڑتا اور کٹتا ہے، خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس سے جڑتا ہے اور اس سے کٹتا ہے۔ دین کی خاطر کسی سے محبت کرتا ہے اور کسی سے نفرت۔ اس کی محبت اور نفرت اپنی کسی ذاتی غرض اور دنیاوی مفاد کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر ہوتی ہے۔ جب آدمی کی یہ حالت ہو جائے، تب سمجھو کہ اس کا ایمان مکمل ہوا۔

حلاوتِ ایمان کا حصول

(۱۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ (بخاری و مسلم۔ عباس)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

"ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب ماننے اور اسلام کو اپنا دین ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کرنے پر راضی ہو گیا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اپنے آپ کو دے کر اور اسلامی شریعت کی پیروی کر کے اور اپنے آپ کو نبی کی رہنمائی میں دے کر پوری طرح مطمئن ہے، اس کا فیصلہ ہے کہ مجھے کسی اور کی بندگی نہیں کرنی ہے اور ہر حالت میں اسلام پر چلنا ہے اور حضور کے سوا کسی دوسرے انسان کی رہنمائی میں زندگی نہیں گزارنی ہے۔ جس شخص کا یہ حال ہو جائے تو سمجھ لو کہ ایمان کی مٹھاس اس نے پالی۔

ب۔ رسول پر ایمان لانے کا مطلب

گفتار و کردار کا بہترین معیار

(۱۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ۔ (مسلم۔ جابر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بہترین کلام اللہ کی کتاب اور بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے (جس کی پیروی کی جانی چاہیے)۔

سُنّت اور پاکیزگیٔ دل

(۱۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ،

ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ۔ (مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، مجھ سے حضور نے کہا،

"اے میرے پیارے بیٹے، اگر تو اس طرح زندگی گذار سکے کہ تیرے دل میں کسی کی بدخواہی نہ ہو تو ایسی ہی زندگی بسر کر"۔

پھر فرمایا "اور یہی میرا طریقہ ہے (کہ میرے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہیں) اور جس نے میری سنّت (طریقہ) سے محبت کی تو بلاشبہ اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا"۔

اطاعتِ رسولؐ کا صحیح طریقہ

(۱۳) جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا کَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا،

فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ،

فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا،

وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ،

وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا،

فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ،

أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ (مسلم انس)

تین آدمی، حضورؐ کی عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے حضورؐ کی بیویوں کے پاس آئے، جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپؐ کی عبادت کی مقدار کو کم تصور کیا، کہنے لگے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا کیا مقابلہ، ان سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ہوں گے۔ (اور ہم معصوم نہیں، پس ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے)"۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے اپنے لیے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا۔

اور دوسرے نے یہ کہا کہ میں ہمیشہ نفلی روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔

اور تیسرے صاحب نے کہا، میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔

(جب آپؐ کو اس کی اطلاع ملی) تو آپ اُن کے پاس گئے اور کہا "کیا وہ تم ہی لوگ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا ہے"؟

پھر آپؐ نے فرمایا "بلاشبہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں لیکن دیکھو، میں (نفلی) روزے کبھی رکھتا ہوں کبھی نہیں رکھتا اسی طرح میں (رات میں) نوافل بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور دیکھو میں بیویاں بھی رکھتا ہوں (سو تمہارے لیے خیریت میرے طریقہ کی پیروی میں ہے) اور جس کی نگاہ میں میری سنّت کی وقعت نہیں، جو میری سنّت سے بے رُخی برتے وہ میرے گروہ میں سے نہیں ہے"۔

پسندو ناپسند کا پیمانہ

(۱۴) صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَیْئًا فَرَخَّصَ فِیْہِ فَتَنَزَّہَ عَنْہُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ،

مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَنَزَّہُوْنَ عَنِ الشَّیْءِ اَصْنَعُہٗ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُہُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّہُمْ لَہٗ خَشْیَۃً۔ (بخاری ومسلم۔ عائشہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام اختیار فرمایا اور اس کے اندر لوگوں کو رخصت کا پہلو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی لیکن کچھ لوگوں نے اس رخصت کو اختیار کرنے سے احتراز کیا ــــ جب آپؐ کو ان کی اس ذہنیت کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے تقریر کی، اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا،

"کیوں کچھ لوگ اس کام کے کرنے سے بچ رہے ہیں جس کو میں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم میں ان سب سے زیادہ خدا کا علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں"۔

محرّف کتابوں سے اجتناب کی ہدایت

(۱۵) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ

حِیْنَ اَتَاہُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَہُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَکْتُبَ بَعْضَہَا؟

قَالَ اَمُتَہَوِّکُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَہَوَّکَتِ الْیَہُوْدُ وَالنَّصَارٰی؟ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِہَا بَیْضَاءَ نَقِیَّۃً، وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔

(مسلم۔ جابر)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمرؓ آئے اور کہا کہ:

"ہم کو یہودیوں کی کچھ باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں تو آپؐ کی کیا رائے ہے؟ کیا ان میں سے کچھ ہم لکھ لیں"؟

آپؐ نے فرمایا، "کیا تم بھی گمراہی کے کھڈ میں گرنا چاہتے ہو جیسے یہود و نصاریٰ اپنی کتاب کو چھوڑ کر کھڈ میں گر گئے؟ میں تمہارے پاس وہ شریعت لایا ہوں جو سورج کی طرح روشن اور

آئینہ کی طرح صاف ہے، اور اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کرنی پڑتی۔

یہودیوں نے اپنی کتاب، تورات کی تعلیم کو بگاڑ ڈالا تھا، لیکن اس میں بگاڑ ہی بگاڑ نہ تھا، کچھ سچی باتیں بھی تھیں جنہیں مسلمان سنتے اور پسند کرتے۔ اگر حضورؐ اجازت دے دیتے تو دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی۔ کون سا مذہب ہے جس میں کچھ سچی اور اچھی باتیں نہیں پائی جاتیں؟ حضورؐ نے جو جواب حضرت عمرؓ کو دیا اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ صاف وشفاف چشمہ جس کے اپنے گھر میں موجود ہو اُسے گدلے حوض کی طرف رُخ نہ کرنا چاہیے۔

ایمان کی کسوٹی

(۱۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:
"کوئی شخص (مطلوبہ درجہ کا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ارادہ اور اس کے نفس کا میلان میری لائی ہوئی (ہدایت) کے تابع نہیں ہو جاتا۔"

مطلب یہ کہ رسولؐ پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش اپنے ارادہ اور اپنے قلبی رجحانات کو رسولؐ کی لائی ہوئی ہدایت کے تابع کر دے۔ قرآن مجید کے ہاتھ میں اپنی خواہش کی لگام دے دے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو رسولؐ پر ایمان لانے کے کوئی معنی نہیں۔

ایمان اور حُبِّ رسولؐ

(۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (انس۔ بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،
"تم میں سے کوئی شخص (مطلوبہ درجہ کا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مومن تب ہی بنتا ہے جب رسولؐ اور ان کے لائے ہوئے دین کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ بیٹے کی محبت کسی اور راستے پر چلنے کو کہتی ہے، باپ کی محبت کسی اور راستے پر چلانا چاہتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے راستے پر چلنے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو جب آدمی ساری محبتوں اور ان کے تقاضوں کو ٹھکرا کر صرف حضورؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کو تیار ہو جائے تو سمجھ لیجیے کہ وہ پکا مومن ہے، محبِ رسولؐ ہے۔ ایسا ہی آدمی اسلام کو درکار ہے، اور ایسے ہی آدمی دنیا کی تاریخ بناتے ہیں۔ کچا ایمان، بیوی، بچوں اور باپ اور بھائی کی محبتوں پر قینچی کہاں چلا سکتا ہے۔

محبتِ خدا و رسولؐ کے تقاضے

(۱۸) اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَوَضَّاَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ ﷺ

مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی هٰذَا؟

قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ،

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ،

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ یُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ، وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔ (مشکوٰۃ۔ عبدالرحمان بن ابی قرادؓ)

عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو آپؐ کے کچھ اصحاب آپؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، تو آپؐ نے پوچھا،

"تمہارے اس کام کا محرک کیا ہے؟"

لوگوں نے کہا "اللہ اور رسولؐ کی محبت"۔

آپؐ نے فرمایا "جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ و رسول سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ،

جب بات کریں تو سچ بولیں،

جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو (بہ حفاظت) مالک کے حوالہ کریں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

آپؐ کے وضو کا پانی لے کر برکت کے لیے چہروں اور ہاتھ پر ملنا آپ سے محبت کی وجہ سے تھا۔ یہ کوئی بُرا کام نہیں تھا جس پر حضورؐ انہیں ڈانٹتے، البتہ آپؐ نے انہیں بتایا کہ محبت کا اونچا مقام یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کیا جائے، آپؐ جو دین لائے ہیں اسے اپنی زندگی کا دین بنایا جائے۔ رسولؐ کی پیروی رسولؐ کی محبت کا سب سے اونچا مقام ہے۔ بشرطیکہ رسولؐ سے قلبی لگاؤ کے ساتھ کی جائے۔

محبتِ رسولؐ اور آزمائش

(۱۹) جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّكَ،

قَالَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ،

فَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ

قَالَ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَهَاهُ۔ (ترمذی۔ عبداللہ بن مغفل)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے حضورؐ سے کہا "میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں"

آپؐ نے فرمایا "جو تم کہتے ہو اس پر غور کر لو"

اس نے تین بار کہا کہ "بخدا! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں"

آپؐ نے فرمایا "اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تھیار فراہم کر لو، جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی طرف فقر و فاقہ سیلاب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا ہے"

کسی سے محبت کرنے اور اسے محبوب بنانے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ اس کی پسند کو اپنی پسند اور اس کی ناپسندیدگی کو اپنی ناپسندیدگی بنا دیا جائے۔ محبوب جس راستہ پر چلتا ہے اس راستہ کو اپنی زندگی کا راستہ بنا دیا جائے، اس کی قربت و محبت اور اس کی خوشنودی کی خاطر

ہر چیز قربان کی جائے اور قربان کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ایک ایک نقش قدم اور ایک ایک نشانِ راہ معلوم کیا جائے اور اس پر چلا جائے۔ آپؐ نے جس راہ میں چوٹیں کھائی ہیں، اس راہ میں چوٹیں کھانے کا دم داعیہ پیدا کیا جائے۔ غارِ حرا بھی آپؐ کی راہ ہے اور بدر و حنین بھی آپؐ کی راہ ہے۔

دین کی راہ پر چلنے کے نتیجہ میں فقر و فاقہ کی مار پڑے گی، اور معلوم ہے کہ معاشی مار سب سے بڑی مار ہے۔ اس کا مقابلہ صرف توکل اور محبت الٰہی کے ہتھیار سے کیا جا سکتا ہے۔ مومن ایسے وقت میں یہ سوچتا ہے کہ اللہ میرا وکیل ہے، مَیں بے سہارا نہیں ہوں۔ اور یہ کہ مَیں غلام ہوں، غلام کا کام صرف اپنے مالک کی مرضی پوری کرنی ہے، اور یہ کہ میں جس کے کام پر لگا ہوا ہوں وہ رحیم و عادل ہے، میری محنت ماری نہیں جا سکتی۔ اس کا اس ڈھنگ پر سوچنا ہر مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔ شیطان کے ہر ہتھیار کو بے کار کر دیتا ہے۔

ج۔ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب

اتباع کتاب اللہ کی برکات

(۲۰) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنِ اقْتَدٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ لَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْاٰخِرَةِ،

ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ "فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى"

(سورہ طٰہٰ ۱۲۳) (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا "جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دنیا میں بے راہ ہوگا اور نہ آخرت میں اس کے حصہ میں محرومی آئے گی"

پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنِ اتَّبَعَ الخ "جو شخص میرے ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دنیا میں بھٹکے گا اور نہ آخرت میں بدبختی سے دوچار ہوگا"

قرآن سے استفادہ کا طریقہ

(۲۱) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ،

حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّمُحْکَمٍ وَّمُتَشَابِہٍ وَّاَمْثَالٍ،

فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "قرآن مجید میں پانچ چیزیں ہیں۔

حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔

پس حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام قرار دو، محکم (قرآن کا وہ حصہ جس میں عقیدہ اور قانون وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے) پر عمل کرو۔ اور متشابہ (قرآن کا وہ حصہ جس میں آخرت کی باتیں بیان ہوئی ہیں، جیسے جنت، دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ) پر ایمان رکھو (اور اس کی کرید میں مت پڑو) اور امثال (قوموں کی تباہی کے عبرت ناک قصوں) سے عبرت حاصل کرو۔

(۲۲) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا،

وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَہِکُوْھَا،

وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا،

وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْہَا۔ (مشکوٰۃ۔ جابر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انہیں برباد نہ کرنا،

اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کا ارتکاب نہ کرنا،

اور کچھ حد بندیاں کی ہیں انہیں پھلانگ کر آگے نہ بڑھنا،

اور کچھ چیزوں سے اس نے بلا بھولے خاموشی اختیار کی ہے، تم ان کی کرید میں نہ پڑنا۔

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب

(۲۳) عَنْ زِیَادِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَقَالَ:

ذَالِکَ عِنْدَ اَوَانِ ذَھَابِ الْعِلْمِ،

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَذْھَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُہٗ اَبْنَاءَنَا وَیُقْرِئُہٗ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَاءَھُمْ؟

فَقَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا زِیَادُ اِنْ کُنْتُ لَاَرَاکَ مِنْ اَفْقَہِ رَجُلٍ بِالْمَدِیْنَۃِ، اَوَلَیْسَ ھٰذِہِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ لَا یَعْمَلُوْنَ بِشَیْءٍ مِّمَّا فِیْھِمَا۔ (ابن ماجہ)

حضرت زیاد بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوفناک چیز کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ،

"ایسا اس وقت ہوگا جب کہ دین کا علم مٹ جائے گا"۔

تو میں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ! علم کیونکر مٹ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنی اولاد کو پڑھاتے رہیں گے"؟

حضورؐ نے فرمایا "خوب اے زیاد! میں تمہیں مدینہ کا انتہائی سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل کی کتنی تلاوت کرتے ہیں پھر ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے"؟

د۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب

اعمال کی توفیق

(۲۴) عَنْ عَلِیٍّ رضؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ،

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟

قَالَ اعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ

السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ،

ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى۔

(سورہ واللیل آیت ۵ تا ۱۰)

(بخاری، مسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

"تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ لکھی جا چکی ہے

لوگوں نے اس پر کہا "اے اللہ کے رسولؐ پھر ہم اپنے لکھے ہوئے کا کیوں نہ سہارا لیں اور عمل چھوڑ دیں"؟

آپؐ نے فرمایا "نہیں، عمل کرو، کیونکہ ہر شخص کو اسی چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو خوش نصیب ہو اس کو جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بدنصیب (جہنمی) ہے اس کو جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے سورۃ واللیل کی یہ دو آیتیں پڑھیں (جو اوپر حدیث میں درج ہوئیں جن کا مطلب یہ ہے کہ)

جس نے مال خرچ کیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (یعنی اسلام لایا) تو ہم اس کو اچھی زندگی (یعنی جنت) کی توفیق دیں گے،

اور جس نے اپنا مال دینے میں بخل سے کام لیا اور (خدا سے بے پروا رہا اور (اچھی زندگی کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے"

یعنی اللہ کے یہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی اپنے کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوگا اور وہ کن اعمال کی وجہ سے جنت میں جائے گا، خدا نے اس "تقدیر" کو بڑی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور حضورؐ نے بھی وضاحت سے پیش فرما دیا ہے، اب یہ آدمی کا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہے یا جنت کی راہ پر، دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ خدا نے اس کو ارادہ کی آزادی بخشی ہے اور راستے کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے یہی آزادی اس کو سزا دلوائے گی اور اسی کی بدولت وہ جنت پائے گا ۔۔۔ لیکن

بہت سے کُند ذہن اپنی ذمہ داری کو خدا کے سر ڈال دیتے اور اپنے کو مجبور سمجھ لیتے ہیں۔

قضائے مبرم

(۲۵) عَنْ اَبِیْ خِزَامَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ، قُلْتُ،
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِہٖ وَتُقَاۃً نَتَّقِیْھَا ھَلْ یَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا؟
قَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ۔ (ترمذی)

ابی خزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

"یہ دعا تعویز جسے ہم اپنی بیماریوں کے سلسلے میں کرتے ہیں، اور یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دُور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور یہ احتیاطی تدابیر جو ہم دُکھوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہیں"؟

آپؐ نے فرمایا "یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں"۔

حضورؐ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس خدا نے یہ بیماری ہمارے لیے لکھی اُسی خدا نے یہ بھی طے کیا کہ یہ فلاں دوا سے اور فلاں تدبیر سے دُور کی جا سکتی ہے۔ خدا بیماری کا خالق بھی ہے اور اس کو دُور کرنے والی دوا کا بھی، سب کچھ اس کے طے شدہ ضابطے اور قاعدہ قانون کے تحت ہے۔

نفع ونقصان کا اصل سرچشمہ

(۲۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمًا فَقَالَ،
یَا غُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ،
اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ، اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ، اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ اِلَّا قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِاجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ میں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا آپؐ نے فرمایا۔

اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سُن)

دیکھ تُو خدا کو یاد رکھ تو خدا تجھے یاد رکھے گا۔ تو خُدا کو یاد رکھ، تو خدا کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو خدا سے مانگ۔ جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو، تو خدا سے مدد طلب کر، خدا کو اپنا مددگار بنا، اور اس بات کا یقین کر کہ لوگ متحدہ طور پر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ (یعنی کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو خدا کا ہے وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اتنا ہی ملتا ہے، چاہے جس ذریعہ سے ملے) اور اگر لوگ اکٹھا ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے (تو پھر اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہیے۔)

اگر مگر کا چکر

(۲۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ،

وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ،

وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ،

وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا،

وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ، مَا شَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ۔

(مشکوٰۃ۔ ابوہریرہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طاقتور مومن بہتر، اور خدا کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت کمزور مومن کے، اور دونوں ہی میں خیر و منفعت ہے،

اور تو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن،

اور اپنی مشکلات میں خدا سے مدد طلب کر اور ہمت نہ ہار،

اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آپڑے تو یوں مت سوچ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا

بلکہ یوں سوچ کہ اللہ نے یہ مقدر فرمایا، جو اس نے چاہا وہ کیا،

اس لیے کہ "لَوْ" (اگر) شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔

اس حدیث کے پہلے حصہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو وہ مومن ہے جو جسمانی اور فکری قوت زیادہ رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی ساری قوت خدا کی راہ میں خرچ کرے گا تو دین کا کام اس کے ہاتھوں زیادہ انجام پائے گا بہ نسبت اس شخص کے جو کمزور ہے، جس کی صحت خراب ہے، یا فکری لحاظ سے اونچا نہیں تو خدا کی راہ میں وہ بھی اپنی قوتوں کو لگائے گا مگر اتنا کام تو نہیں کر سکتا جتنا پہلا آدمی کرتا ہے۔ اس لیے اُسے دوسرے کے مقابلہ میں انعام زیادہ ملنا ہی چاہیے۔ البتہ دونوں چونکہ ایک ہی راہ ـــــ خدا کی راہ ـــــ کے مسافر ہیں، اس لیے اس کمزور مومن کو تھوڑا کام کرنے کی وجہ سے انعام سے محروم نہ کیا جائے گا،

اصل میں قوت والے مومن کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اپنی قوت کی قدر کرو۔ اس کے ذریعہ جتنا آگے بڑھ سکتے ہو، بڑھو۔ کمزوری آجانے کے بعد آدمی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر پاتا۔

آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی ذہانت، اپنی تدبیر و قوت کو سہارا نہیں بناتا، بلکہ اس پر جب مصیبت آتی ہے تو اس کا ذہن یوں سوچتا ہے کہ یہ مصیبت میرے رب کی طرف سے آئی ہے، یہ تو میری تربیت کے کورس کا ایک حصہ ہے، اور اس طرح یہ مصیبت اس کے توکل کو بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ؎

آلامِ روزگار کو آسان بنا دیا ☆ جو غم ہوا، اُسے "غمِ جاناں" بنا دیا

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب

آخرت کی ہولناکی اور اس سے نجات کا ذریعہ

(۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰى سَمْعَهٗ وَحَنٰى جَبْهَتَهٗ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ،

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا ذَا تَاْمُرُنَا،

قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ (ترمذی - ابوسعید خدری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

میں عیش و آرام اور بے فکری کی زندگی کیسے گزار سکتا ہوں۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اسرافیل صور منہ میں لیے، کان لگائے، پیشانی جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے صور پھونکنے کا۔ (صور بگل کو کہتے ہیں، جس کے ذریعہ فوج کو خطرہ کی خبر دی جاتی ہے یا انہیں اکٹھا کرنے کے لیے بجایا جاتا ہے، قیامت کے صور کی حقیقت کون جان سکتا ہے)۔

لوگوں نے پوچھا، "اے اللہ کے رسولؐ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں،

آپ نے فرمایا" یہ پڑھتے رہو حَسْبُنَا اللّٰہ (اللہ ہم کو بس ہے اور وہ بہتر کارساز و سرپرست ہے)۔"

لوگ آپ کی بے چینی اور فکر کو دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئے اور پوچھا کہ جب آپ کا یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا، بتایئے کہ ہم کیا کریں کہ اُس دن کامیاب ہوں؟ آپؐ نے ان کو بتایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو، اس کی ولایت اور سرپرستی میں زندگی گزارو، اس کی بندگی میں جینے والے کامیاب ہوں گے۔

آخرت کا منظر

(۲۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔

(ترمذی - ابن عمر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"اگر کوئی شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ یہ تین سورتیں پڑھے: اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت (ان تینوں

سورتوں میں قیامت کا نہایت مؤثر انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔"

زمین کا بے لاگ بیان

(۳۰) قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذِهِ الْاٰیَةَ

"یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا"

قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟

قَالُوْا اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ،

قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَیَّ كَذَا وَكَذَا، قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔

(ترمذی - ابوہریرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی،

"یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" (اس دن زمین اپنے سارے احوال بیان کرے گی) اور صحابہ سے پوچھا،

جانتے ہو، احوال بیان کرنے کا مطلب کیا ہے"؟

لوگوں نے کہا، "اللہ ورسول ہی کو علم ہے"

آپؐ نے فرمایا کہ "زمین قیامت کے دن گواہی دے گی، بیان کرے گی کہ فلاں مرد اور فلاں عورت نے میری پیٹھ پر فلاں فلاں دن فلاں وقت بُرا یا اچھا کام کیا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا"

لوگوں کے اعمال کو آیت میں "اخبار" کہا گیا ہے۔

اللہ کے حضور پیشی کی نوعیت

(۳۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حَاجِبٌ یَّحْجُبُهٗ،

فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ،

وَيَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ،

وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ.

فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (متفق علیہ۔ عدی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تم میں سے ہر شخص سے اللہ براہ راست گفتگو کرے گا (حساب لے گا) اور وہاں نہ تو اس کا کوئی سفارشی ہوگا اور نہ کوئی اوٹ ہوگی جو اُسے چھپا لے،

یہ شخص اپنی داہنی جانب دیکھے گا (کہ کوئی سفارشی اور مددگار ہے) تو سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی دکھائی نہ دے گا۔

پھر بائیں طرف تاکے گا تو اُدھر بھی سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی دکھائی نہ دے گا۔

پھر سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو ادھر بھی صرف دوزخ (اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ) دیکھے گا۔

تو اے لوگو! آگ سے بچنے کی فکر کرو، ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی دے کر سہی۔"

اس موقع پر حضور لوگوں کو انفاق (خدا کے دین اور خدا کے بے سہارا بندوں پر خرچ کرنے) کی تعلیم دے رہے ہیں، اس لیے صرف اسی کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک کھجور ہے اور وہ اسی کا آدھا حصہ دیتا ہے تو یہ بھی خدا کی نگاہ میں قیمتی ہے۔ وہ مال کی کمی بیشی نہیں دیکھتا، بلکہ خرچ کرنے والے کے جذبہ کو دیکھتا ہے۔

منافقت کا انجام بد

(۳۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَیْ فُلَانُ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ؟

فَيَقُوْلُ بَلٰى،

قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِیَّ؟

فَيَقُوْلُ لَا،

فَيَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِیْ،

ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ،

ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ،

فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَ صُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِيْ بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ۔

فَيَقُوْلُ هٰهُنَا إِذًا، ثُمَّ يُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ، فَيَتَفَكَّرُ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ،

فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ،

وَيُقَالُ لِفَخِذِهٖ انْطِقِيْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ،

فَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِيْ يَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

"(قیامت کے دن) ایک بندہ خدا کے حضور آئے گا۔ خدا اُس سے کہے گا" اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت و شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا تیرے قبضہ میں گھوڑے اور اونٹ نہیں دیئے تھے؟ اور کیا ہم نے تجھے مہلت نہیں دی تھی۔ تو اپنی حکومت کو چلاتا اور لوگوں سے مالیہ وصول کرتا تھا؟

وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ اس سے پوچھے گا "کیا تو سمجھتا تھا کہ ایک دن ہمارے سامنے پیش ہو گا"؟

وہ کہے گا، "نہیں"۔

تو اللہ اس سے کہے گا کہ جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلائے رکھا، اسی طرح آج میں تجھے بھلا دوں گا۔

پھر ایسا ہی ایک دوسرا (منکر قیامت) خدا کے حضور آئے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال ہو گا۔

پھر ایک تیسرا شخص پیش ہو گا اور اللہ اس سے وہی سوالات کرے گا جو پہلے

دونوں آدمیوں سے کیے گئے (جو کافر تھے)،

تو یہ جواب میں کہے گا، "اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا تھا، میں نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، تیری راہ میں اپنی دولت خرچ کرتا تھا" (حضورؐ نے فرمایا) اور اسی طرح پوری قوت سے اپنے اور بہت سے "نیک کام" گنائے گا۔

تب اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا، "بس رُک جاؤ" پھر اللہ فرمائے گا، "ہم ابھی تیرے خلاف گواہی دینے والا بلاتے ہیں"، تو وہ اپنے جی میں سوچے گا کہ بھلا وہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا۔

پھر اُس کے مُنہ کو مہر لگا کر بند کر دیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولنے سے نہ شرمائے گا جس طرح دنیا میں نبی اور مومنین کے سامنے بے شرمی سے جھوٹی پاکبازی کا ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا)۔

اور اس کی ران، گوشت اور ہڈیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ سب اس شخص کے ایک ایک مکارانہ عمل کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں گے، اور اس طرح اللہ باتیں بنانے کا دروازہ بند کر دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ وہ آدمی ہے جس نے دنیا میں منافقت برتی اور یہ وہ شخص ہے جس پر خدا غصہ ہوا۔

آسان محاسبہ اور اُس کے لیے دُعا

(۳۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ،

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ فِي بَعْضِ صَلَوَاتِهِ،

اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَّسِيْرًا،

قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ؟

قَالَ اَنْ يُّنْظَرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيُتَجَاوَزَ عَنْهُ،

اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ ـــ يَا عَائِشَةُ ـــ هَلَكَ۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

میں نے حضورؐ کو بعض نمازوں میں یہ دعا کرتے سنا:

اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اے اللہ! مجھ سے آسان محاسبہ کیجیو)۔

"تو میں نے پوچھا "آسان محاسبہ" کا کیا مطلب ہے"؟

آپؐ نے فرمایا، "آسان محاسبہ یہ ہے کہ اللہ بندہ کا نامۂ اعمال دیکھے اور اُس کی بُرائیوں سے درگزر کرے"؛

پھر فرمایا "اے عائشہؓ! جس کا حساب لیتے وقت ایک ایک چیز کی کرید کی گئی تو اس کی خیر نہیں"۔

قرآن مجید اور دوسری احادیث میں صاف طور پر یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ پر چلتے ہیں، اور بدی کی طاقتوں سے لڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اُن کی زندگی کی مُہلت ختم ہو جاتی ہے تو قیامت میں اللہ ان کی غلطیوں کو معاف کر دے گا اور نیک کاموں کی قدر فرماتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

قیامت کی شدت میں مومن سے نرم سلوک

(۳۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رض اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَخْبِرْنِیْ مَنْ یَّقْوٰی عَلَی الْقِیَامِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

فَقَالَ یُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْهِ کَالصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ

(مشکوٰۃ)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ:

"اُس دن جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے "یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (اے مخاطب تو اس دن کا تصور کر جب لوگ حساب کتاب کے لیے رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے) اس دن بھلا کون لوگ کھڑے رہ سکیں گے (جب کہ وہ ایک دن ہزار برس کے برابر ہوگا)۔

آپ نے فرمایا اس دن کی سختی مجرموں اور باغیوں کے لیے ہے، انہیں وہ ایک ہزار برس کا معلوم ہوگا، مصیبت میں گرفتار آدمی کا دن لمبا ہوتا ہے، کاٹے نہیں کٹتا۔ وہ دن مومن کے لیے ہلکا ہوگا۔ صرف ہلکا ہی نہیں ہوگا بلکہ فرض نماز کی طرح اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے گا۔"

مومن کے لیے غیر معمولی اُخروی انعامات

(۳۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ،

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ" السجدہ آیت ۱۷ (بخاری مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، جس کے بارے میں کسی کان نے نہیں سنا اور کسی کے دل میں اس کا گزر تک نہیں ہوا۔ تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

فَلَا تَعْلَمُ اِلٰی اٰخِرِھَا کوئی شخص نہیں جانتا کہ نیک بندوں کے لیے کتنی خوشیاں ہیں جو پوشیدہ رکھی گئی ہیں، قیامت میں ملیں گی۔"

جنّت کی شان

(۳۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ (بخاری، مسلم)

حضورؐ نے فرمایا،

"جنّت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دنیا کے سروسامان سے بہتر ہے۔"

"کوڑا رکھنے کی جگہ" سے مراد وہ مختصر جگہ ہے جہاں آدمی اپنا بستر بچھا کر پڑ رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ خدا کے دین پر چلنے میں کسی کی دنیا تباہ ہو جائے تمام ساز و سامان سے محروم ہو جائے اور اس کے

بدلے جنت کی مختصر اور تھوڑی سی زمین مل جائے تو یہ بڑا سستا سودا ہے، فانی چیز کی قربانی دینے کے نتیجہ میں اللہ نے اسے وہ چیز دی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

آخرت کے عذاب و ثواب کی حقیقت

(۴۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً

ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟

فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ،

وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ،

فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟

فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔

(مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"دنیا کے سب سے زیادہ خوش حال آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی، تب اس سے پوچھا جائے گا۔

کہ "کبھی تو نے اچھی حالت دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش و آرام کا زمانہ آیا ہے"؟

وہ کہے گا، "نہیں تیری قسم اے میرے رب کبھی نہیں!

پھر دنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گزارنے والے شخص کو لایا جائے گا، جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا، تب اس سے پوچھا جائے گا۔

کہ "تو نے تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکلیف کا دور گزرا ہے"؟

وہ کہے گا، اے میرے رب! میں کبھی تنگدستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا، میں

نے تکلیف کا کوئی دور کبھی نہیں دیکھا۔"

جنّت و دوزخ کے راستے کیسے ہیں؟

(۳۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا،

"جہنّم کو لذّتوں اور نفس کی خواہشوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جنّت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے۔"

مطلب یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی پوجا کرے گا اور دنیا کی لذّتوں میں پڑے گا اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور جس کو جنّت لینے کی تمنّا ہو تو وہ کانٹوں بھری راہ اختیار کرے۔ اپنے نفس کو شکست دے کر اُسے ہر مشقت اور ہر ناگواری کو اللہ کی خاطر گوارا کرنے پر مجبور کرے، جب تک کوئی شخص اس دشوار گزار گھاٹی کو پار نہیں کرتا آرام و راحت کی جنّت میں کیسے پہنچے گا؟

دوزخ اور جنّت سے غافل نہ رہنا چاہیے

(۳۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا۔

(ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں نے جہنّم کی آگ سے زیادہ خطرناک چیز کوئی نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے۔ اور جنّت سے زیادہ عمدہ چیز نہیں دیکھی کہ جس کا چاہنے والا سو رہا ہے۔"

مطلب یہ کہ کسی خطرناک چیز کو دیکھنے کے بعد آدمی کی نیند اُڑ جاتی ہے وہ اس سے بھاگتا ہے، اور جب تک اطمینان نہ ہو جائے سوتا نہیں، اسی طرح جس کو کسی اچھی چیز کی فکر ہو جاتی ہے تو جب تک وہ مل نہ جائے نہ سوتا ہے نہ چین سے بیٹھتا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو جنّت کی تمنّا کرنے والے سو کیوں رہے ہیں؟ یہ جہنّم سے بھاگنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ جس کو کسی چیز

کا ڈر رہتا ہے وہ بے خبر نہیں سوتا، اور جس کے اندر اچھی چیز کی تڑپ ہوتی ہے وہ چین سے نہیں بیٹھتا۔

احداث فی الدین کا مرتکب کوثر سے محروم رہے گا

(۴۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ

اَبَدًا،

لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ،

فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ،

فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ،

فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ۔ (بخاری، مسلم۔ سہل بن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی اُمت کو خطاب کرکے) ارشاد فرمایا۔

"میں حوض (کوثر) پر تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا استقبال کروں گا اور تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔ جو میرے پاس آئے گا کوثر کا پانی پیئے گا، اور جو پیئے گا اُسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی،

اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے میں اُنہیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے۔ لیکن انہیں میرے پاس پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔

تو میں کہوں گا، یہ میرے آدمی ہیں (انہیں مجھ تک آنے دو)

تو جواب میں مجھ سے کہا جائے گا کہ "آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین میں کتنی نئی چیزیں (بدعات) داخل کر دی ہیں،

تو (یہ سُن کر) میں کہوں گا، دُوری ہو، دُوری ہو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے میرے بعد دین کے نقشہ کو بدل ڈالا"

یہ حدیث اپنے اندر سب سے بڑی بشارت بھی رکھتی ہے اور بہت بڑا ڈراوا بھی۔ بشارت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا استقبال فرمائیں گے جنھوں نے آپ کے لائے ہوئے دین کو بلا کمی بیشی کے قبول کیا اور اس پر عمل کیا اور جو لوگ جان بوجھ کر دین میں نئی چیزیں دین کے نام پر داخل کریں

گے جو دین سے ٹکراتی ہیں، تو ایسے لوگ حضور تک پہنچنے اور کوثر کا پانی پینے سے محروم رہ جائیں گے۔

شفاعتِ رسولؐ کے مستحق

(۴۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ،

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔ (بخاری)

ابوہریرہؓ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"قیامت کے دن میری شفاعت وہ حاصل کر سکے گا جس نے دل کے پورے خلوص کے ساتھ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا ہو گا"

حضورؐ کا یہ ارشاد اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہایت مختصر ہے لیکن اپنے معنی کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے توحید اختیار نہ کی، جس نے اسلام کو قبول نہ کیا جو شرک کی گندگی ہی میں پڑا رہا، اس کو حضورؐ کی شفاعت حاصل نہ ہوگی اسی طرح جس نے زبان سے تو کلمہ کہا اور دین میں داخل ہوا لیکن دل سے اس کو سچا نہ جانا، وہ بھی حضورؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

حضورؐ صرف ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے جو دل سے ایمان لائے ہوں، جو توحید کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوں، جیساکہ دوسری حدیث میں مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ کے الفاظ آئے ہیں۔ پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ یقین، عمل پر ابھارتا ہے، آدمی کو اپنے بچے کے کنوئیں میں گرنے کی اطلاع ملتی ہے تو جونہی اُسے اس خبر پر یقین آتا ہے اُسی وقت فکرمند ہو کر اس کی جان بچانے کے لیے دوڑ پڑتا ہے یہی حال قلبی ایمان کا ہے، یہ آدمی کے اندر نجات کی فکر پیدا کرتا اور عمل پر ابھارتا ہے۔

روزِ قیامت قرابت کام نہ آئے گی

(۴۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا،

وَیَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا،

یَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا،

یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا،

وَیَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا (جب سورۂ شعراء کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے قریبی اہلِ خاندان کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو آپؐ نے قریش کو جمع کیا اور) فرمایا:

"اے گروہِ قریش! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو، میں خدا کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔

اے عبد مناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی نہیں ٹال سکتا۔

اے عباسؓ بن عبدالمطلب (حقیقی چچا) میں اللہ کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔

اے صفیہؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی۔ میں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔

اے میری بیٹی فاطمہؓ! تو میرے مال میں سے جتنا مانگے، میں دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو تجھ سے نہیں ٹال سکتا۔ وہیں اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر کہ ایمان اور عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔"

خائن کا حشر

(۴۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ،

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ ثُمَّ قَالَ،

لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْئُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ بَعِیْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ، یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ، فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا، قَدْ اَبْلَغْتُكَ،

لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْئُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ،

یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِیْ،

فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ،
لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ،
يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ،
فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ،
لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَّهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ،
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ،
فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ،
لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ،
فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ،
فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ،
لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ،
فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ،
فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ۔ (بخاری مسلم بالفاظ مسلم)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ دیا، جس میں مالِ غنیمت کی چوری کے مسئلہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔

"میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ ہے جو زور سے بلبلا رہا ہے۔ اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد فرمائیے" (اس گناہ کے وبال سے بچائیے)۔
تو میں کہوں گا میں تیری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا۔ میں نے تو تجھے یہ بات دنیا میں پہنچا دی تھی۔"

میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کوئی

گھوڑا ہے جو ہنہنا رہا ہے، اور یہ شخص کہہ رہا ہے،

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد کو دوڑیے"

تو میں کہوں "میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں نے تجھے دُنیا میں یہ بات پہنچا دی تھی"

مَیں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی بکری سوار ہے اور وہ ممیا رہی ہے، اور یہ کہہ رہا ہے،

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد کو پہنچیے"

تو میں اُس کی فریاد کے جواب میں کہوں، "میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا" میں نے تو تجھے دُنیا میں احکام پہنچا دیے تھے"

مَیں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی آدمی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد کو پہنچیے"

تو میں اس کے جواب میں کہوں، "میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تو دنیا میں تجھے بات پہنچا دی تھی"

میں تم سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اُس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لہرا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے،

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد فرمائیے"

تو میں اس کے جواب میں کہوں "میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں نے تجھے بات پہنچا دی تھی"

مَیں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا چاندی سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے،

"اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد فرمائیے"

تو میں اُس کے جواب میں کہوں گا "میں تیرے گناہ کی پاداش کو ذرا بھی نہیں ٹال

سکتا، میں نے تو تجھے دنیا میں بات پہنچادی تھی۔"

جانوروں کے بولنے اور کپڑے کے لہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی یہ چوریاں قیامت کے دن چھپائی نہ جاسکیں گی۔ ہر گناہ چیخ چیخ کر بتائے گا اور اس کے مجرم ہونے کا اعلان کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ صرف مالِ غنیمت کی چوری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر بڑے گناہ کا یہی حال ہوگا۔ اللہ اس بُرے انجام سے ہر مسلمان کو بچائے اور بُرا وقت آنے سے پہلے توبہ کی توفیق نصیب ہو۔

عبادات

۱۔ نماز

نماز گناہوں کو مٹاتی ہے

(۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اَرَأَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا، ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ ؟

قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ،

قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔

(بخاری مسلم۔ ابوہریرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

"اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر کوئی نہر ہو جس میں وہ ہر دن پانچ بار غسل کرتا ہو تو بتاؤ اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ "نہیں! اس کے جسم پر ذرا بھی میل کچیل نہیں رہے گا۔"

آپؐ نے فرمایا، کہ "یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے، اللہ ان نمازوں کے ذریعہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔"

اس حدیث کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ نمازیں انسان کے گناہوں کے معاف کیے جانے کا ذریعہ بنتی ہیں اور اس بات کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ نماز سے انسان کے دل میں شکر کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ خدا کی اطاعت کی راہ میں برابر بڑھتا جاتا ہے اور نافرمانیوں سے اس کا ذہن دُور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اس سے کبھی کوئی غلطی ہوتی بھی ہے تو جان بوجھ کر نہیں ہوتی اور فوراً وہ اپنے رب کے سامنے گر پڑتا ہے، رو رو کر معافی مانگتا ہے۔

(۴۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَۃٍ قُبْلَۃً فَاَتَی

النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرَهُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ"

فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِيْ هٰذَا؟

قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو اس گناہ کے بارے میں بتایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ،

اس پر اس آدمی نے کہا، "اے اللہ کے رسولؐ کیا یہ میرے لیے خاص ہے"؟
آپؐ نے فرمایا کہ "نہیں، میری اُمت کے سب لوگوں کے لیے ہے"۔

یہ حدیث اوپر کی حدیث کی مزید تشریح کرتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نماز گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اس حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ ایک صاحبِ ایمان آدمی تھا وہ جان بوجھ کر گناہ نہیں کرتا تھا، لیکن انسان ہی تھا راستہ میں جذبات کی رَو میں بہہ کر اس نے ایک اجنبی عورت کو چوم لیا۔ اس پر اس کو اتنی پریشانی ہوئی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے یہ کہا، کہ میں نے ایک قابلِ سزا کام کیا ہے مجھ پر حد جاری ہونی چاہیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہود کے آخری رکوع کی وہ آیت اس کو سنائی جو اوپر درج ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو دن اور رات کے اوقات میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ یعنی نیکیاں برائیوں کو ختم کرتی ہیں اور ان کا کفارہ بنتی ہیں۔ اس پر اس شخص کو اطمینان ہوا، اور اس کی پریشانی دور ہوئی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کتنے اونچے پیمانہ کی تربیت دی تھی۔

کامل نماز باعثِ مغفرت ہے

(۴۶) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

خَمْسُ صَلَوٰتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی،
مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ،
وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ،
وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ
وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ۔ (ابوداود۔ عبادہؓ بن صامت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
"یہ پانچ نمازیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے،
توجس شخص نے بہتر طریقہ پر وضو کیا اور
ان نمازوں کے مقررہ وقتوں میں انہیں ادا کیا، اور
رکوع وسجود ٹھیک سے کیے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازوں میں جھکا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت اپنے ذمہ لے لی،
اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے، اگر چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا۔"

(۴۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا۔
فَقَالَ "مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔
وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً۔
(مشکوٰۃ)

عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ایک دن نماز پر تقریر فرمائی اور فرمایا کہ
"جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے گا تو وہ اس کے لیے قیامت

کے دن روشنی اور دلیل بنیں گی اور باعث نجات ہوں گی،

اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا تو ایسی نماز اس کے لیے نہ نور روشنی بنے گی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہو گی۔"

اس حدیث میں "محافظت" کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ دیکھ بھال اور نگرانی کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے ٹھیک سے وضو کیا ہے یا نہیں، وقت کے اندر نماز پڑھ رہا ہے یا نہیں، اور رکوع وسجود کا کیا حال رہا ہے، اور آخری بات یہ کہ نماز میں اس کے دل کی کیا کیفیت رہی ہے۔ اور دنیا کے کاروبار اور خیالات کی وادیوں میں وہ بھٹکتا رہا ہے یا اپنے خدا کی طرف وہ متوجہ رہا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس نے اس طرح کی نمازیں پڑھی ہوں اور اس کے دل کا یہ حال رہا ہو تو زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی وہ خدا کا بندہ بننے کی کوشش کرے گا اور آخرت میں کامیاب ہو گا۔

منافق نمازِ عصر تاخیر سے پڑھتا ہے

(۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا۔ (مسلم۔ انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"یہ منافق کی نماز ہے، کہ وہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس میں زردی آجاتی ہے اور مشرکین کی سورج پوجا کا وقت آجاتا ہے، تب یہ اٹھتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعتیں مار لیتا ہے (ایسے جیسے کہ مرغی زمین پر چونچ مارتی ہے اور پھر اٹھا لیتی ہے) یہ شخص اللہ کو اپنی نماز میں ذرا بھی یاد نہیں کرتا۔"

اس حدیث کے ذریعہ مومن اور منافق کی نماز کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ منافق اپنی نماز وقت پر نہیں پڑھتا اور رکوع وسجدہ ٹھیک سے نہیں کرتا، اور اس کا دل خدا کے حضور نہیں ہوتا ——— ویسے تو ہر نماز اہم ہے لیکن فجر وعصر کی اہمیت اور فضیلت زیادہ ہے۔ عصر کا وقت غفلت کا وقت

ہوتا ہے۔ بالعموم لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ رات آنے سے پہلے خرید و فروخت کرلیں اور اپنے پھیلے ہوئے کاموں کو سمیٹ کرلیں۔ اس لیے اگر مومن کا ذہن بیدار نہ ہو تو عصر کی نماز خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ اور صبح کی نماز کی اہمیت اس لیے ہے کہ نیند کا وقت ہوتا ہے، سب کو معلوم ہے کہ رات کے آخری حصہ کی نیند بڑی گہری اور میٹھی ہوتی ہے۔ اگر انسان کے دل میں ایمان زندہ نہ ہو تو اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر خدا کی یاد کے لیے نہیں اٹھ سکتا۔

فجر و عصر کی نمازوں میں محافظ فرشتوں کا تبادلہ ہوتا ہے

(۴۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلٰٓئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ،

ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ،
"كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟

فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ۔

(بخاری، مسلم، ابوہریرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"رات اور دن کے فرشتے جو زمین کے انتظام پر مامور ہیں وہ اپنی ڈیوٹی بدلتے ہیں اور فجر و عصر کی نماز میں اکٹھا ہوتے ہیں۔

پھر جو فرشتے تمہارے اندر رہے ہیں وہ اپنے رب کے حضور جاتے ہیں تو وہ ان سے پوچھتا ہے،

کہ "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟"

تو وہ عرض کرتے ہیں کہ "جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو انہیں نماز پڑھتے پایا تھا، اور جب ہم نے انہیں چھوڑا ہے تو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے"

یہ حدیث فجر و عصر کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہے۔ فجر کی نماز میں رات کے فرشتے شرکت کرتے ہیں اور وہ فرشتے بھی جنہیں دن میں اپنا کام کرنا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز میں بھی دونوں قسم کے فرشتے

مومنین کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ مومن کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ اُن کو فرشتوں کا ساتھ نصیب ہو۔

ضیاعِ نماز سے احساسِ ذمہ داری ختم ہوجاتا ہے

(۵۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَتَبَ اِلٰی عُمَّالِہٖ،
اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوۃُ،
فَمَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ،
وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ:
تمہارے سارے کاموں میں سب سے زیادہ اہمیت میرے نزدیک نماز کی ہے۔
جو شخص اپنی نماز کی حفاظت کرے گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو وہ اپنے پورے دین کی حفاظت کرے گا،
اور جو نماز کو ضائع کر دے گا تو وہ اور ساری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ برباد کر دینے والا ثابت ہوگا۔

قیامت کے روز سایۂ خداوندی سے بہرہ مند ہونے والے

(۵۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،
سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ،
اِمَامٌ عَادِلٌ،
وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ،
وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ،
وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ،
وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ،
وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ،

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ۔ (متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"سات قسم کے لوگوں کو اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا اس دن جس دن سوائے اللہ کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔"

(۱) منصف سربراہ مملکت،

(۲) وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی بندگی میں گزری،

(۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے، (جب مسجد سے نکلتا ہے تو پھر دوبارہ مسجد میں داخل ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے)۔

(۴) وہ دو آدمی جن کی دوستی کی بنیاد اللہ اور اللہ کا دین ہے، اسی جذبہ کے ساتھ وہ اکٹھا ہوتے اور یہی جذبہ لیے جدا ہوتے ہیں۔

(۵) وہ آدمی جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

(۶) وہ آدمی جس کو کسی اونچے خاندان کی حسین وخوبصورت عورت نے بدکاری کی دعوت دی تو اس نے محض خدا کے خوف کی بنا پر اس کی دعوت کو رد کر دیا۔

(۷) وہ آدمی جس نے اس طرح صدقہ کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ دایاں ہاتھ کیا دے رہا ہے۔

ریا شرک ہے

(۵۲) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ،

مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ،

وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ،

وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ۔ (مسند احمد)

شداد ابن اوسؓ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا،

اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا،
اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا تو اس نے شرک کیا۔

اس ارشاد کے ذریعہ حضورؐ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جو بھی نیکی کا کام کیا جائے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، نیت یہ ہو کہ یہ میرے مالک کا حکم ہے اور مجھے اسی کی خوشنودی کی فکر ہے۔ دوسروں کی نگاہ میں پارسا بننے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے جو نیکی کا کام کیا جائے گا، اس کی کوئی قیمت نہیں، قیمت تو صرف اس نیکی کی ہے جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کی گئی ہو۔

(۱) نماز باجماعت

نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے

(۵۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،

صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

(بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"(بلا عذر شرعی) مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلگ اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

اصل حدیث میں "فذ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی الگ تھلگ رہنے والے کے ہیں۔ جماعت کی نماز میں ہر طرح کے مسلمان شریک ہوتے ہیں، امیر بھی، غریب بھی، خوش پوشاک بھی اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے بھی۔ تو جن لوگوں کے اندر بڑائی کا غرور ہوتا ہے اور مالداری کے نشہ میں بدمست ہوتے ہیں، اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ کوئی اور کھڑا ہو، اس لیے وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہنی بیماری کا علاج یہ بتایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اپنے گھروں میں یا مسجد میں تنہا نماز نہ پڑھو۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ بالعموم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شیطانی وساوس کم پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کا خدا سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نماز باجماعت کا درجہ

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق ستائیس گنا بڑھا ہوا ہے یہی حقیقت ہے جو اگلی حدیث (۵۴) میں بیان ہوئی ہے۔

(۵۴) اِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ،
وَصَلٰوتُہٗ مَعَ رَجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ،
وَمَا اَکْثَرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ (ابو داؤد - ابی بن کعب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

آدمی کی نماز جو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ پڑھتا ہے زیادہ ایمانی نشوونما کا باعث بنتی ہے، اس نماز کے مقابلہ میں جو وہ اکیلے پڑھتا ہے۔

اور جو نماز اس نے دو آدمیوں کے ساتھ پڑھی وہ ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز کے مقابلہ میں ایمان کی زیادتی کا باعث بنتی ہے،

اور پھر جتنی ہی زیادہ تعداد میں لوگ پڑھیں تو وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہے (اتنا ہی خدا سے تعلق مضبوط ہوگا)۔

جماعت کے عدمِ قیام کا نقصان

(۵۵) مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطَانُ،
فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَۃَ۔

(ابوداؤد ——— ابو درداء)

جس کسی بستی یا دیہات میں تین مسلمان ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جاتی ہو تو ان پر شیطان غلبہ پا لیتا ہے۔

تو (اے مخاطب) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کر لے، کیونکہ بھیڑیا صرف اس بکری کو کھاتا ہے جو اپنے چرواہے سے دور اور اپنے گلّے سے الگ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں پر خدا

کی رحمت ہوتی ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں جماعت قائم نہ کی جائے تو اللہ اپنی حفاظت ونگرانی کا ہاتھ ان سے کھینچ لیتا ہے اور وہ شیطان کے قابو میں چلے جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کو جس طرح چاہتا ہے شکار کرتا ہے اور جس راہ پر چاہتا ہے چلاتا ہے۔ جیسے بکریوں کا ریوڑ کہ اپنے چرواہے کے قریب رہتی ہیں تو وہ دُہری حفاظت میں رہتی ہیں۔ ایک مالک کی حفاظت، دوسرے باہمی اتحاد۔ ان دونوں وجہوں سے بھیڑیا شکار نہیں کر پاتا۔ لیکن اگر کوئی بے وقوف بکری اپنے چرواہے کی منشاء کے خلاف گلہ سے نکل کر پیچھے رہ جائے یا آگے نکل جائے تو نہایت آسانی سے بھیڑیا اس کا شکار کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ کمزور بھی ہے اور مالک کی حفاظت سے بھی اس نے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے۔

بلا عذر ترکِ جماعت کا انجام

(۵۷) مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهِ عُذْرٌ،
قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟
قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ ـــــ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى۔

(ابوداؤد۔ ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

جس شخص نے خدا کی طرف بلانے والے (مؤذن) کی آواز سُنی اور اسے کوئی ایسا عذر بھی لاحق نہیں ہے جو اس کی پکار پر دوڑ پڑنے سے روکتا ہو، تو اس کی یہ نماز جو اس نے اکیلے پڑھی ہے (قیامت کے دن) قبول نہ کی جائے گی۔

لوگوں نے اس پر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ "عذر سے کیا مراد ہے اور کون کون سی چیزیں عذر بنتی ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا "ڈر اور بیماری"۔

"ڈر" سے مراد جان کی ہلاکت کا ڈر ہے۔ کسی دشمن کی وجہ سے یا درندہ اور سانپ کی وجہ سے۔ اور "مرض" سے مراد وہ حالت ہے جس کی وجہ سے آدمی مسجد تک نہیں جا سکتا۔ مثلاً شدید طوفانی ہوا، بارش اور معمول سے زیادہ سردی۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ٹھنڈے ممالک کی سردی عذر نہیں ہے، بلکہ گرم علاقوں میں بعض اوقات سخت سردی آجاتی ہے اور یہ ان کے لیے مہلک ہوتی ہے، ایسی سردی بلاشبہ عذر بن سکتی ہے۔ اسی طرح عین وقت پر آدمی کو اگر بڑے یا چھوٹے استنجا کی ضرورت محسوس ہو تو یہ بھی عذر میں شامل ہے۔

مومن اور نماز باجماعت کا اہتمام

(۵۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ،

رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُہٗ اَوْ مَرِیْضٌ، اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوۃَ،

وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی الصَّلٰوۃَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْہِ،

وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَلْقَی اللّٰہَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْیُحَافِظْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَیْثُ یُنَادٰی بِھِنَّ، فَاِنَّ اللّٰہَ شَرَعَ لِنَبِیِّکُمْ سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّھُنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی،

وَلَوْ اَنَّکُمْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا یُصَلِّیْ ھٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِیْ بَیْتِہٖ لَتَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ،

وَلَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ۔ (مسلم)

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”(حضورؐ کے زمانہ میں) ہمارا حال یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے اس شخص کے جو منافق تھا اور اس کا نفاق معلوم تھا، اور سوائے مریض کے (بلکہ اس زمانے کے لوگوں کا حال یہ تھا) کہ مرض میں مبتلا ہو جاتے، پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچتے اور جماعت میں شرکت کرتے۔“ نیز عبداللہ ابن مسعودؓ نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ:

”اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو سنت الہدیٰ سکھائی (سنت الہدیٰ

ان سنتوں کو کہتے ہیں جن کو قانونی حیثیت حاصل ہے اور وہ امت کے کرنے کے لیے بتائی گئی ہیں) اور سنت ہدیٰ میں سے نماز بھی ہے جو اس مسجد میں پڑھی جائے جس میں اذان ہوتی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ مطیع و فرمانبردار بندے کی حیثیت سے کل قیامت میں اللہ سے ملے تو اس کو ان پانچوں نمازوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور انہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں۔

اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسے کہ یہ منافق لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقہ کو چھوڑ دو گے۔

اور اگر تم نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقہ کو چھوڑا تو صراط مستقیم کو گم کر دو گے"

(۲) امامت

امام و مؤذن کی ذمہ داری

(۵۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ،

اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

"امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امانت دار۔

اے اللہ! امامت کرنے والوں کو نیک بنا اور اے اللہ! اذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔"

امام کے ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نماز کا ذمہ دار ہے اگر وہ نیک اور صالح نہ ہو تو سب کی نماز خراب کرے گا۔ اس لیے حضورؐ دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اماموں کو نیک و صالح بنا۔ اور مؤذن کے امانت دار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں نے اپنی نماز کے

معاملہ کو اس کے حوالہ کر دیا ہے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ وقت پر اذان دے، تاکہ اذان سن کر لوگ تیاری کریں اور اطمینان سے جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اگر وقت پر اذان نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ بہت سے لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں یا دو ایک رکعت چھوٹ جائے۔"

یہ حدیث ایک طرف تو اماموں اور موذنوں کو یہ ہدایت دیتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔ دوسری طرف امت کو بتایا جا رہا ہے کہ امامت کے لیے صالح و پرہیزگار آدمی کا انتخاب کرے۔ اور اذان کے لیے ایسے آدمی کو مقرر کرے جس کے اندر ذمہ داری کا احساس ہو۔

مقتدیوں کی رعایت

(۵۹) اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ،

وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو (حالات کا اندازہ کر کے اور نمازیوں کا لحاظ کرتے ہوئے) ہلکی نماز پڑھائے۔ اس لیے کہ تمہارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے، بیمار اور بوڑھے لوگ بھی۔

(ہاں البتہ) جب تم میں سے کوئی اپنی (انفرادی) نماز پڑھے تو جتنی لمبی نماز پڑھنی چاہے پڑھے۔"

(۶۰) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ،

اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا،

فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ،

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ،

فَاَیُّکُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِهِ الْکَبِیْرَ وَالصَّغِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو مسعودؓ انصاری کا بیان ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا کہ

"فلاں امام فجر کی نماز لمبی پڑھاتا ہے، اس کی وجہ سے صبح کی نماز باجماعت میں مَیں دیر سے پہنچتا ہوں"

(ابو مسعودؓ فرماتے ہیں) مَیں نے کسی وعظ و تقریر میں حضورؐ کو اتنا غصہ کرتے نہیں دیکھا جتنا اس دن کی تقریر میں دیکھا، آپؐ نے فرمایا:

"اے لوگو! تم میں سے بعض امامت کرنے والے، اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت سے بدکاتے اور متنفر کرتے ہیں،

(خبردار) تم میں سے جو بھی امامت کرے اختصار سے کام لے، کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے بھی ہوں گے بچے بھی اور کام کاج پر نکلنے والے ضرورت مند بھی"

اختصار سے کام لینے کا مطلب یہ نہیں کہ اُلٹی سیدھی، جلدی جلدی نماز پڑھ پڑھا دی جائے اور چار رکعت نماز ڈیڑھ منٹ میں اُڑا دی جائے۔ ایسی نماز اسلام کی نماز نہیں ہے۔ البتہ نمازیوں کا اور وقت و حالات کا ضروری حد تک لحاظ کیا جانا چاہیے۔

مختصر قرأت

(۶۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ،

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ،

فَقَالُوْا لَهُ نَافَقْتَ يَا فُلَانُ،

قَالَ لَا۔ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ،

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ،

فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مُعَاذٍ، فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ!

اِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى، وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔

(بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

معاذ بن جبل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجد نبوی میں نفل کی نیت سے) نماز پڑھتے، پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے۔ تو انہوں نے ایک رات عشار کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اور پھر جا کر امامت کی اور سورۂ بقرہ شروع کی، تو ایک آدمی نے سلام پھیر دیا اور الگ اپنی نماز پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔

دوسرے نمازیوں نے نماز پڑھنے کے بعد اس سے کہا "تو نے نفاق کا کام کیا" اس نے کہا "نہیں، میں نے منافقانہ حرکت نہیں کی، بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا (اور معاذ کی لمبی نماز کا قصہ بیان کروں گا)" چنانچہ اس نے آکر کہا، "اے اللہ کے رسولؐ! ہم آبپاشی کے اونٹ رکھتے ہیں (اجرت پر لوگوں کے باغات اور کھیتوں کی سینچائی کا کام کرتے ہیں) دن بھر اپنے کام لگے رہتے ہیں، اور معاذ کا حال یہ ہے کہ عشار کی نماز آپ کے ساتھ پڑھ کر گئے اور سورۂ بقر شروع کر دی۔ (ہم دن بھر کے تھکے ماندے کیسے اتنی دیر تک کھڑے رہ سکتے ہیں)۔"

آپؐ یہ سن کر معاذ کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا "اے معاذؓ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھا کرو، وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى پڑھا کرو، سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، پڑھا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، عشار کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھتے حضرت معاذؓ حضورؐ کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہوتے۔ پھر جانے میں کچھ وقت لگتا، پھر سورۂ بقرہ جیسی لمبی سورتیں پڑھتے، اچھا خاصا وقت اس میں لگتا، اور ادھر حال یہ کہ لوگ دن بھر کھیتوں اور باغوں میں کام کرتے تھک کر چور ہو جاتے، ایسے حالات میں اور ایسے لوگوں کے درمیان لمبی نماز پڑھانے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوں۔ اس پر حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو متنبہ کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت معاذؓ سے راضی ہو کہ ان کے عمل سے امت کے اماموں کو کتنی بڑی ہدایت ملی۔

(ب) زکوٰۃ، صدقہ فطر، عشر

زکوٰۃ ـــــ معاشی توازن کے لیے

(۶۲) اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْہِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ ھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِ ھِمْ۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لیا جائے گا اور اسے ان کے ضرورت مندوں کو لوٹایا جائے گا"

صدقہ کا لفظ زکوٰۃ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس کا ادا کرنا قانوناً ضروری ہے، اور یہاں یہی مراد ہے اور اس کا اطلاق ہر اس مال پر بھی ہوتا ہے، جو بطور خود آدمی اپنی خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث کا لفظ "تُرَدُّ" (لوٹایا جائے گا) صاف صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ جو مالداروں سے وصول کی جائے گی وہ دراصل سوسائٹی کے غریبوں اور حاجتمندوں کا "حق" ہے جو انہیں دلوایا جائے گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام

(۶۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ طَوَّقَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ"

ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَۃَ۔ آل عمران: ۱۸۰ (صحیح بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کے سر پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (یہ انتہائی زہریلے ہونے کی علامت ہے) اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

پھر اس کے دونوں جبڑوں کو یہ سانپ پکڑے گا اور کہے گا "میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں"۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی "وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ" یعنی وہ لوگ جو اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ خیال کریں کہ ان کا یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ بلکہ وہ بدتر ثابت ہوگا۔ ان کا یہ مال قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ یعنی وہ ان کے لیے سخت تباہی کا باعث ہوگا۔

عدم ادائیگی زکوٰۃ مال کی بربادی کا موجب ہے

(۶۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ، مَا خَالَطَتِ الزَّکٰوۃُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَکَتْهُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: جس مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے، اور اُسی میں ملی جلی رہے تو وہ مال کو تباہ کرکے چھوڑتی ہے"۔

"تباہ کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو کوئی شخص زکوٰۃ نہ دے اور خود ہی کھائے، تو لازماً ہر حالت میں اس کا پورا سرمایہ تباہ ہو جائے گا۔ بلکہ تباہی سے مراد یہ ہے کہ وہ مال جس سے فائدہ اٹھانے کا اس کو حق نہ تھا، اور جو غرباء ہی کا حصہ تھا، اس نے اسے کھا کر اپنے دین و ایمان کو تباہ کیا، امام احمد بن حنبلؒ سے یہی تشریح منقول ہے، اور ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ زکوٰۃ مار کھانے والے کا پورا سرمایہ آناً فاناً تباہ ہو گیا ہے۔

صدقہ فطر کا مقصد

(۶۵) فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاکِیْنِ۔ (ابوداؤد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرہ کی زکوٰۃ کو امت پر فرض (واجب) کیا، تاکہ وہ ان بیکار اور بے حیائی کی باتوں سے جو روزہ کی حالت میں روزہ دار سے سرزد ہو جاتی ہیں کفارہ بنے اور غریبوں مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر جو شریعت میں واجب کیا گیا ہے اس کے اندر دو مصلحتیں کام کر رہی ہیں، ایک یہ کہ روزہ دار سے روزہ کی حالت میں باوجود کوشش کے جو کوتاہی وکمزوری رہ جاتی ہے اس مال کے ذریعہ اس کی تلافی ہو جاتی ہے، اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ جس دن سارے مسلمان عید کی خوشی منا رہے ہوتے ہیں اس دن سوسائٹی کے غریب لوگ فاقہ سے نہ رہیں بلکہ ان کی خوراک کا کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ گھر کے سارے ہی لوگوں پر فطرہ واجب کیا گیا ہے اور نمازِ عید سے پہلے دینے کی تاکید آئی ہے۔

اناج کی زکوٰۃ

(۷۶) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ،

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (بخاری - ابن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جو زمینیں بارش کے پانی سے، یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہوں یا دریا سے قریب ہونے کی وجہ سے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو، ان کی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالا جائے گا،

اور جن کو مزدور لگا کر سینچا جائے ان میں بیسواں حصہ ہے۔

(ج) روزہ

رمضان کی فضیلت

(۶۷) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ،

جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا،

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ،

وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ،

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ،

وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ۔ (مشکوٰۃ)

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ دیا جس میں فرمایا،

اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا بڑی برکت والا مہینہ قریب آگیا ہے۔ وہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں تراویح پڑھنا نفل کر دیا ہے (یعنی فرض نہیں ہے بلکہ سنّت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے)۔

جو شخص اس مہینہ میں کوئی ایک نیک کام اپنے دل کی خوشی سے بطور خود کرے گا تو وہ ایسا ہوگا جیسے کہ رمضان کے سوا اور مہینوں میں فرض ادا کیا ہو،

اور جو اس مہینہ میں فرض ادا کرے گا تو وہ ایسا ہوگا جیسے کہ رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کسی نے ستّر فرض ادا کیے۔

اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔

اور یہ مہینہ سوسائٹی کے غریب اور حاجتمندوں کے ساتھ مالی ہمدردی کا مہینہ ہے۔

صبر کا مہینہ ہونے سے مطلب یہ ہے کہ روزوں کے ذریعہ مومن کو خدا کی راہ میں جمنے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دی جاتی ہے، آدمی ایک مقررہ وقت سے لے کر دوسرے مقررہ وقت تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ بیوی کے پاس جاتا ہے اس سے اس کے اندر خدا کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اس بات کی مشق ہوتی ہے کہ موقعہ پڑنے پر وہ اپنے جذبات و خواہشات پر اور اپنی بھوک پیاس پر کتنا قابو رکھ سکتا ہے۔ دنیا میں مومن کی مثال میدانِ جنگ کے سپاہی کی سی ہے جسے شیطانی خواہشوں اور بدی کی طاقتوں سے لڑنا ہے۔ اگر اس کے اندر صبر کی صفت نہ ہو تو حملہ کی ابتدا ہی میں اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دے گا۔

"ہمدردی کا مہینہ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار جن کو اللہ تعالیٰ نے کھاتا پیتا بنایا ہے ان کو چاہیے کہ بستی کے حاجتمندوں کو خدا کے دیئے ہوئے انعام میں شریک کریں، اور ان کی سحری اور افطاری کا انتظام کریں۔

اصل حدیث میں "مواساۃ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں مالی ہمدردی کرنا جس میں جانی ہمدردی بھی شامل ہے۔

قیامِ رمضان کا اجر۔ مغفرت

(۶۸) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ،

(متفق علیہ)

جس شخص نے ایمانی کیفیت کے ساتھ اور اجرِ آخرت کی نیّت سے رمضان کے روزے

رکھے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔

جس نے رمضان کی راتوں میں ایمانی کیفیت اور اجر آخرت کی نیت کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی تو اس کے ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔

روزہ کے مفسدات

(۶۹) اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ،

وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ،

فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ (بخاری مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"روزہ ڈھال ہے،

اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اپنی زبان سے فحش بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے،

اور اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اس روزہ دار کو سوچنا چاہیے اور یاد کرنا چاہیے کہ میں تو روزہ دار ہوں (بھلا میں کس طرح گالی دے سکتا اور لڑ سکتا ہوں)۔"

روزہ کی شفاعت

(۷۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ،

يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ،

وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

(بیہقی، مشکوٰۃ، عبداللہ بن عمر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

روزہ اور قرآن مومن کے لیے سفارش کریں گے،

روزہ کہے گا، اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رُکا رہا، تو اے میرے رب! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر،

اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر نماز میں قرآن پڑھتا رہا، تو اے خدا! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر،

اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

روزہ کی رُوح

(۷۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔ (بخاری، ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

جس شخص نے (روزہ رکھنے کے باوجود) جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔

یعنی روزہ رکھوانے سے اللہ تعالیٰ کو مقصود انسان کو نیک بنانا ہے، اگر وہ نیک ہی نہ بنا اور سچائی پر اس نے اپنی زندگی کی عمارت نہیں اٹھائی، رمضان میں بھی باطل اور ناحق بات کہتا اور کرتا رہا اور رمضان کے باہر بھی اس کی زندگی میں سچائی نہیں دکھائی دیتی تو ایسے شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ آخر کیوں صبح سے شام تک کھانے اور پینے سے رُکا رہا۔

اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ روزہ دار کو روزہ رکھنے کے مقصد اس کی اصل روح سے واقف ہونا چاہیے۔ اور ہر وقت اس بات کو ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے کہ کیوں کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔

بدقسمت روزہ دار

(۷۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَاءُ،
وَکَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

کتنے ہی (بدقسمت) روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ نہیں حاصل ہوتا،

اور (کتنے ہی روزہ کی رات میں) تراویح پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی تراویح میں سوائے جاگنے کے اور کچھ نہیں ہاتھ آتا۔

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح یہ سبق دیتی ہے کہ آدمی کو روزہ کی حالت میں روزہ کے مقصود کو سامنے رکھنا چاہیے۔

گناہوں کا کفارہ ـــــ نماز، روزہ اور زکوٰۃ

(۴۳) قَالَ حُذَیْفَۃُ اَنَا سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ،

فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَجَارِہٖ یُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ وَالصَّدَقَۃُ۔ (بخاری۔ باب الصوم)

حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ:

آدمی جو کچھ اپنے گھر والوں اور مال اور پڑوسی کے سلسلے میں غلطی کرتا ہے، نماز، روزہ اور صدقہ ان غلطیوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنے بیوی بچوں کی خاطر گناہ میں پڑ جاتا ہے، اسی طرح تجارت میں اور پڑوسیوں کے سلسلے میں بالعموم کوتاہی ہو جاتی ہے تو ان عبادات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کوتاہیوں کو معاف فرما دے گا (بشرطیکہ گناہ جان بوجھ کر نہ کیے گئے ہوں، بلکہ ہو گئے ہوں)۔

ریا سے پرہیز

(۴۴) قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ،

اِذَا صَامَ فَلْیَدَّھِنْ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ الصَّوْمِ۔ (الادب المفرد)

حضرت ابوہریرہؓ نے ارشاد فرمایا،

آدمی جب روزہ رکھے تو چاہیے کہ تیل لگائے (تاکہ) اس پر روزہ کا اثر دکھائی نہ دے۔

حضرت کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے روزہ کی نمائش سے بچے۔ نہا دھولے تیل لگالے تاکہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی سُستی اور اضمحلال دُور ہو جائے اور ریا کے پیدا ہونے کا دروازہ بند ہو جائے۔

سحری کی تاکید

(۷۵) قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم،

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا،

"سحری کھالیا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

مطلب یہ کہ سحری کھا کر روزہ رکھو گے تو دن آسانی سے کٹے گا۔ خدا کی عبادت اور دوسرے کاموں میں کمزوری اور سستی نہ آئے گی۔ سحری نہ کھاؤ گے تو بھوک کی وجہ سے سستی اور کمزوری آئے گی، عبادت میں جی نہ لگے گا اور یہ بڑی بے برکتی کی بات ہو گی۔ چنانچہ دوسری حدیث میں فرمایا، اِسْتَعِیْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰی صِیَامِ النَّہَارِ وَبِقَیْلُوْلَۃِ النَّہَارِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ (دن کو روزہ رکھنے میں سحری سے مدد لو اور تہجد کے لیے اٹھنے میں دن کے قیلولے سے مدد لو)۔

تعجیل فی الافطار کی تاکید

(۷۶) عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (بخاری)

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا،

"لوگ (یعنی مسلمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔"

مطلب یہ کہ یہود کی مخالفت کرو۔ وہ اندھیرا چھا جانے کے بعد روزہ کھولتے ہیں تو اگر تم افطار سورج ڈوبتے ہی کرو گے اور یہود کی پیروی نہ کرو گے، تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ تم دینی لحاظ سے اچھی حالت پر ہو۔

سفر میں رُخصت

(۷۷) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ،

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔ (بخاری)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ :

"ہم (رمضان کے مہینہ میں) حضورؐ کے ساتھ سفر پر جاتے تو کچھ لوگ روزہ رکھتے اور کچھ نہ رکھتے۔

نہ روزہ دار کھانے والے پر اعتراض کرتا اور نہ کھانے والا روزہ دار پر اعتراض کرتا"

مسافر کو قرآن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو شخص بہ آسانی سفر میں روزہ رکھ سکے تو اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اور جسے زحمت ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ کسی کو کسی پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

روزہ اور دیگر عبادات میں اعتدال

(۷۸) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو،
أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ ؟
قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ،
قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ،
فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،
وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،
وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،
وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ فِي كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا،

"کیا یہ بات جو مجھے بتائی گئی ہے صحیح ہے کہ تم پابندی سے دن میں روزہ رکھتے۔ اور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو" ؟

انہوں نے کہا، "ہاں حضور یہ بات صحیح ہے"۔

آپؐ نے فرمایا "تم ایسا نہ کرو، کبھی روزہ رکھو اور کبھی کھاؤ پیو۔ اسی طرح

سوؤ بھی اور تہجد بھی پڑھو،
کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے،
تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے،
تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے،
اور تمہارے ملاقاتیوں، مہمانوں کا تم پر حق ہے،
اور تم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو اتنا تم کو بس ہے "

مسلسل روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے صحت برباد ہو جائے گی اور خصوصیت سے روزہ رکھنے کی وجہ سے آنکھ پر نہایت خراب اثر پڑتا ہے اس لیے حضورؐ نے انہیں منع کیا، مومن کو ہر کام میں توازن اور اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے۔

نوافل میں اعتدال

(۷۹) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ،
اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ
فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً،
فَقَالَ مَا شَاْنُكِ؟
قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا،
فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا،
فَقَالَ لَهٗ كُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ،
قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ،
فَاَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ،
فَقَالَ لَهٗ نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ،
فَقَالَ لَهٗ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ،
قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّیَا جَمِیْعًا،
فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا،

وَاِنَّ لِاَھْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ،

فَاَتَى النَّبِیَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ،

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ۔ (بخاری)

ابو جحیفہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آنے کے بعد) ابو الدرداءؓ اور سلمان فارسیؓ کو آپس میں بھائی بنایا تھا، تو سلمانؓ، ابو الدرداءؓ کے یہاں ملاقات کو گئے تو ام الدرداءؓ (ابو الدرداء کی بیوی) کو معمولی لباس میں دیکھا (کوئی بناؤ سنگار نہیں تھا)۔

سلمانؓ نے پوچھا کہ "تمہارا یہ کیا حال ہے (کیوں بیوہ عورتوں کی سی حالت بنا رکھی ہے")

تو انہوں نے کہا "تمہارے بھائی ابو الدرداءؓ کو دنیا سے تو کوئی مطلب رہا نہیں (پھر بناؤ سنگار کس کے لیے کروں)۔"

اس کے بعد ابو الدرداءؓ آئے اور مہمان بھائی کے لیے کھانا تیار کرایا اور کہا،

"کھاؤ میں تو روزہ سے ہوں"

سلمانؓ نے کہا "جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہیں کھا سکتا" تو انہوں نے روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر جب رات آئی تو نوافل کے ارادہ سے اُٹھے،

سلمانؓ نے کہا "سو جاؤ" تو وہ (گھر میں) جا کر سو گئے۔

پھر نوافل کے لیے اُٹھے تو سلمانؓ نے کہا "سو جاؤ" اور رات کے آخری حصہ میں سلمانؓ نے فرمایا "اُٹھو" چنانچہ دونوں نے اکٹھے نماز تہجد پڑھی۔ پھر سلمانؓ نے ان سے کہا،

"دیکھو تم پر تمہارے رب کا حق ہے، تمہارے نفس کا حق ہے، تمہاری بیوی کا حق ہے تو سب کا حق ادا کرو۔"

پھر حضورؐ کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا، "سلمانؓ نے صحیح بات کہی۔"

(۸۰) عَنْ مُجِیْبَةَ الْبَاهِلِیَّةِ عَنْ اَبِیْهَا اَوْ عَمِّهَا اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ وَقَدْ تَغَیَّرَتْ حَالَتُهٗ فَقَالَ،

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِیْ؟

قَالَ مَنْ اَنْتَ ؟

قَالَ اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ،

قَالَ فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ ؟

قَالَ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ ،

ثُمَّ قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ،

قَالَ زِدْنِيْ فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً ،

قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ،

قَالَ زِدْنِيْ،

قَالَ صُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ،

قَالَ زِدْنِيْ ،

قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا۔

(ابوداؤد)

حضرت مجیبہ نے (جو قبیلۂ باہلہ کی ایک خاتون تھیں) اپنے باپ (یا چچا) کے بارے میں بتایا کہ وہ (دین کے سیکھنے کے لیے) حضورؐ کے پاس گئے، پھر واپس گھر آئے اور ایک سال کے بعد پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو اُن کی حالت تبدیل ہو چکی تھی۔) تب انہوں نے کہا،

"اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟"

آپؐ نے فرمایا "نہیں، تم اپنا تعارف کراؤ کون ہو؟"

انہوں نے کہا، "حضورؐ میں قبیلہ باہلہ کا آدمی ہوں۔ گذشتہ سال حاضر ہوا تھا"

آپؐ نے پوچھا کہ "تمہارا یہ کیا حال ہوا؟ گذشتہ سال جب تم آئے تو بہت اچھی شکل وصورت میں تھے"

انہوں نے بتایا کہ "جب سے میں آپ کے پاس سے گیا اس وقت سے اب تک مسلسل روزے رکھ رہا ہوں، صرف رات میں کھانا کھاتا ہوں"

آپؐ نے فرمایا "تم نے اپنے کو عذاب میں ڈالا (یعنی مسلسل نفلی روزے رکھ کر جسم کو گھلا ڈالا)"

پھر آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ "رمضان کے روزے کے سوا ہر مہینہ ایک روزہ رکھ لیا کرو"

انہوں نے کہا "حضور اس پر اضافہ فرما دیں۔ میرے اندر طاقت ہے ایک سے زیادہ روزہ رکھنے کی"

آپؐ نے کہا، "اچھا ہر مہینے دو دن رکھ لیا کرو"

انہوں نے کہا "کچھ اور اضافہ"

آپؐ نے کہا، "اچھا ہر مہینے میں تین دن"

انہوں نے کہا، "کچھ اور بڑھا دیجیے"

آپؐ نے فرمایا، "اچھا ہر سال محترم مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، ایسا ہی ہر سال کرو" یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنی تین انگلیوں کو ملایا، پھر چھوڑ دیا۔ (اس سے اشارہ دینا تھا کہ محترم مہینوں میں رجب، شوال، ذی قعدہ، اور ذی الحجہ میں روزے رکھا کرو اور کسی سال ناغہ بھی کر دو)۔

ایامِ اعتکاف

(۸۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ،

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

(بخاری، مسلم)

عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کی بندگی میں لگے رہتے۔ لیکن رمضان میں آپ کا ذوق وشوق

اور بڑھ جاتا، اور اس میں بھی آخری دس دن تو بالکل اللہ کی عبادت میں گزارتے، مسجد میں جا بیٹھتے، نفل نماز اور قرآن کی تلاوت اور ذکر و دعا میں لگے رہتے اور ایسا اس لیے کرتے کہ رمضان کا مہینہ مومن کی تیاری کا زمانہ ہوتا ہے، تاکہ گیارہ مہینے شیطان اور شیطانی طاقتوں سے لڑنے کے لیے قوت فراہم ہو جائے۔

رمضان کا آخری عشرہ

(۸۲) عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا،

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْیَا اللَّیْلَ،
وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ،
وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت کرتے،

اور اپنی بیویوں کو جگاتے (تاکہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ جاگ کر نوافل اور تہجد پڑھیں)۔

اور خدا کی عبادت کے لیے آپ تہبند کس کر باندھتے (یہ محاورہ ہے مطلب یہ کہ پورے جوش اور انہماک کے ساتھ عبادت میں لگ جاتے)۔

(و) حج

فرضیتِ حج

(۸۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا۔ (المنتقی)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی،
"کہا اے لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو"

حج ولادتِ نَو ہے

(۸۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،
مَنْ اَتٰی هٰذَا الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ
اُمُّهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"جو شخص اِس گھر (کعبہ) کی زیارت کو آیا، اور اس نے نہ تو شہوت کی کوئی بات کی، اور نہ خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ اپنے گھر کو اس حالت میں لوٹے گا جس حالت میں اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (یعنی پاک و صاف ہو کر لوٹے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا)"

جہاد کے بعد بہترین عمل

(۸۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ،
سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ ؟
قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ،
قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا ؟
قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ،

قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟

قَالَ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔ (منتقی)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں،

حضورؐ سے پوچھا گیا "کون سا عمل افضل ہے"؟

آپؐ نے فرمایا "اللہ اور رسول پر ایمان لانا"

سائل نے کہا "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے"؟

آپؐ نے فرمایا "خدا کے دین کی خاطر جہاد کرنا"

پوچھا گیا کہ "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے"؟

آپؐ نے فرمایا "وہ حج جس میں آدمی سے خدا کی نافرمانی نہ ہوئی ہو"

تعجیل فی الحج

(۸۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ فَاِنَّهٗ قَدْ يَمْرَضُ الْمَرِيْضُ وَتَضِلُّ الرَّاحِلَةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ۔ (ابن ماجہ۔ ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص حج کا ارادہ کرے اسے جلدی کرنی چاہیے، کیونکہ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے، ممکن ہے اونٹنی کھو جائے (یعنی سفر کے ذرائع مسدود ہو جائیں، راستہ پُر خطر ہو جائے، سفر خرچ باقی نہ رہے) اور ممکن ہے کوئی ضرورت ایسی پیش آ جائے جو سفرِ حج کو ناممکن بنا دے (لہٰذا جلدی کرو۔ معلوم نہیں کیا افتاد پڑ جائے اور تم حج بیت اللہ سے محروم ہو جاؤ"

مسلمان اور ترکِ حج

(۸۷) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَبْعَثَ رِجَالًا اِلٰى هٰذِهِ الْاَمْصَارِ فَيَنْظُرُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهٗ جِدَةٌ وَلَمْ يَحُجَّ،

فَيَضْرِبُوْا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ، مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ۔ (المنتقی)

حسنؒ کہتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا "میرا ارادہ یہ ہے کہ ان شہروں (اسلامی مقبوضات) میں کچھ لوگ بھیجوں جو جائزہ لیں کہ کون لوگ حج کر سکتے ہیں اور انہوں نے نہیں کیا ہے، پھر ان پر جزیہ لگادیں (وہ حفاظتی ٹیکس جو غیر مسلم شہریوں سے لیا جاتا ہے) یہ لوگ مسلم نہیں ہیں، یہ لوگ مسلم نہیں ہیں۔ (اگر "مسلم" ہوتے تو کبھی کا حج کر چکے ہوتے۔"

مسلم کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دینے والا۔ اگر اس نے واقعی اپنے کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے تو وہ بغیر کسی عذر کے حج جیسی عظیم عبادت سے غفلت کیوں برتے گا۔

حج کا اجرا ابتدائے سفر سے شروع ہو جاتا ہے

(۸۸) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِي طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللهُ لَهٗ أَجْرَ الْغَازِيْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔ (مشکوٰۃ، ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا، پھر راستہ میں اُسے موت آگئی، تو اللہ اس کو وہی اجر و ثواب دے گا جو اس کے یہاں حاجی، غازی اور عمرہ کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔"

مُعاملات

(۱) حلال کمائی

ہاتھ کی کمائی کی فضیلت

(۸۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

" مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّأْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ،

وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔

(بخاری، مقدام بن معد یکرب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

" اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا،

اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔"

اس حدیث کا مقصود گداگری، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے، اور اس بات کی تعلیم دینی ہے کہ آدمی کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہ گذارنی چاہیے۔

قبولیتِ دُعا میں رزقِ حلال کا اثر

(۹۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

" اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا،

وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالٰی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ،

ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَاءِ یَارَبِّ،

وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ۔ (مسلم، ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے، اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے،
اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے، چنانچہ اس نے فرمایا، "اے پیغمبرو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو"، اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ "اے اہل ایمان جو پاک اور حلال چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں وہ کھاؤ"۔
پھر آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر آتا ہے، غبار سے اٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے، "اے میرے رب! (اور دعائیں مانگتا ہے)"۔
حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام پر ہی وہ پلا ہے،
تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے۔
اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ خدا صرف وہی صدقہ قبول کرتا ہے جو پاک و جائز کمائی کا ہو، حرام مال اگر اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرتا۔
دوسری بات یہ فرمائی کہ جس آدمی کی کمائی حرام ہو، ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

حلال و حرام سے لاپرواہی

(۹۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْہُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (بخاری، ابوہریرہؓ)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آجائے گا جس میں آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال کمایا ہے وہ حلال ہے یا حرام"

حرام کمائی کا انجام

(۹۲) عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللہِ ﷺ قَالَ،

لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ، مَالَ حَرَامٍ فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ مِنْہُ،

وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ،

وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ،

اِنَّ اللہَ لَا یَمْحُو السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰکِنْ یَّمْحُو السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ۔ (مشکوٰۃ)

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ؛

"کوئی بندہ حرام مال کمائے، پھر اس میں سے خدا کی راہ میں صدقہ کرے تو یہ صدقہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا،

اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا،

اگر وہ اس کو چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے جہنم کے سفر میں زادِ راہ بنے گا۔

اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا ہے بلکہ برے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے، خبیث، خبیث کو نہیں مٹاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کا کام جائز طریقے سے کیا جائے گا تب وہ نیک کام سمجھا جائے گا مقصد بھی پاک ہونا چاہیے اور اس کا ذریعہ بھی پاک ہونا چاہیے۔

مصوری کی کمائی

(۹۳) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ،

کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ،

یَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِیْشَتِیْ مِنْ صَنْعَۃِ یَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ ھٰذِہِ التَّصَاوِیْرَ،

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُکَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللہِ ﷺ

سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ،

مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فَاِنَّ اللّٰہَ مُعَذِّبُہٗ حَتّٰی یَنْفُخَ فِیْہَا الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ فِیْہَا اَبَدًا،

فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَۃً شَدِیْدَۃً وَاصْفَرَّ وَجْہُہٗ،

فَقَالَ وَیْحَکَ اِنْ اَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَیْکَ بِھٰذَا الشَّجَرِ وَکُلِّ شَیْءٍ لَیْسَ فِیْہِ رُوْحٌ۔ (بخاری)

سعید بن ابوالحسنؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا، اس نے کہا،

"اے ابن عباسؓ! میں ایک دستکار آدمی ہوں، دستکاری ہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ میں جانداروں کی تصویریں بناتا اور فروخت کرتا ہوں (اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے، میرا یہ پیشہ حرام تو نہیں)؟"

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہوں گا، میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی حدیث سناؤں گا۔ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا کہ،

"جو شخص تصویر بنائے گا تو اللہ اس کو سزا دے گا، یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں رُوح پھونک دے اور وہ ہرگز رُوح نہ پھونک سکے گا"

یہ سُن کر اس آدمی کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور زور سے اوپر کو سانس کھینچی۔

ابن عباسؓ نے اس سے کہا کہ "اگر تمہیں یہی کام کرنا ہے تو درختوں اور ایسی چیزوں کی تصویریں بنایا کرو جن میں جان نہیں ہوتی"

تصویر بنانے والے کو اپنی کمائی کے بارے میں شبہہ ہوگیا ہے، اس لیے اس نے آکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا، یہ اس کے مومن ہونے کی علامت ہے۔ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہوتا اگر اسے پاک اور جائز کمائی کی فکر نہ ہوتی تو ان کے پاس جاتا ہی کیوں۔ جن کو آخرت کی پکڑ کا ڈر نہیں ہوتا وہ حلال و حرام کی کب پروا کرتے ہیں۔

(ب) تجارت

دیانتدارانہ تجارت

(۹۴) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ،

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْکَسْبِ اَطْیَبُ؟

قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَّبْرُوْرٍ۔ (مشکوٰۃ)

رافع ابن خدیج فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا،

"اے اللہ کے رسولؐ! سب سے زیادہ اچھی کمائی کون سی ہے؟"

آپؐ نے فرمایا، "آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا، اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا"

خرید و فروخت میں نرمی کا حکم

(۹۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی وَاِذَا اقْتَضٰی۔ (بخاری، جابرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو نرمی اور خوش اخلاقی برتتا ہے خریدنے میں اور بیچنے میں اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے میں"

صادق و امین تاجر کا رتبہ

(۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ۔

(ترمذی، ابوسعید خدری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، ور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

تجارت بظاہر ایک دنیا دارانہ کام ہے لیکن اگر اس میں سچائی اور دیانتداری برتی جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے اور ایسے تاجر کو خدا کے پاکباز بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں کو اور خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔

صدیق سے مراد وہ مومن ہے جس کی زندگی سچائی میں گذری ہو جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد کو زندگی بھر نباہا ہو جس کی زندگی میں قول و عمل کا تضاد نظر نہ آئے۔

متقی تاجروں کا انجام

(۹۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا، اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ۔ (ترمذی۔ رفاعہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے، سوائے ان تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اختیار کیا (یعنی خدا کی نافرمانی سے بچے رہے) اور نیکی اختیار کی (یعنی لوگوں کو پورا حق دیا) اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا۔"

ناجائز حربوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے

(۹۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ۔ (مسلم، ابوقتادہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تاجروں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا)۔

"اپنے مال کو بیچنے میں کثرت سے قسمیں کھانے سے بچو۔ یہ چیز (وقتی طور پر) تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخر کار برکت کو ختم کر دیتی ہے۔"

تاجر اگر گاہک کو قیمت وغیرہ کے سلسلہ میں قسم کے ذریعہ یقین دلائے کہ اس کی یہی قیمت ہے اور یہ مال بہت اچھا ہے تو وقتی طور پر تو ممکن ہے کچھ گاہک دھوکہ کھا جائیں اور خرید لیں لیکن جب ان پر بعد میں حقیقت کھلے گی تو پھر کبھی وہ اس دوکان کا رخ نہیں کریں گے اور اس طرح اس تاجر کی تجارت ٹھپ ہو کر رہ جائے گی۔

تجارت میں جھوٹی قسمیں

(۹۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ،

قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟

قَالَ اَلْمُسْبِلُ،

وَالْمَنَّانُ،

وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ۔ (مسلم، ابوذر غفاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک وصاف کرکے جنت میں داخل کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب دے گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! یہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں ؟"

آپؐ نے فرمایا "ایک وہ شخص جو ازراہِ غرور وتکبّر اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے تک لٹکاتا ہے۔

دُوسرے وہ شخص جو احسان جتاتا ہے۔

تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے مالِ تجارت کو فروغ دیتا ہے "۔

بات نہ کرنے اور نہ دیکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اس کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ نہ کرے گا۔ آپ بھی تو جس سے ناراض ہوتے ہیں اس کی طرف نہ تو دیکھتے ہیں اور نہ اس سے بولتے ہیں۔

تہبند و پاجامہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی یہ وعید صرف اس شخص کے لیے ہے جو غرور وتکبّر کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو ٹخنوں سے نیچے تو پہنتا ہے لیکن اسے بڑائی کا غرور

نہیں ہے تو اس کا بھی یہ فعل گناہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو ٹخنوں کے نیچے پہننے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ پس ایسا شخص بھی گنہگار ہوگا اگرچہ پہلے کے مقابلہ میں اس کا گناہ ہلکا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن تو کسی گناہ کو "ہلکا" نہیں سمجھتا۔ وفادار غلام کے لیے مالک کی ہلکی ناراضی بھی قیامت سے کم نہیں ہوتی۔

تجارتی لغزشوں کا کفارہ ـــــ صدقہ

(۱۰۰) عَنْ قَيْسِ أَبِي غَرَزَةَ قَالَ،

كُنَّا نُسَمَّى فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ،

فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ أَحْسَنُ فَقَالَ،

يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوبُوهُ

بِالصَّدَقَةِ۔ (ابوداؤد)

حضرت قیسؓ ابوغرزہ فرماتے ہیں کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم تاجر لوگوں کو "سماسرہ" کہا جاتا تھا تو حضورؐ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا تو آپؐ نے اس نام سے بہتر نام دیا۔"

آپؐ نے فرمایا "اے تاجروں کے گروہ! مال کے بیچنے میں، لغویات کہنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان ہوتا ہے تو تم لوگ اپنی تجارت میں صدقہ کی آمیزش کرو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تجارت میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ آدمی نادانستہ طور پر بھی لایعنی باتیں کر جاتا ہے اور کبھی جھوٹی قسم کھا لیتا ہے۔ اس لیے تاجروں کو چاہیے کہ وہ خصوصی طور پر خدا کی راہ میں صدقہ کرنے کا اہتمام کریں تاکہ یہ چیز ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنے۔

تجارتی کاروبار کی نزاکت

(۱۰۱) قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيزَانِ،

إِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيتُمْ أَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيهِمَا الْأُمَمُ السَّابِقَةُ

قَبْلَكُمْ۔ (ترمذی، ابن عباس)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ اور تول والے تاجروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ،

"تم لوگ دو ایسے کاموں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جن کی وجہ سے تم سے پہلے گذری ہوئی قومیں ہلاک ہوئیں "

مطلب یہ ہے کہ اگر ناپ اور تول میں تم نے غلط طریقے اختیار کیے یعنی لینے کے پیمانے اور بنائے اور دینے کے اور، تو یہ تمہاری تباہی کا باعث ہوگا اور پوری تباہی کا باعث ہوگا۔ قرآن مجید میں ان تاجر پیشہ قوموں کا حال بیان ہوا ہے جو ناپ تول میں کمی کرتی تھیں۔ ان کو صحیح بات بتائی گئی لیکن وہ نہ مانیں اور بالآخر وہ تباہ ہوئیں۔

حرمتِ احتکار

(۱۰۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

"جس شخص نے احتکار کیا تو وہ گنہگار ہے "

احتکار کے معنی ہیں ضرورت کی اشیاء کو روک لینا اور بازار میں نہ لانا اور قیمتوں کے خوب چڑھنے کا انتظار کرنا اور جب قیمتیں چڑھ جائیں تو مال کو باہر نکالنا اور خوب پیسہ وصول کرنا۔ یہ ذہنیت تاجر لوگوں میں ہوتی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہنیت کو روکا، کیونکہ یہ ذہنیت آدمی کو سنگ دل اور بے رحم بناتی ہے اور اسلام بنی نوع انسان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ احتکار جس سے روکا گیا ہے، صرف غلہ کے لیے مخصوص ہے اور دوسری اشیاء ضرورت کو اگر بازار میں تاجر نہیں لاتے تو ان کا یہ فعل اس وعید کی زد میں نہیں آتا۔ اس کے مقابل دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ یہ صرف غلہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام اشیاء ضرورت کو اس نیت سے روکنے والا گنہگار ہے اور اس وعید کا مستحق ہے۔ عاجز کے نزدیک دوسرے گروہ کی رائے زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے مگر اصل علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

احتکار پر لعنت

(۱۰۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،
اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ،
وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (سنن ابن ماجہ، عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:
وہ شخص جو اشیاءِ ضرورت کو نہیں روکتا بلکہ وقت پر بازار میں لاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور اسے اللہ رزق دے گا،
اور وہ شخص جو احتکار کرتا ہے وہ لعنت کا مستحق ہے۔

محتکر کی کج فطرتی

(۱۰۴) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ،
بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَکِرُ،
اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاھَا فَرِحَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:
"کتنا برا ہے اشیاءِ ضرورت کو روک لینے والا آدمی،
اگر اللہ چیزوں کے نرخ کو سستا کرتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے، اور جب قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو خوش ہوتا ہے"

خراب مالِ تجارت کا عیب بیان کرو

(۱۰۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،
لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّبِیْعَ شَیْئًا اِلَّا بَیَّنَ مَا فِیْہِ،
وَلَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَّعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا بَیَّنَہٗ۔ (منتقی۔ واثلہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:
"نہیں جائز ہے کسی شخص کے لیے کہ وہ کوئی چیز بیچے مگر یہ کہ جو کچھ اس کے اندر عیب ہے اسے بیان کر دے۔"

اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے جو اس عیب کو جانتا ہو مگر یہ کہ اسے صاف صاف کہہ دے۔"

"اس حدیث میں تاجر کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بیچتے وقت اپنی چیز کے عیب خریدار کے سامنے رکھ دے۔ اسی طرح دوکان پر اگر کوئی ایسا آدمی کھڑا ہے جو اس چیز کے عیب سے واقف ہے تو اس کو چاہیے کہ خریدار کو صاف صاف بتا دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاجر کے پاس سے گذرے، وہ غلہ بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ غلہ کے اندر ڈالا، اندر کا حصہ پانی سے تر تھا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا، حضورؐ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپؐ نے کہا، پھر اسے اوپر کیوں نہ رکھا؟ پھر آپؐ نے فرمایا، جو لوگ ہم سے دھوکا کریں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

(٧) قرض

تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کا اجر

(١٠٦) اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا

تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا۔

قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ایک آدمی لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا پھر وہ اپنے کارندے کو، جسے وہ قرضہ کی وصولی کے لیے بھیجتا، یہ ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگدست قرضدار کے پاس پہنچے، تو اس کو معاف کر دینا۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگذر کا معاملہ کرے۔

آپؐ نے فرمایا، یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگذر کا معاملہ کیا۔

(١٠٧) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ۔ (مسلم، ابوقتادہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن غم اور گھٹن سے بچائے۔ تو اسے چاہیے کہ تنگدست قرضدار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اُس کے اوپر سے اُتار دے۔

مسلمان بھائی کے قرض کی ادائیگی

(١٠٨) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ

هَلْ عَلٰى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ ؟

قَالُوْا نَعَمْ،

قَالَ هَلْ تَرَكَ لَهٗ مِنْ وَّفَآءٍ ؟

قَالُوْا لَا،

قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ،

قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّعْنَاهُ،

وَقَالَ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ اَخِيْكَ الْمُسْلِمِ،

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَقْضِيْ عَنْ اَخِيْهِ دَيْنَهٗ اِلَّا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا۔ تو آپؐ نے پوچھا،

"اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے"؟

لوگوں نے کہا، ہاں! اس پر قرض ہے۔

آپؐ نے پوچھا کہ "اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جا سکے"؟

لوگوں نے کہا، "نہیں"

تو آپؐ نے فرمایا کہ "تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا)"۔

حضرت علیؓ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر کہا، "اے اللہ کے رسولؐ! میں اس قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں" تب آپؐ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور فرمایا، (جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے)۔

"اے علیؓ! اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی۔

کوئی بھی مسلمان آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اس کا قرض ادا کرے مگر یہ کہ اللہ قیامت کے دن اس کو رہائی بخشے گا۔"

قیامت میں مقروض کی معافی نہیں

(۱۰۹) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ۔ (مسلم، عبداللہ بن عمرو)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"وہ شخص جس نے خدا کی راہ میں جان دی ہے اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔"

اوپر کی دونوں حدیثیں قرض ادا کرنے کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہیں جس شخص نے اپنی جان تک خدا کی راہ میں قربان کر دی، اس کے اوپر اگر کسی کا قرضہ ہے اور دے کر نہیں آیا ہے، وہ معاف نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔

اگر آدمی دینے کی نیت رکھتا ہو اور مر جائے اور ادا نہ کر سکے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو بلائے گا اور معاف کرنے کے لیے اس سے کہے گا اور اس کے بدلے اسے جنت کی نعمتیں دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحبِ حق اپنے حق کو معاف کر دے گا۔ لیکن اگر کسی نے باوجود قدرت رکھنے کے ادا نہیں کیا اور صاحبِ حق کو اس کا حق نہیں لوٹایا یا دنیا میں اس سے معاف نہیں کرایا تو اس کی معافی کی قیامت میں کوئی صورت نہیں۔

حسن ادائیگی

(۱۱۰) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ،

اِسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَكْرًا فَجَاءَتْهُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ،

فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ،

فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ اَحْسَنُھُمْ قَضَاءً۔
(مسلم)

حضرت ابو رافع رضؓ فرماتے ہیں کہ:
"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض لیا، پھر آپؐ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے،

تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ اُس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کر دوں۔

میں نے کہا، "ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے۔"

تو آپؐ نے فرمایا، "وہی اسے دے دو، اس لیے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرتا ہو۔"

مالدار کی ٹال مٹول ظلم ہے

(۱۱۱) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،
مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ،
فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ۔ (بخاری و مسلم ——— ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مالدار قرض دار کا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے،

اور اگر قرض دار کہے کہ تم اپنا قرضہ فلاں خوش حال آدمی سے لے لو، تو خواہ مخواہ قرضدار کے سر پر سوار نہ رہنا چاہیے، اس کی یہ بات مان لے اور جس کا اُس نے حوالہ دیا ہے اُس سے جا کر لے لے۔

مطلب یہ کہ آدمی کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے، اور وہ کہتا ہے کہ جاؤ فلاں شخص سے لے لو، ہمارے اس کے درمیان بات چیت ہو چکی ہے وہ ادا کرنے پر راضی ہے تو قرض خواہ کو نہ چاہیے کہ وہ کہے کہ میں تو تجھی سے لوں گا میں کسی اور کو کیا جانوں، بلکہ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، جس کا وہ حوالہ دے رہا ہے اس سے وصول کرے۔

ادائیگی قرض میں نیت کا اثر

(۱۱۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ،

وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو لوگوں کا مال (بطور قرض) لے، اور وہ نیت اس کے ادا کرنے کی رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دے گا،

اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالےٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کر دے گا۔"

ٹال مٹول کی قانونی سزا

(۱۱۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَہٗ وَعُقُوْبَتَہٗ۔ (ابوداؤد۔ شریدؓ سلمی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"قرض ادا کر سکنے والے کا ٹال مٹول کرنا حلال کر دیتا ہے اس کی آبرو کو اور اس کی سزا کو۔"

"آبروؔ کے حلال کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرض لے اور باوجود قدرت کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اس کا یہ جرم ایسا ہے کہ سوسائٹی کی نگاہ میں اس کو گرایا جا سکتا ہے اور اس کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اگر اسلامی نظام کسی ملک میں قائم ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص پایا جائے تو اسلامی نظام کے کارندے اس کو سزا بھی دے سکتے ہیں اور اس کو ذلیل کرنے کے دوسرے طریقے بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

(د) غصب و خیانت

ظلم کی سزا

(۱۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ۔ (بخاری، مسلم، سعید بن زید)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔

غصب کی حرمت

(۱۱۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اَلَا لَا تَظْلِمُوْا،

اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ۔ (بیہقی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"سنو! ظلم نہ کرو،

خبردار! کسی آدمی کا مال جائز نہیں ہے مگر اس وقت جب کہ صاحبِ مال اپنی خوشی سے دے۔"

(۱۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ،

وَالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ،

وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ،

وَالْکَفِیْلُ غَارِمٌ۔ (ترمذی۔ ابوامامہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

عاریۃ ادا کی جائے گی اور

"منحۃ" واپس کی جائے گی اور

قرض ادا کیا جائے گا، اور

ضمانت لینے والا ضمانت ادا کرے گا۔

عاریۃ کے معنی منگنی کے ہیں یعنی جو چیز کسی سے آپ بطور منگنی کے مانگ لائیں تو اسے ادا کرنا ہوگا اور "منحۃ" کے معنی دودھاری اونٹنی کے ہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ مالدار لوگ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں یا دوستوں کو دودھ استعمال کرنے کے لیے اونٹنی دیتے تھے۔ تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پینے کے لیے جو جانور کسی کو دیا جائے تو جب اس کا دودھ ختم ہو جائے تو جانور اصل مالک کو لوٹایا جائے گا۔ اور قرضہ ادا کیا جائے گا۔ اسے ہضم نہیں کیا جا سکتا اور جو کوئی شخص کسی کا ضامن ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا۔

خائن سے بھی خیانت کرنے کی ممانعت

(۱۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ،

وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔ (ترمذی۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جس شخص نے تمہیں قابلِ اعتماد جان کر اپنی امانت تمہارے پاس رکھی ہے، اس کی امانت واپس کر دو،

اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے دوسرے جائز طریقے اختیار کرو)"

خیانت میں شیطان کی شرکت

(۱۱۸) قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ،

فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا (وَفِي رِوَايَةٍ) وَجَاءَ الشَّيْطَانُ ۔

(ابوداؤد۔ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک کسی کاروبار کے دو ساجھی باہم خیانت نہ کریں، میں ان کے ساتھ رہتا ہوں،

لیکن جب ایک شریک دوسرے شریک سے خیانت کرتا ہے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل آتا ہوں (اور ایک روایت میں ہے) اور شیطان آجاتا ہے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار میں شریک لوگ جب تک آپس میں خیانت اور چالبازی نہیں کرتے تب تک میں ان کی مدد کرتا ہوں، ان پر رحمت کرتا ہوں اور ان کے کاروبار میں اور باہمی تعلقات میں برکت عطا کرتا ہوں لیکن جب ان میں سے کسی کی نیت بد ہو جاتی ہے اور خیانت کرنے لگ جاتا ہے تب میں اپنی رحمت اور مدد کا ہاتھ کھینچ لیتا ہوں اور پھر شیطان آجاتا ہے جو ان کو اور ان کے کاروبار کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

(۴) کھیتی اور باغبانی

کسان کا صدقہ

(۱۱۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَزْرَعُ زَرْعًا اَوْ یَغْرِسُ غَرْسًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ طَیْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَہِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو مسلمان زراعت کا کام کرتا ہے یا پودے لگاتا ہے اور اس میں سے چڑیاں یا کوئی انسان یا کوئی جانور کھالے تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے"

اللہ کے مغضوب بندے

(۱۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ،

رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَۃٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِہَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَھُوَ کَاذِبٌ،

وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ کَاذِبَۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِہَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ،

وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَلْیَوْمَ اَمْنَعُکَ فَضْلِیْ کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَمْ تَعْمَلْ یَدَاکَ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

"تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا:

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے سامانِ تجارت بیچنے میں جھوٹی قسم کھائی اور اس کی وجہ سے زیادہ دام انہیں ملے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی اور اس کے ذریعہ کسی مسلمان آدمی کا مال لے لیا۔

تیسرے وہ لوگ جو زائد از ضرورت پانی کو روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن کہے گا، میں تجھ سے آج اپنا فضل روک لوں گا جیسے کہ تو نے وہ زائد پانی روکا جو تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔"

(و) مزدور کی اُجرت

مزدور کے حقوق

(۱۲۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ۔ (ابن ماجہ، ابن عمر)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو"

کیونکہ مزدور کہتے ہی اس شخص کو ہیں جس کو اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے روز محنت کرنی پڑتی ہے۔ اب اگر اس کی مزدوری کسی دوسرے دن پر ٹال دی جائے یا مار لی جائے تو وہ شام کو کیا کھائے گا اور اپنے بچوں کو کیا کھلائے گا۔

مزدور کی وکالت اللہ کرے گا

(۱۲۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی،

"ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُہُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ:

رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ،

وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ،

وَرَجُلٌ نِ اسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ۔

(بخاری۔ ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"تین آدمی ہیں جن سے قیامت کے دن میرا جھگڑا ہوگا،

"ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کوئی معاہدہ کیا پھر اس نے اس عہد کو توڑ ڈالا،

دوسرا وہ شخص جس نے کسی شریف اور آزاد آدمی کو (اغوا کر کے) اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی،

تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا پھر اس سے پورا کام لیا اور کام لینے کے بعد اس کو اس کی مزدوری نہیں دی"

(س) ناجائز وصیت

ناجائز وصیت کی سزا دوزخ ہے

(۱۲۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْأَۃَ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ سِتِّیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَحْضُرُھُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَصِیَّۃِ فَتَجِبُ لَھُمَا النَّارُ، ثُمَّ قَرَأَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَا اَوْدَیْنٍ غَیْرَ مُضَارٍّ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (النساء، ۲، مسند احمد، ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"کوئی مرد اور اسی طرح کوئی عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذارتے ہیں۔ پھر ان کے مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت کے ذریعہ ورثار کو نقصان پہنچا دیتے ہیں تو ان دونوں کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد حدیث کے راوی ابوہریرہؓ نے حدیث کے مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی:

"مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ سے لے کر ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ تک"

نیک آدمی بھی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں سے خفا ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ترکہ میں سے انہیں کچھ نہ ملے تو مرتے وقت اپنے سارے مال کے بارے میں ایسی وصیت کر جاتا ہے جس سے یہ کہ ایک وارث یا تمام ورثار محروم ہو جاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبیؐ کی تشریحات کی رو سے اسے حصہ ملنا چاہیے، ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرنے کے باوجود آخر میں جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کے مضمون کی تائید میں جو آیت پڑھی، وہ سورۂ نسار کے دوسرے رکوع میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حصہ داروں کا حصہ مقرر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حصے میت کی وصیت کو اور قرضہ کو ادا کرنے کے بعد ورثار میں تقسیم ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبردار!

وصیت کے ذریعہ ورثاء کو نقصان مت پہنچانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔ اس نے یہ جو قانون بنایا ہے وہ جہالت پر مبنی نہیں ہے بلکہ علم پر مبنی ہے اور اس میں حکمت کام کر رہی ہے، نا انصافی اور ظلم کا شائبہ نہیں ہے، لہٰذا اس قانون کو خوش دلی سے قبول کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول کی بات مانیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے، اور جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کریں گے اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

وراثت سے محروم کرنا

(۱۲۴) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ،

مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(ابن ماجہ، انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دے گا"

وارث کے حق میں وصیت کا جائز نہ ہونا

(۱۲۵) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"کسی وارث کے حق میں مرنے والے کی وصیت جاری نہ ہوگی مگر جب کہ دوسرے ورثاء چاہیں"

وصیت کی آخری حد

(۱۲۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ،

"عَادَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا مَرِيْضٌ فَقَالَ اَوْصَيْتَ ؟

قُلْتُ نَعَمْ،

قَالَ بِكَمْ ؟

قُلْتُ بِمَالِيْ كُلِّهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،

قَالَ فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ ؟

قُلْتُ هُمْ اَغْنِيَاءُ بِخَيْرٍ،

فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ،

فَمَا زِلْتُ اُنَاقِصُهٗ حَتّٰى قَالَ،

اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ۔ (ترمذی)

"سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ:

"میں بیمار تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا کہ "کیا تو نے وصیت کی ہے"؟

میں نے کہا، "ہاں"

حضورؐ نے پوچھا کہ کتنے کی وصیت کی ہے؟

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کی ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ پھر اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟

میں نے کہا، وہ مالدار ہیں، اچھی حالت میں ہیں۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ خدا کی راہ میں اپنے مال کے دسویں حصہ کی وصیت کر۔

سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر کہتا رہا کہ حضورؐ! یہ تو بہت کم ہے کچھ اور بڑھایئے بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اچھا اپنے مال کے تہائی کی وصیت کر دو اور یہ بہت ہے"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والا اپنے مال کے صرف ایک تہائی میں وصیت کر سکتا ہے۔ جس میں اس کو اختیار ہے کہ چاہے کسی مدرسہ یا مسجد کے لیے وقف کرے یا کسی بھی

ضرورت مند مسلمان کے حق میں وصیت کرے۔ اس کو آزادی ہے۔

لیکن مناسب یہ ہے کہ وہ پہلے یہ دیکھے کہ عزیزوں رشتہ داروں میں سے کس کو حصہ نہیں ملا ہے اور اس کی حالت کیسی ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے جس کو قانون کی رو سے وراثت میں حصہ نہیں ملا اور بال بچوں والا ہے اور مالی حالت اچھی نہیں ہے تو اس کے حق میں وصیت کرنا زیادہ باعث ثواب ہوگا۔

(س) سُود و رشوت

سُودی کاروبار میں حصہ لینے والوں پر لعنت

(۱۲۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم،
لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا،
وَمُوْکِلَهٗ،
وَشَاهِدَیْهِ،
وَکَاتِبَهٗ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ:
حضورؐ نے لعنت بھیجی سُود کھانے والے پر،
سُود کھلانے والے پر،
اس کے دونوں گواہوں پر،
اور سود کے لکھنے والے پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی وجہ سے لعنت فرمائیں وہ کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ جان بوجھ کر سود کھانے کھلانے گواہی دینے اور لکھنے والوں پر قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرمائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن آپؐ ایسے لوگوں کے لیے (اگر بلا توبہ مر گئے) شفاعت نہیں بلکہ لعنت فرمائیں گے۔ العیاذ باللہ۔ لعنت کے معنیٰ دھتکار نے اور بھگا دینے کے ہیں۔

راشی و مرتشی پر لعنت

(۱۲۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ۔ (بخاری ومسلم)

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر،

اور رشوت لینے والے پر۔"

(۱۲۹) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ،

وَالْمُرْتَشِیْ فِی الْحُکْمِ۔ (منتقی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

"اللہ کی لعنت ہو، حاکم کو رشوت دینے والے پر،

اور اس حاکم پر بھی جو رشوت لے۔"

"رشوت" اس رقم کو کہتے ہیں جو دوسروں کا حق مارنے کے لیے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کو دی جاتی ہے۔ رہی وہ رقم جو اپنے جائز حق کی وصولیابی کے لیے، باطل نظام حکومت کے بے ایمان کارندوں کو، دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینی پڑتی ہے، جس کے بغیر اپنا حق نہیں نکلتا، اس کی وجہ سے یہ مومن اللہ کے یہاں دھتکارا نہیں جائے گا، انشاء اللہ۔ ایسے حالات شدید تقاضا کرتے ہیں کہ خدا کا دین غالب اور حکمراں ہو۔

مشتبہات سے پرہیز

(۱۳۰) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَۃٌ۔

فَمَنْ تَرَکَ مَا یُشْتَبَہُ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ کَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَکَ،

وَمَنِ اجْتَرَءَ عَلٰی مَا یَشُکُّ فِیْہِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَکَ اَنْ یُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ،

وَالْمَعَاصِیْ حِمَی اللّٰہِ، مَنْ یَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰی، یُوْشِکُ اَنْ یُّوَاقِعَہٗ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہیں،

تو جو شخص مشتبہ گناہ سے بچے گا وہ بدرجۂ اولیٰ کھلے ہوئے گناہوں سے بچے گا۔

اور جو شخص مشتبہ گناہوں کے کر ڈالنے میں جرأت دکھائے گا تو کھلے ہوئے گناہوں میں اس کا پڑ جانا بہت زیادہ متوقع ہے،

اور معصیتیں اللہ کا ممنوعہ علاقہ ہیں (جس کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں، اور اس کے اندر بلا اجازت گھس جانا جرم ہے) جو جانور ممنوعہ علاقہ کے آس پاس چرتا ہے اس کا ممنوعہ علاقہ میں جا پڑنا بہت زیادہ متوقع ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز جس کا نہ تو حرام ہونا قطعی طور پر معلوم ہو اور نہ حلال ہونا صاف صاف معلوم ہو، اس کے بعض پہلو حلال معلوم ہوں اور بعض حرام دکھائی دیتے ہوں، تو مومن کا کام یہ ہے کہ اس کے پاس نہ جائے، اور ظاہر ہے کہ جو مشتبہ چیزوں سے دُور بھاگتا ہو وہ کھلے ہوئے حرام کام کیسے کر سکتا ہے؟

اس کے برعکس جو مشتبہ چیزوں کے ناجائز پہلوؤں کے دیکھنے کے باوجود اسے اختیار کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دل کھلے ہوئے حرام کو اختیار کرنے پر جری اور دلیر ہو جائے گا، اور یہ دل کی نہایت خطرناک حالت ہے۔

تقویٰ کا جوہر

(۱۳۱) عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهِ الْبَأْسُ۔ (ترمذی)

"حضرت عطیہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی شخص اللہ کے متقی بندوں کی فہرست میں نہیں آ سکتا، جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ ایک چیز جو مباح کے درجہ کی ہے جس کے کرنے میں گناہ نہیں ہے لیکن اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے۔ آدمی محسوس کرتا ہے کہ اگر میں اس مباح کی مینڈ پر گشت لگاتا رہوں گا، تو ممکن ہے قدم پھسل جائے اور میں گناہ میں گر پڑوں، اس ڈر سے وہ مباح

سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیتا ہے۔ دل کی یہی وہ حالت ہے جس کو شریعت کی زبان میں تقویٰ کا نام دیا گیا ہے اور ایسا صاحب دل آدمی حقیقتاً متقی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام کی خلاف ورزی سے روکنا مقصود ہوتا ہے وہاں وہ یہ نہیں کہتا کہ "میری مقرر کی ہوئی حدوں کو نہ پھلانگنا" بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ "یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جانا۔"

معاشرت

(۱) نکاح

نکاح کی ترغیب

(۱۳۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم،

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ،

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ (بخاری، مسلم)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی سکت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے، کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو ادھر ادھر آوارہ پھرنے سے اور شہوانی طاقت کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے)۔

اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا، اسے چاہیے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھا کرے"

دیندار بیوی کا انتخاب

(۱۳۳) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم،

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا۔

فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ (متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی بنیاد پر، اس کی خاندانی شرافت کی بنیاد پر، اس کی خوبصورتی کی بنیاد پر، اور اس کے دین کی بنیاد پر، تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو، تمہارا بھلا ہو"

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورت میں یہ چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ کوئی مال دیکھتا ہے، کوئی خاندانی شرافت کا لحاظ کرتا ہے اور کوئی اس کے حسن وجمال کی وجہ سے شادی کرتا ہے اور کوئی اس کے دین کو دیکھتا ہے،

بلکہ حضورؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ اصل چیز جو دیکھنے کی ہے وہ اس کی دینداری اور تقویٰ ہے ویسے اگر اور سب چیزیں بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن دین کو نظر انداز کرنا اور صرف مال و جمال کی بنیاد پر شادی کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بیوی کے انتخاب کا اصل معیار

(۱۳۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ،

"لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ اَنْ يُّرْدِيَهُنَّ،

وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ فَعَسٰى اَمْوَالُهُنَّ اَنْ تُطْغِيَهُنَّ،

وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ،

وَلَاَمَةٌ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ۔ (منتقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ ان کا حسن ان کو تباہ کر دے۔

اور نہ ان کے مالدار ہونے کی وجہ سے شادی کرو، ہو سکتا ہے ان کا مال ان کو طغیان و سرکشی میں مبتلا کر دے،

بلکہ دین کی بنیاد پر ان سے شادی کرو،

اور سیاہ رنگ کی باندی جو دیندار ہو، اللہ کی نگاہ میں گوری خاندانی عورت سے بہتر ہے۔"

فساد کا سبب

(۱۳۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ،

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جب تمہارے پاس شادی کا پیغام کوئی ایسا شخص لائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو،

اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑی خرابی پیدا ہوگی "

یہ حدیث پہلی حدیث کے مضمون کی تائید کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے سلسلہ میں دیکھنے کی چیز دین و اخلاق ہے۔ اگر یہ نہ دیکھا جائے بلکہ مال و جائداد اور خاندانی شرافت ہی دیکھی جائے تو مسلمان معاشرہ میں اس سے بڑی خرابی واقع ہوگی۔ جو لوگ اتنے دنیا پرست بن جائیں کہ دین ان کی نظر سے گر جائے اور مال و جائداد ہی ان کے یہاں دیکھنے کی چیزیں بن جائیں تو ایسے لوگ دین کی کھیتی کو سینچنے کی فکر کہاں کر سکتے ہیں۔ اسی حالت کو حضورؐ نے فتنہ اور فساد کہا ہے۔

خطبۂ نکاح

(۱۳۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ،

عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ، وَذَكَرَ تَشَهُّدَ الصَّلٰوةِ قَالَ،

وَالتَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ "إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ،

قَالَ وَيَقْرَءُ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ، فَفَسَّرَهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ، آل عمران آیت ۱۰۲

اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا،

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد بھی سکھایا اور نکاح کا تشہد بھی ۔ ابن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بتانے کے بعد کہا، اور

نکاح کا تشہد یہ ہے (جو اصل حدیث میں اوپر درج ہوا اور جس کا مفہوم یہ ہے) شکر اور تعریف صرف اللہ کے لیے ہے ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں، ہم اسی سے مغفرت کے طلبگار

ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں کے مقابلہ میں اللہ کی پناہ میں اپنے آپ کو دیتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے (اور ہدایت کے طالب ہی کو وہ ہدایت دیتا ہے) اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے (اور گمراہ صرف اسی کو کرتا ہے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے) اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر تین آیتیں پڑھنے جو سفیان ثوریؒ کی تشریح کے مطابق یہ ہیں:

(۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۰۲)

(۲) یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ (النساء آیت ۱)

(۳) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (ترمذی) (احزاب آیت ۷۰،۷۱)

یہ خطبہ ہے جو نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے، یہاں پر اس کو لانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نکاح صرف خوشی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک معاہدہ ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان طے پاتا ہے کہ ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی اور مددگار بن گئے، (اور یہ معاہدہ کرتے وقت خدا اور خلق دونوں کو گواہ بنایا جاتا ہے۔ اور خطبۂ نکاح کی آیتیں اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کرتی ہیں کہ اگر اس معاہدہ میں شوہر یا بیوی کی طرف سے کوئی خرابی پیدا کی گئی اور اسے ٹھیک سے نباہا نہ گیا تو خدا کا غصہ اس پر بھڑکے گا اور وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔ ان تینوں آیتوں میں اہل ایمان، کو مخاطب کیا گیا اور اللہ کے غصے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے ”اے ایمان والو! اللہ کے غضب سے بچنے کی پوری فکر رکھنا، اور مرتے دم تک خدا کے احکام کی تعمیل میں لگے رہنا“

دوسری آیت کا ترجمہ "اے لوگو! اپنے پالنے والے کی ناراضی سے بچتے رہنا جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، اور پھر ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے، تو ایسے خالق پالنہار کی ناراضی سے ڈرتے رہنا جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہو، اور رشتہ والوں کے حقوق کا لحاظ رکھنا، یاد رکھو اللہ تم پر نگران ہے"

تیسری دونوں آیتوں کا ترجمہ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہنا اور صحیح بات اپنی زبان سے کہنا، تو اللہ تمہارے اعمال کو نیک بنائے گا اور اتفاقاً ہو جانے والے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے وہ بڑی کامیابی پائیں گے"

فرضیت مہر

(۱۳۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ۔

(بخاری، مسلم۔ عقبہ بن عامر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"شرطوں میں سے وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعہ تم عورتوں کی عصمت کے مالک بنے ہو"

قلیل مہر

(۱۳۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ،

اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدَقَۃَ النِّسَاءِ،

فَاِنَّہَا لَوْ کَانَتْ مَکْرُمَۃً فِی الدُّنْیَا وَتَقْوٰی عِنْدَ اللّٰہِ، لَکَانَ اَوْلَاکُمْ بِہَا نَبِیُّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نَکَحَ شَیْئًا مِّنْ نِّسَائِہٖ وَلَا اَنْکَحَ شَیْئًا مِّنْ بَنَاتِہٖ عَلٰی اَکْثَرَ مِنْ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اُوْقِیَّۃً۔ (بخاری)

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا،

اے لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ باندھا کرو،

اس لیے کہ اگر دنیا میں یہ کوئی شرف وعزت کی چیز ہوتی، اور اللہ کی نگاہ میں یہ کوئی متقیانہ فعل ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ حقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

لیکن مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کی شادی کی ہو۔"

حضرت عمرؓ جس چیز سے روک رہے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگ خاندانی شرافت کے غرور کی وجہ سے بھاری بھاری مہر مقرر کر دیتے ہیں جن کا ادا کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا اور پھر وہ ان کے گلے کی پھانس بن جاتی ہے اس لیے حضرت عمرؓ مسلمان خاندانوں اور بستیوں کو اس طرح کی شیخی سے روکتے ہیں اور سادگی کی تعلیم دیتے ہیں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہیں۔

ایک اوقیہ ساڑھے دس تولہ چاندی کے برابر ہوتا ہے۔ خود حضورؐ نے بالعموم جس عورت سے نکاح کیا یا اپنی لڑکیوں کا نکاح کرایا اس سے زیادہ مہر آپؐ نے نہیں باندھا۔ یہ امت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔ رہا اُمّ حبیبہؓ کا مہر جو اس سے بہت زیادہ تھا، تو یہ مہر حبش کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا، اور اسی نے ادا کیا تھا۔ نکاح غائبانہ ہوا تھا۔

معمولی مہر کی افضلیت

(۱۳۹) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهٗ۔ (نیل الاوطار)

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بہترین مہر وہ ہے جو معمولی ہو۔"

یعنی بھاری مہر خاندانوں میں بڑی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ بیوی رہنا نہیں چاہتی اور میاں رکھنا نہیں چاہتے، لیکن طلاق نہیں دیتے اس لیے کہ پھر مہر کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا، جس کا ادا کرنا ان کی برداشت سے باہر ہے۔ نتیجہ یہ کہ گھر دونوں کے لیے جہنم بنا ہوا ہے۔

ولیمہ میں مفلسوں کو دعوت نہ دینا معیوب ہے

(۱۴۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ۔
وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (بخاری مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظرانداز کر دیا جائے۔

اور جس شخص نے دعوت ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے اور جس ولیمہ میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور سوسائٹی کے غریب غربا کو نہ بلایا جائے وہ بُرا ولیمہ ہے، نیز دعوت کو بلا کسی معقول عذر کے ردّ کر دینا سنّت کے خلاف ہے۔

فاسق کی دعوت سے اجتناب

(۱۴۱) نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ۔ (عمران بن حصین مشکوٰۃ)

عمرانؓ بن حصین فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

"فاسق" وہ جو اللہ ورسول کے احکام کو پوری ڈھٹائی سے توڑتا ہے حلال وحرام کا خیال نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کی دعوت میں نہ جانا چاہیے۔ جو شخص دین کی بے عزتی کرتا ہے، اہلِ دین اس کو "عزت بخشنے" کیسے جا سکتے ہیں۔ دوست کا دشمن دوست نہیں ہو سکتا، البتہ اس کی دعوت کو خیرخواہانہ انداز اور مومنانہ زبان میں ردّ کر دے۔

(ب) حقوق العباد

(۱) والدین کے حقوق

والدہ سے حسن سلوک

(۱۴۲) قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ ؟

قَالَ اُمُّكَ،

قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟

قَالَ اُمُّكَ،

قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟

قَالَ اُمُّكَ

قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟

قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ ؟ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ

ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ میرے حسن سلوک

کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے ؟

آپؐ نے فرمایا تیری ماں،

اس نے کہا، پھر کون ؟

آپؐ نے فرمایا تیری ماں،

اس نے کہا، پھر کون ؟

آپؐ نے فرمایا تیری ماں،

اس نے کہا، پھر کون ؟

تو آپؐ نے فرمایا، پھر تیرا باپ، ایک اور روایت کے مطابق آپؐ نے دو بار ماں

کا اور تیسری بار باپ کا ذکر فرمایا اور کہا پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہوں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے یہی بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے، سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے انسان کو والدین کی شکر گذاری کا تاکیدی حکم دیا، اور اس کے فوراً بعد یہ فرمایا کہ" اس کی ماں نے اس کو تکلیف پر تکلیف جھیل کر نو مہینے تک اپنے شکم میں اٹھایا، پھر دو سال تک اپنے خون سے اس کو پالا۔" اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جہاں تک ادب و تعظیم کا سوال ہے باپ زیادہ مستحق ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

خدمت والدین کا صلہ جنت ہے

(۱۴۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ،

قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔

لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کون ذلیل ہو؟ (یعنی یہ جملہ کن لوگوں کے حق میں آپؐ فرما رہے ہیں؟)

آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ان دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔"

والدین کی نافرمانی حرام ہے

(۱۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ،

وَوَاْدَ الْبَنَاتِ،

وَمَنْعًا وَهَاتِ،

وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ،

وَكَثْرَةَ السُّوَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کی ہے ماں باپ کے ساتھ بد سلوکی،

اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا،

اور حرص و بخل،

اور تمہارے لیے اس نے ناپسند کیا ہے بے کار قسم کی گفتگو،

اور زیادہ سوال کرنا اور مال کو برباد کرنا"

سوال زیادہ کرنے سے مراد خواہ مخواہ کی کرید کرنی ہے، اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ آدمی جو بات نہیں جانتا اس کے بارے میں نہ پوچھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس طرح کی کرید نہ کرے جس طرح کی کرید بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرنے کے معاملہ میں کی تھی اور آج بھی اس طرح کی کرید بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں جو دین پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔

موت کے بعد والدین کے حقوق کیا ہیں؟

(۱۴۵) عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ،

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلَمَةَ فَقَالَ،

يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا،

قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا،

وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا،

وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا،

وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔ (ابوداؤد)

"ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ:

"اس اثناء میں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بنو سلمہ کا ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا اس نے کہا کہ،

"اے اللہ کے رسولؐ! ماں باپ کے وفات پا جانے کے بعد ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے جسے میں ادا کروں"؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں! ان کے لیے دعا و استغفار کرو،

اور جو (جائز) وصیت وہ کر گئے ہیں اُسے پورا کرو،

اور والدین سے جن لوگوں کا رشتہ داری کا تعلق ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو،

اور ماں باپ کے "دوست اور سہیلیوں کی عزت اور خاطر داری کرو"

رضاعی ماں کی تعظیم

(۱۴۶) عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ،

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ اَقْبَلَتْ امْرَاَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ،

فَقُلْتُ مَنْ هِیَ،

قَالُوْا هِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ۔ (ابوداؤد)

ابوالطفیلؓ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں دیکھا کہ آپ گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور حضورؐ کے قریب گئی، تو آپؐ نے اپنی چادر بچھادی جس پر وہ بیٹھ گئی،

میں نے پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپؐ کی ماں ہیں جنہوں نے آپؐ کو دودھ پلایا ہے"

مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک

(۱۴۷) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ،

قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ،

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا؟

قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ:

"اس زمانہ میں جب کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوئی تھی (صلح حدیبیہ)، میری ماں (رضاعی ماں) میرے پاس آئی اور وہ ابھی اسلام نہیں لائی تھی بلکہ شرک کی حالت پر تھی،

تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ میں اُسے کچھ دوں تو کیا میں اُسے دے سکتی ہوں؟

آپؐ نے فرمایا، "ہاں تم اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔"

اصل صلہ رحمی

(۱۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیِٔ،

وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔ (بخاری، ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"وہ شخص جو بدلہ میں رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے وہ مکمل درجہ کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے،

کمال درجہ کی صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتہ دار اس کے ساتھ بے تعلقی کریں تو یہ ان کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور ان کا حق دے۔"

مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کے حسنِ سلوک کے جواب میں حسنِ سلوک کرنا یہ کمال درجہ کا حسنِ سلوک نہیں ہے۔ سب سے بڑا صلہ رحمی کرنے والا حقیقتاً وہ شخص ہے کہ رشتہ دار تو اس کو کاٹ رہے ہوں اور وہ ان سے جڑنے کی کوشش کرتا ہو وہ اس کا کوئی حق نہ ادا کریں، پر یہ ان کے سارے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہو، یہ ایک ایسی چیز ہے جو کمال درجہ تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

برائی کے مقابلہ میں بھلائی

(۱۴۹) اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ،
اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنَنِیْ،
وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ،
وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ،
فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ،
وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ۔
(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:
"اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں۔
میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔
میں ان کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں"
آپؐ نے فرمایا، "اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا تو ان کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ ان کے مقابلہ میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔"

(۲) بیویوں کے حقوق

بیوی سے سلوک

(۱۵۰) عَنْ حَکِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ الْقُشَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ،
قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَا حَقُّ زَوْجَۃِ اَحَدِنَا عَلَیْہِ؟
قَالَ اَنْ تُطْعِمَھَا اِذَا طَعِمْتَ،
وَتَکْسُوْھَا اِذَا اکْتَسَیْتَ،
وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ،

وَلَا تُقَبِّحْ،

وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (ابوداؤد)

حکیم ابن معاویہؓ اپنے باپ معاویہؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں (معاویہؓ) نے کہا کہ:

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "کسی شخص کی بیوی کا اس کے شوہر پر کیا حق ہے؟"

آپؐ نے فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اُسے کھلائے،

اور جب تو پہنے تو اُسے پہنائے،

اور اس کے چہرہ پر نہ مارے،

اور اس کو بد دعا کے الفاظ نہ کہے،

اور اگر اس سے ترک تعلق کرنے تو صرف گھر میں کرے۔"

یعنی جیسا تم کھاؤ ویسا ہی اپنی بیوی کو کھلاؤ، اور جس معیار کے کپڑے تم پہنو اسی معیار کا کپڑا اُسے دو۔

آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے نافرمانی اور شرارت ظاہر ہو تو قرآن کی ہدایت کے مطابق پہلے اس کو نرمی سے سمجھائے، اگر اس سے بھی وہ ٹھیک نہ ہو تو گھر میں اپنا بستر الگ کرلے اور بات باہر نہ پہنچنے دے، کیونکہ یہ شرافت کے خلاف ہے۔ اس سے بھی اگر ٹھیک نہ ہو تو پھر اس کو مارا جاسکتا ہے، لیکن چہرہ پر نہیں بلکہ دوسرے حصۂ جسم پر، اور اس میں بھی یہ ہدایت ہے کہ ہڈی کو توڑ دینے والی یا زخمی کردینے والی مار نہ ماری جائے۔

بدزبان بیوی کے ساتھ سلوک

(۱۵۱) عَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ،

اِنَّ لِيْ اِمْرَأَةً فِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ،

قَالَ طَلِّقْهَا،

قُلْتُ اِنَّ لِيْ مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ،

قَالَ فَمُرْهَا، يَقُوْلُ عِظْهَا، فَاِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ،

وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَيَّتَكَ۔ (ابوداؤد)

لقیط ابن صبرۃؓ فرماتے ہیں کہ:
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "میری بیوی بدگو ہے،
تو آپؐ نے فرمایا، "اسے طلاق دے دو"
میں نے کہا کہ "اس سے میرے بچے ہیں، مدّت سے ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں" آپؐ نے فرمایا،
"اُسے نصیحت کرو، اگر اس کے اندر خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی تو وہ تمہاری بات مان لے گی،
اور خبردار اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جیسے تو اپنی لونڈی کو مارتا ہے"

اس حدیث کے آخری ٹکڑے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لونڈیوں کو خوب پیٹو اور بیویوں کو نہ پیٹو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوگ اپنی باندیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس طرح کا معاملہ بیوی کے ساتھ نہ ہونا چاہیے۔

بیوی کو مارنا خوبی نہیں

(۱۵۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ،
فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِھِنَّ فَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ لَیْسَ اُولٰئِکَ بِخِیَارِکُمْ۔ (ابوداؤد۔ ایاس بن عبداللہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اے لوگو! اللہ کی باندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو مت مارو" اس کے بعد حضرت عمرؓ حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ کی اس ہدایت کی وجہ سے شوہروں نے مارنا چھوڑ دیا، تو عورتیں اپنے شوہروں کے سر چڑھ گئیں اور دلیر ہوگئیں،

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت دے دی، اس کے بعد نبیؐ کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں آئیں اور انہوں نے اپنے شوہروں کی مارپیٹ کی شکایت کی تو نبیؐ نے فرمایا،

"میری بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں ایسے لوگ تم میں کے بہتر لوگ نہیں ہیں۔"

بیوی سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش

(۱۵۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ۔

(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

کوئی مومن شوہر اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت نہیں پسند آتی تو دوسری اور عادتیں پسند آئیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ بیوی اگر خوبصورت نہیں ہے یا کسی اور قسم کی کوتاہی اور کمی اس میں پائی جاتی ہے تو اس وجہ سے فوراً اس سے قطع تعلق کا فیصلہ مت کرلو، ایک عورت کے اندر اگر بعض پہلوؤں سے کوئی کمی ہوتی ہے، تو دوسرے اور بہت سے پہلو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ شوہر کے دل پر قبضہ کرلیتی ہے، بشرطیکہ اس کو موقع دیا جائے اور محض اس کی ایک کوتاہی کی بنا پر ہمیشہ کے لیے دل میں نفرت نہ بٹھالی جائے۔

حقوق الزوجین

(۱۵۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ،

اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ،

لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ،

فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ،

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا،
اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا،
فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ،
وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ،
اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ ۔

(ترمذی)

عمرو بن احوص جشمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں فرماتے سنا،
پہلے آپ نے حمد و ثنا فرمائی، پھر اور باتوں کا وعظ کہا۔ پھر فرمایا،
لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ اس لیے کہ وہ تمہارے پاس بمنزلہ قیدی کے ہیں،
ان کے ساتھ سختی صرف اسی شکل میں کی جا سکتی ہے جب کہ ان کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی ظاہر ہو،
اگر وہ ایسا کریں تو ان سے ان کی خوابگاہوں میں قطع تعلق کر لو، اور ان کو اتنا مار سکتے ہو جو سخت و شدید یعنی زخم کرنے والی نہ ہو۔
پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں تو ان کو ستانے کے لیے راستہ مت تلاش کرو۔
سنو! کچھ حقوق تمہاری بیویوں کے تم پر ہیں، اور کچھ تمہارے حقوق ان پر ہیں۔
تمہارا حق ان کے اوپر یہ ہے کہ تمہارے فرش کو ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو،
اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔
سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو ٹھیک سے کھانا اور کپڑا دو۔

بیوی کا نفقہ صدقہ ہے

(۱۵۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ ۔ (متفق علیہ۔ ابو مسعود بدری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:
"جب آدمی اپنے گھر والوں پر آخرت میں اجر پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے"

(۱۵۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،
کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ۔ (ابوداؤد۔ عبداللہ بن عمروؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
"آدمی کو گنہگار کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اُن لوگوں کو ضائع کردے جن کو وہ کھلاتا ہے"

بیویوں کے درمیان عدل کا حکم

(۱۵۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،
قَالَ اِذَا کَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ۔ (ترمذی)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے حقوق میں انصاف اور برابری نہ رکھی ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہو گا"

وہ آدھے دھڑ کے ساتھ اس لیے آئے گا کہ جس بیوی کے حقوق اس نے ادا نہیں کیے وہ اسی کے جسم ہی کا حصہ تو تھی، اپنے جسم کے آدھے حصہ کو دنیا میں کاٹ کر پھینک آیا تھا، پھر قیامت کے دن اس کے پاس پورا جسم کہاں سے ہو گا۔

(۳) شوہر کے حقوق

کون سی عورت جنت میں جائے گی؟

(۱۵۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا،

وَصَامَتْ شَهْرَهَا ،

وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ،

وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا ،

فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ۔ (مشکوٰۃ ۔ انس)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،

"عورت جب کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے ،

اور رمضان کے روزے رکھے ،

اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے ،

اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے ،

تو وہ جنّت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو"

اچھی بیوی کی صفات

(۱۵۹) قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

اَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ ؟

قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهُ اِذَا نَظَرَ ،

وَتُطِيْعُهُ اِذَا اَمَرَ ،

وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ ۔ (نسائی ۔ ابوہریرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ :

"کون سی بیوی سب سے بہتر ہے" ؟

آپ نے فرمایا ، کہ "وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب کہ وہ اس کی طرف دیکھے ،

اطاعت کرے جب وہ اُسے حکم دے ،

اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اختیار کرے جو شوہر کو ناپسند ہو"

"اپنے مال" سے مراد وہ مال ہے جو شوہر نے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اس کے حوالے کر دیا

ہے ۔

نفل عبادت کے لیے شوہر کی اجازت

(۱۶۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ عِنْدَهُ،
فَقَالَتْ زَوْجِي صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ "يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ" وَيُفَطِّرُنِي
إِذَا صُمْتُ، وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ،
قَالَ،
فَسَأَلَهُ، عَمَّا قَالَتْ،
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَّا قَوْلُهَا "يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ" فَإِنَّهَا تَقْرَأُ
بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا،
قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ،
قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا "يُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ" فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُومُ وَأَنَا
رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا أَصْبِرُ،
فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا،
وَأَمَّا قَوْلُهَا "إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ" فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ
قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ،
قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ ۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس ایک عورت آئی اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا،

"میرے شوہر صفوانؓ ابن معطل مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں اور مجھے روزہ توڑنے کے لیے کہتے ہیں جب کہ میں روزہ رکھتی ہوں، اور وہ فجر کی نماز نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج نکل نہیں آتا۔"

ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ صفوانؓ وہیں بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے ان سے ان کی بیوی کی شکایت کے بارے میں پوچھا،

انہوں نے کہا، "اے رسولؐ! نماز پڑھنے پر مارنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ

وہ دو دو سورتیں پڑھتی ہے اور میں اسے منع کرتا ہوں؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک ہی سورت کافی ہے"

صفوانؓ نے پھر کہا کہ "روزہ توڑنے کی شکایت یہ ہے کہ روزہ رکھے چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا"

آپؐ نے فرمایا "کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی"

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ "سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے لیے یہ بات مشہور و معروف ہے ہم نہیں جاگ سکتے جب تک سورج نہ نکل آئے"

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ "اے صفوانؓ جب تم جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو"

اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

(۱) شوہروں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو فرض نماز پڑھنے سے روکیں، البتہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شوہر کی ضروریات کا خیال رکھے اور دین داری کے شوق میں وہ لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھے۔ رہی نفل نماز تو اس میں شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے بغیر اس کی اجازت کے نفل نمازوں میں نہ لگے، اسی طرح نفلی روزہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

(۲) صفوانؓ بن معطل کا حال یہ تھا کہ وہ رات کو لوگوں کے کھیتوں میں پانی دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب رات کا بیشتر حصہ اس طرح کی محنت مزدوری میں لگ جائے تو آدمی ٹھیک وقت سے فجر کے لیے نہیں جاگ سکتا۔ صفوانؓ اونچے درجہ کے صحابی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فجر کی نماز کے بارے میں بے پروائی برتتے رہے، بلکہ ایسا اتفاق سے ہو جاتا ہوگا کہ رات کو دیر میں سوئے اور کسی نے جگایا نہیں اور فجر کی نماز قضا ہو گئی۔ یہی حالت تھی جس کی وجہ سے حضورؐ نے فرمایا کہ اے صفوانؓ! جب تم نیند سے اٹھو تو نماز پڑھ لیا کرو، ورنہ اگر آپؐ کے نزدیک وہ نماز سے بے پروائی اور غفلت برتنے والے ہوتے تو آپؐ ان پر ناراض ہوتے۔

خاوند کی ناشکری

(۱۶۱) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ،

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا فِيْ جَوَارٍ اَتْرَابٍ لِيْ۔ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَقَالَ،

اِيَّاكُنَّ وَكُفْرَ الْمُنْعِمِيْنَ،

قَالَ وَلَعَلَّ اِحْدَاكُنَّ تَطُوْلُ اَيْمَتُهَا مِنْ اَبَوَيْهَا، ثُمَّ يَرْزُقُهَا اللّٰهُ

زَوْجًا وَيَرْزُقُهَا مِنْهُ وَلَدًا،

فَتَغْضَبُ الْغَضْبَةَ فَتَكْفُرُ فَتَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

(الادب المفرد)

حضرت اسماء بن یزید فرماتی ہیں،

میں اپنی کچھ ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ہمارے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

گزرے، تو آپ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا،

تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو۔"

پھر فرمایا "تم عورتوں میں سے کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے

عرصہ تک کنواری بیٹھی رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر دیتا ہے اور اس سے اولاد ہوتی

ہے۔

پھر کسی بات پر غصہ ہو جاتی ہے اور شوہر سے یوں کہتی ہے، "مجھ کو تجھ سے کبھی آرام

نہ ملا، تو نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔"

اس حدیث میں عورتوں کو ناشکری سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ بیماری عام طور پر عورتوں

میں پائی جاتی ہے، اس لیے عورتوں کو اس سے بچنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

بہترین دولت مومن بیوی

(۱۶۲) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ،

لَمَّا نَزَلَتْ "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبہ: ۳۴)

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ،

فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَيُّ

الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ،

فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَقَلْبٌ شَاکِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِیْنُهٗ عَلٰی دِیْنِهٖ ۔ (ترمذی)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ،

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ الخ نازل ہوئی تو،

ہم میں سے بعض نے کہا "سونا چاندی کے جمع کرنے کے سلسلہ میں تو یہ آیت اتری، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جمع کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے تو اس کے جمع کرنے کی سوچیں۔"

آپؐ نے فرمایا، سب سے بہتر ذخیرہ خدا کو یاد کرنے والی زبان اور خدا کے شکر کے جذبہ سے معمور دل اور نیک بیوی ہے جو دین کی راہ پر چلنے میں اپنے شوہر کی مددگار بنتی ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر زبان سے ہونا چاہیے اور وہی ذکر مطلوب ہے جو جذبۂ شکر کے ساتھ کیا جائے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی جو اپنے دین دار شوہر کی تنگیوں اور سختیوں میں صبر کے ساتھ رفاقت کرتی ہے، دین کی راہ پر چلنے میں سہارا بنتی ہے، راستہ کا پتھر نہیں بنتی۔ توحقیقتاً ایسی بیوی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

عورت گھر کی نگران ہے

(۱۶۳) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ،

وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ،

وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِهٖ،

وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِهٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ،

وَفِیْ رِوَایَةٍ وَالْخَادِمُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِهٖ ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

تم میں سے ہر ایک نگران و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے گا ان لوگوں کی بابت جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے۔

امیر بھی نگران ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا،

اور شوہر اپنے گھر والوں کا نگران ہے،

اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے،

تو تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔"

اس حدیث کا یہ ٹکڑا یہاں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے لڑکوں کی نگران ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف کھلانے پلانے ہی کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اس کے دین و اخلاق کی حفاظت و نگرانی بھی اس کے ذمہ ہے، اور بیوی کی ذمہ داری دوگنی ہے۔ وہ شوہر کے گھر اور مال کی نگران تو ہے ہی، اس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمہ داری بھی اس پر ہے۔ کیونکہ شوہر تو معاش کے حصول کے لیے زیادہ تر باہر رہتا ہے اور گھر میں بچے اپنی ماؤں ہی سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں۔ اس لیے بچوں کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کی دوہری ذمہ داری ان کی ماں پر آتی ہے۔

(۴) اولاد کے حقوق

اولاد کی تربیت

(۱۶۴) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُّحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

(جامع الاصول، مشکوٰۃ، سعید بن العاص)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سے سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔"

نماز کی عادت ڈالنا

(۱۶۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ،

وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ،

وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں،

اور نماز کے لیے ان کو مارو جب وہ دس سال کی عمر کے ہو جائیں۔

اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد ان کے بستر الگ کر دو۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا طریقہ سکھانا اور نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارا بھی جا سکتا ہے۔ ان پر یہ واضح کر دینا چاہیے کہ تمہارا نماز نہ پڑھنا ہماری ناراضی کا باعث ہوگا۔ نیز اس عمر کو پہنچنے کے بعد بچوں کا بستر الگ کر دینا چاہیے۔ کئی بچے ایک ساتھ ایک چارپائی پر نہ لیٹیں۔

نیک اولاد — صدقہ جاریہ

(۱۶۶) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ،

قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ،

صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ،

اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ،

اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے،

ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے،

یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔
تیسرے نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرتا رہے۔"

صدقہ جاریہ سے مراد وہ صدقہ ہے جس کا فیض عرصہ تک باقی رہے نہر کھدوا دے یا کنواں کھدوا دے یا مسافروں کے لیے سرائے بنوا دے یا راستہ پر درخت لگوا دے، یا کسی دینی درسگاہ میں کتابیں وقف کر جائے وغیرہ۔ تو جب تک اس کے اس کام سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے اسے ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح وہ کسی کو تعلیم دے یا دینی کتابیں لکھ جائے تو اس کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔

تیسرا عمل جس کا ثواب ملتا رہے گا وہ اس کا اپنا لڑکا ہے جس کو اس نے شروع ہی سے عمدہ تربیت دی ہے اور اس کی کوشش کے نتیجہ میں وہ متقی اور پرہیزگار بنا ہے، تو جب تک یہ لڑکا دنیا میں زندہ رہے گا۔ اس کی نیکیوں کا ثواب اس کے باپ کو ملتا رہے گا۔ مزید یہ کہ وہ چونکہ نیک ہے، اسے لیے وہ اپنے باپ کے حق میں دعائیں کرے گا۔

لڑکیوں کی تربیت کا صلہ

(۱۶۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،
مَنْ اٰوٰی يَتِيْمًا اِلٰی طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ،
وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰی يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ،
فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَتَيْنِ؟
قَالَ اَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً،
وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ كَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ،
قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ؟
قَالَ عَيْنَاهُ۔ (مشکوٰۃ۔ ابن عباس)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے کھانے پینے میں اسے شریک کیا تو یقیناً اللہ نے اس کے لیے جنت واجب کردی، اِلّا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابلِ معافی نہ ہو،

اور جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انہیں تعلیم و تربیت دی اور ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا، یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کردے، تو ایسے شخص کے لیے اللہ نے جنت واجب کردی،

اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اگر دو ہی ہوں ؟ تو

آپؐ نے فرمایا، دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی یہی اجر ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپؐ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔

اور جس شخص سے اللہ نے اُس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! دو بہتر چیزیں کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا اس کی دو آنکھیں۔

اس حدیث میں ایک بات یہ بیان ہوئی کہ اگر کسی شخص کے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو اس کو ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنی چاہیے بلکہ ان کی پوری سرپرستی کرنی چاہیے۔ ان کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ مہربانی اور لطف و کرم کا سلوک اس وقت تک کرنا چاہیے جب تک ان کی شادی نہ ہوجائے۔ جو شخص ایسا کرے گا حضورؐ اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک بھائی ہے جس کی چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں تو اسے بھی اپنی ان بہنوں کو وبالِ جان نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ان کا پورا خرچ برداشت کرنا چاہیے اور ان کو علم و دین داری کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے اور شادی ہونے تک رحمت کا سلوک کرنا چاہیے۔

بیٹی کی تکریم و تربیت کا بدلہ

(۱۶۸) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ،

مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا

یَعْنِی الذُّکُوْرَ،

اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ۔ (ابوداؤد، ابن عباس)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقہ پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دی،

تو اللہ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔"

بیٹی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے

(۱۶۹) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ،

جَاءَتْنِیْ اِمْرَأَۃٌ وَّمَعَہَا اِبْنَتَانِ لَہَا تَسْأَلُنِیْ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ، فَاَعْطَیْتُہَا اِیَّاہَا، فَقَسَمَتْہَا بَیْنَ ابْنَتَیْہَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْہَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ،

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ ہٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْہِنَّ کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ:

"میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگنے کے لیے آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا، وہی میں نے اسے دے دی۔ اس نے اس کھجور کو ان دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔

اس کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے اُس عورت کا حال بیان کیا کہ باوجود بھوکی ہونے کے اس نے اپنے اوپر اپنی دو بچیوں کو ترجیح دی،

آپؐ نے فرمایا کہ "جس شخص کو ان بچیوں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے

ان بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔"
یعنی جس شخص کو اللہ صرف لڑکیاں ہی دیتا ہے وہ بھی عطیۂ خداوندی ہوتی ہیں اور اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ والدین ان بچیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں جو نہ انہیں کما کر دینے والی ہیں اور نہ خدمت کیلیے ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی ہیں، پھر بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو یہ اپنے والدین کی بخشش کا سبب بنیں گی۔

اولاد میں انصاف

(۱۷۰) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ،
اِنِّىْ نَحَلْتُ اِبْنِىْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِىْ،
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟
فَقَالَ لَا،
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَارْجِعْهُ،
وَفِىْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟
قَالَ لَا،
قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِىْ اَوْلَادِكُمْ،
فَرَجَعَ اَبِىْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ،
وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِىْ اِذًا، فَاِنِّىْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ،
وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِى الْبِرِّ سَوَاءً؟
قَالَ بَلٰى،
قَالَ فَلَا اِذًا۔ (بخاری، مسلم)

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے والد (بشیرؓ) مجھے لیے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا،
"اے اللہ کے رسولؐ! ایک غلام میرے پاس تھا میں نے اس لڑکے کو بخش دیا،
آپؐ نے پوچھا، "کیا اپنے سب لڑکوں کو دیا ہے"؟
انہوں نے کہا "نہیں"

تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس غلام کو تو واپس لے لے"
ایک دوسری روایت میں یہ ہے "کیا تو نے اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا "نہیں"
تو آپؐ نے فرمایا، "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری و مساوات کا معاملہ کرو"
میرے باپ گھر آئے اور اس صدقہ (غلام) کو واپس لے لیا۔
ایک دوسری روایت میں یہ ہے۔ "آپؐ نے فرمایا تو پھر تو مجھے گواہ مت بنا، میں ظلم کا گواہ نہ بنوں گا"
ایک تیسری روایت میں یہ ہے "آپؐ نے فرمایا،
"کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ سب لڑکے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں؟
میرے باپ نے کہا "ہاں"
آپؐ نے فرمایا "پھر ایسا مت کرو"
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے ورنہ یہ جوروظلم ہوگا۔ نیز اگر ایسا کیا گیا تو ان کے دل آپس میں پھٹیں گے، اور جن بچوں کو نہیں دیا گیا ہے ان کے دل میں باپ کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔

اولاد پر خرچ کرنا

(۱۷۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ،
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ اَجْرٌ لِّیْ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْھِمْ وَلَسْتُ بِتَارِکَتِھِمْ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا اِنَّمَا ھُمْ بَنِیَّ،
فَقَالَ نَعَمْ لَکِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْھِمْ۔ (بخاری مسلم)
"حضرت اُمِّ سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ:
"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "کیا مجھے ثواب ملے گا ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے، اور میں انہیں اس طرح محتاج اور دربدر مارے پھرنے کے لیے چھوڑ نہیں

سکتی، وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں"

آپؐ نے فرمایا کہ "ہاں جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا"

اُمّ سلمہؓ کے پہلے شوہر کا نام ابوسلمہؓ ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں آگئی تھیں، اس لیے ابوسلمہؓ سے جو ان کے بچے پیدا ہوئے تھے اُن کے بارے میں پوچھا۔

بہترین صدقہ : بے سہارا بیٹی کی کفالت

(۱۷۲) اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ،

اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ،

اِبْنَتُکَ مَرْدُوْدَۃً اِلَیْکَ لَیْسَ لَہَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ ۔(ابن ماجہ۔ سراقہ بن مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

"میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟

وہ تیری بیٹی ہے جو تیرے پاس لوٹا دی گئی ہے اور اس کو کوئی تیرے سوا کما کر کھلانے والا نہیں ہے"

یعنی ایسی لڑکی جس کی بدصورتی یا جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی یا شادی کے بعد طلاق مل گئی ہے اور تمہارے سوا اس کو کھلانے پلانے والا نہیں ہے تو اس پر جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ اللہ کی نگاہ میں بہترین صدقہ ہوگا۔

یتیم بچّوں کی پرورش کے لیے نکاح ثانی سے پرہیز

(۱۷۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنَا وَامْرَاَۃٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ کَہَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَوْمَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ اِلَی الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃِ،

اِمْرَاَۃٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِہَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ،

حَبَسَتْ نَفْسَہَا عَلٰی یَتَامَاہَا حَتّٰی بَانُوْا اَوْمَاتُوْا۔(ابو داؤد۔ عوف بن مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ،

"میں اور جھلسے ہوئے چہرے والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے (یزید بن زریع نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اپنی بیچ کی انگلی اور کلمۂ شہادت

کی انگلی کی طرف اشارہ کیا)۔

یعنی وہ عورت جس کا شوہر مرگیا اور وہ خاندانی شرافت اور ذاتی حسن و جمال رکھتی ہے، لیکن اس نے اپنے مرنے والے شوہر کے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو نکاح سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہوئے یا مر گئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت رانڈ ہو جائے اور اس کے چھوٹے بچے ہوں اور لوگ اس سے شادی کرنے کی طرف مائل بھی ہوں لیکن وہ اپنے ان یتیم بچوں کی پرورش کی خاطر شادی نہیں کرتی اور عزت و پاکدامنی کے ساتھ زندگی گذارتی ہے تو ایسی عورت کو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

(۵) یتیم کے حقوق

یتیم کی کفالت

(۱۷۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔ (بخاری، سعل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"میں اور یتیم کا سرپرست نیز دوسرے محتاجوں کا سرپرست، ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔"

یعنی یتیموں کی سرپرستی کرنے والے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں گے اور یہ بشارت صرف یتیم ہی کے سرپرست کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو لاچار اور محتاج لوگوں کی سرپرستی کرتا ہے۔

بہترین اور بدترین گھر

(۱۷۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ،
وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ۔ (ابن ماجہ۔ ابو ہریرہؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا،

"مسلمانوں کے گھروں میں سے سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے،

اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو"

یتیم کی سرپرستی کے اخلاقی فوائد

(۱۷۶) إِنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهِ قَالَ،
اِمْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ وَأَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔ (مشکوٰۃ۔ ابو ہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی اکرمؐ سے اپنے قلب کی قساوت اور سختی کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ

"یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر اور مسکینوں کو کھانا کھلا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی سنگدلی کا علاج کرنا چاہے تو عملاً شفقت و رحمت کا کام کرنا شروع کر دے۔ ضرورت مند اور بے یار و مددگار لوگوں کی ضرورت پوری کرے اور ان کے کاموں میں ان کی مدد کرے تو اس کی یہ سنگدلی، رحم دلی سے بدل جائے گی۔

کمزوروں کے حقوق

(۱۷۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،
اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ الْيَتِيْمِ وَالْمَرْأَةِ۔ (نسائی۔ خویلد بن عمروؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا،

اے میرے اللہ! میں دو کمزور قسم کے لوگوں کے حق کو محترم قرار دیتا ہوں یعنی یتیم اور بیوی کے حق کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ اندازِ کلام بڑا ہی مؤثر ہے جس کے ذریعہ آپؐ نے لوگوں کو یہ ہدایت دی کہ یتیموں اور بیویوں کے حقوق کا احترام کرو۔ اسلام سے پہلے کی عرب دنیا میں یہ دونوں سب سے

زیادہ مظلوم تھے۔ یتیموں کے ساتھ عام طور پر برا سلوک کیا جاتا اور ان کی حق ماری کی جاتی۔ اسی طرح عورت کا بھی کوئی مقام نہ تھا۔

مالِ یتیم میں کفیل کا حق

(۱۷۸) اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ،

اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَیْسَ لِیْ شَیْئٌ وَّلِیْ یَتِیْمٌ،

فَقَالَ کُلْ مِنْ مَّالِ یَتِیْمِکَ غَیْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَأَثِّلٍ۔

(ابوداؤد)

ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا،

"میں محتاج ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میری سرپرستی میں ایک (صاحبِ جائداد) یتیم ہے (تو کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتا ہوں)" آپ نے فرمایا،

"ہاں تم اپنے یتیم کے مال میں سے کھا سکتے ہو بشرطیکہ اسراف نہ کرو اور جلد بازی سے کام نہ لو، اور نہ اپنی جائداد بنانے کی فکر کرو۔"

یعنی اگر کسی یتیم کا سرپرست مالدار ہے تو اس کو قرآن کی ہدایت کے مطابق کچھ نہ لینا چاہیے، لیکن اگر وہ غریب ہے اور یتیم صاحبِ جائداد ہے تو یہ اس کے مال کی حفاظت کرے گا، اس کو بڑھانے کی کوشش کرے گا اور اس میں سے اپنا خرچ لے گا۔ لیکن اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کے مال کو اس کے جوان ہونے سے پہلے جلدی جلدی ہضم کر جائے۔ نیز وہ یتیم کے مال سے اپنی جائداد نہیں بنا سکتا۔ خدا سے نہ ڈرنے والے بے ایمان لوگ یتیموں کے مال کو ہوشیاری کے ساتھ اپنی جائداد بنا لیتے ہیں یا اس کے بڑے ہونے سے پہلے اس کی پوری جائداد کو کھا پی کر اڑا دیتے ہیں۔

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے مال کے سلسلے میں یہی ہدایت دی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے فرمایا وَلَا تَاْکُلُوْھَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّکْبَرُوْا وَمَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء آیت ۶) اور یتیموں کے مال نہ کھاؤ فضول خرچی کے ساتھ اور جلدی کرتے ہوئے ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے، اور جو مالدار ہو تو اس کو چاہیے کہ

یتیم کا مال کھانے سے بہت بچے اور جو غریب ہو تو اس کو یتیم کے مال میں سے دستور کے مطابق کھانا چاہیے۔

زیر سرپرستی یتیم کو ڈانٹنا

(۱۷۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ،

"یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مِمَّا اَضْرِبُ یَتِیْمِیْ؟

قَالَ مِمَّا کُنْتَ ضَارِبًا مِّنْہُ وَلَدَکَ غَیْرَ وَاقٍ مَالَکَ بِمَالِہٖ وَلَا مُتَاَثِّلًا مِنْ مَّالِہٖ مَالًا۔ (معجم طبرانی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:

"کن وجوہ سے میں اس یتیم کو مار سکتا ہوں جو میری سرپرستی میں ہے؟

آپؐ نے فرمایا، جن وجوہ سے تم اپنی حقیقی اولاد کو مار سکتے ہو۔ خبردار اپنے مال کو بچانے کی خاطر اس کا مال برباد نہ کرنا اور اس کے مال سے اپنی جائداد نہ بنانا۔"

اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں مارا جا سکتا ہے، اسی طرح یتیم کو بھی دین اور تہذیب و شائستگی سکھانے کے سلسلہ میں مارا جا سکتا ہے۔ بلا وجہ بات بات پر بچوں کی پٹائی کرنا حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اور یتیم کو مارنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔

(۶) مہمان کے حقوق

مہمان نوازی ایمان کا تقاضہ ہے

(۱۸۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ۔

(بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے مہمانوں کی خاطر داری کریں۔"

مہمان نوازی کی مدّت

(۱۸۱) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ،

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ،

جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَۃٌ،

وَالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ لَہٗ صَدَقَۃٌ،

وَلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُحْرِجَہٗ ۔ (بخاری، مسلم، خویلد بن عمروؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کریں۔

پہلا دن انعام وعطیہ کا دن ہے جس میں مہمان کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا چاہیے، اور مہمانی تین دن تک ہے (یعنی دوسرے اور تیسرے دن اس کی مہمانی میں تکلّف کرنا اخلاقاً ضروری نہیں) اس کے بعد جو کچھ وہ کرے گا وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔

اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے میزبان کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اس کو ضیق اور پریشانی میں مبتلا کردے۔"

اس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کو ہدایت دی گئی ہے، میزبان کو اس بات کی وہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔ خاطر کرنے کا مطلب صرف کھلا پلا دینا نہیں ہے بلکہ ہنس کر بولنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا سبھی کچھ مراد ہے۔ اور مہمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب کسی کے یہاں بطور مہمان کے جائے تو وہیں دھرنا مار کر بیٹھ نہ جائے کہ اس سے میزبان پریشانی میں پڑ جائے۔

مسلم کی ایک روایت اس حدیث کی اچھی طرح تشریح کرتی ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا کہ "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس قیام کرے یہاں تک کہ اس کو پریشانی میں مبتلا کردے، لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! وہ کس طرح اس کو پریشانی میں مبتلا کردے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا، اس طرح کہ وہ وہیں اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس میزبانی

کے لیے کچھ نہ ہو۔

(۷) پڑوسیوں کے حقوق

اذیتِ ہمسایہ منافیٔ ایمان ہے

(۱۸۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ،

قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا کی قسم وہ ایمان نہیں رکھتا،

پوچھا گیا "اے اللہ کے رسولؐ! کون ایمان نہیں رکھتا؟"

فرمایا کہ "وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے"

پڑوسی کا مقام

(۱۸۳) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ۔

(متفق علیہ۔ عائشہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جبریلؑ مجھ کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے،

یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنا دیں گے"

مومن کا پڑوسی بھوکا نہ رہے

(۱۸۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ،

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ۔

(مشکوٰۃ)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ:
"وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہو بھوکا رہے۔"

پڑوسیوں کی خبر گیری

(۱۸۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا،
"اے ابوذرؓ! جب تو شوربا پکائے تو کچھ پانی زیادہ کردے اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کر۔"

پڑوسیوں کے مابین ہدیوں کی اہمیت

(۱۸۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔
(بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
"اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ ایک بکری کی کھُری ہی کیوں نہ ہو۔"

عورتوں کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ کوئی معمولی چیز اپنی پڑوسن کے گھر بھیجنا پسند نہیں کرتیں ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کے یہاں کوئی اچھی چیز بھیجیں، اسی لیے آپؐ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ معمولی سے معمولی ہدیہ بھی اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیجو، اور جن عورتوں کے پاس پڑوس سے ہدیہ آئے اور وہ معمولی ہو تو انہیں محبت سے لے لینا چاہیے، اس کو نہ تو حقیر سمجھیں اور نہ تنقید کریں۔

—

مستحق ترین پڑوسی

(۱۸۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ،

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ؟

قَالَ إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:

"میرے دو پڑوسی ہیں تو ان میں سے کس کے یہاں ہدیہ بھیجوں"؟

آپؐ نے فرمایا" اس پڑوسی کے یہاں جس کا گھر تیرے گھر سے زیادہ قریب ہو"

پڑوسی کے ساتھ احسان کا رویہ

(۱۸۸) قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ،

فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهُ إِذَا حَدَّثَ،

وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا اؤْتُمِنَ،

وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ۔ (مشکوٰۃ۔ عبدالرحمٰن بن ابی قراد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کریں، تو اس کو چاہیے کہ،

جب وہ گفتگو کرے تو سچ بولے،

اور اس کے پاس جب امانت رکھی جائے، تو اپنے پاس رکھی گئی امانت کو مالک

کے پاس بحفاظت لوٹائے اور

اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے"

پڑوسی کے ساتھ سلوک کا نتیجہ، جنت یا جہنم

(۱۸۹) قَالَ رَجُلٌ،

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا

وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا،

قَالَ هِيَ فِي النَّارِ،

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا،

قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (مشکوٰۃ، ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

"فلاں عورت بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتی، نفل روزے رکھتی، اور صدقہ کرتی ہے اور اس لحاظ سے وہ مشہور ہے۔ لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہونچاتی ہے۔"

آپؐ نے فرمایا کہ "وہ جہنم میں جائے گی۔"

اس آدمی نے پھر کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! فلاں عورت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کم نفل روزے رکھتی ہے اور بہت کم نفل نماز پڑھتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہونچاتی۔

آپؐ نے فرمایا کہ "یہ جنت میں جائے گی۔"

پہلی عورت جہنم میں اس لیے جائے گی کہ اس نے بندوں کے حق مارے ہیں۔ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اسے ایذا نہ دی جائے اور اس نے یہ حق ادا نہ کیا اور دنیا میں اس نے اپنے پڑوسی سے معافی بھی نہیں مانگی۔ اس لیے اسے جہنم ہی میں جانا چاہیے۔

قیامت کا پہلا مقدمہ — پڑوسیوں کا جھگڑا

(۱۹۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ۔ (مشکوٰۃ۔ عقبہ بن عامرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"قیامت کے دن جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔"

یعنی قیامت میں حقوق العباد کے سلسلہ میں سب سے پہلے خدا کے سامنے وہ دو شخص پیش

ہوں گے جو دنیا میں ایک دوسرے کے پڑوسی رہے اور ایک نے دوسرے کو ستایا اور ظلم کیا۔ ان دونوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا۔

(۸) فقراء و مساکین کے حقوق

مفلسوں کے ساتھ خدا کا تعلق

(۱۹۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ،

قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟

قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّہٗ اِسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْہُ؟ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَہٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ،

یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ،

قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟

قَالَ اسْتَسْقَاکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِہٖ اَمَا اِنَّکَ لَوْ سَقَیْتَہٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ۔ (مسلم، ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"اللہ عزّوجلّ قیامت کے دن کہے گا،" اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے نہیں کھلایا"

تو وہ کہے گا کہ" اے میرے رب! میں تجھے کیوں کر کھلاتا جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے،

اللہ کہے گا،" کیا تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کو کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے یہاں پاتا۔

"اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا"

تو وہ کہے گا کہ "اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا جب کہ تو خود رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا کہ "میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے

پانی نہیں دیا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو تو وہ پانی میرے یہاں پاتا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا بڑے اجر و ثواب کا کام

ہے اور اس سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

بھوکے کو کھانا کھلانا

(۱۹۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا۔ (مشکوٰۃ، انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"بہتر صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھلائے"

سائل کے ساتھ سلوک

(۱۹۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"سائل کو کچھ دے کر واپس کرو اگرچہ جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو"

مطلب یہ ہے کہ غریب محتاج اگر تمہارے دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ مت لوٹاؤ،

کچھ نہ کچھ اسے دے دو اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی چیز ہو۔

ہمدردی کا مستحق مسکین

(۱۹۴) قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ

وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ،

وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ

فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ

وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دروازے کا چکر لگاتا ہے اور ایک لقمہ دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجورلے کر لوٹتا ہے،

بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اتنا مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے اور اس کی غربت کو لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں،

اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے"

اس حدیث کے ذریعہ اُمت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تم کو سب سے زیادہ تلاش ایسے غریبوں کی ہونی چاہیے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن وہ غیرت و شرافت کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور مسکینوں کا سا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

مسکین و بیوہ کی نگہداشت کی فضیلت

(۱۹۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ،

وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ۔

(بخاری، مسلم ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"بیواؤں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو خدا کی راہ میں جنگ کرتا ہے،

اور اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر خدا کے حضور کھڑا رہتا ہے تھکتا نہیں ۔ اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو دن کو کھاتا نہیں برابر روزے رکھتا ہے۔

(۹) خادموں کے حقوق

(۱۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُهٗ وَکِسْوَتُهٗ وَلَا یُکَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ۔

(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے، جس کو وہ سہار سکتا ہو۔"

اصل حدیث میں مملوک کا لفظ آیا ہے جس سے مراد غلام اور باندی ہیں، جو اسلام سے پہلے عرب سوسائٹی میں پائے جاتے تھے۔ لوگ ان باندیوں کے ساتھ حیوانات سے بدتر سلوک کرتے، انہیں نہ تو ٹھیک سے کھانا دیتے، اور نہ کپڑے پہناتے، اور ناقابل برداشت حد تک ان سے کام لیتے۔

جب اسلام آیا تو اس وقت یہ طبقہ موجود تھا۔ آپؐ نے مسلمان سوسائٹی کو یہ ہدایت کی کہ ان کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کرو۔ ان کو وہی کچھ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ کپڑے پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور ان سے صرف اتنا ہی کام لو جتنا ان کے بس میں ہو۔

ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہیے جس کا شب و روز آپ کے پاس گزرتا ہے۔ خادموں کے ساتھ سلوک کے سلسلہ میں ابو قلابہؓ کی یہ روایت پڑھیے: ابو قلابہؓ کہتے ہیں، حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گورنری کے زمانہ میں ایک آدمی گیا، اس نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ پوچھا یہ کیا؟ حضرت سلمانؓ نے کہا، ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ ناپسند ہے کہ اس کے اوپر دونوں کاموں کا بار ڈال دیں۔

خدام کا طعام و لباس کیسا ہو؟

(۱۹۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِخْوَانُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ،

فَمَنْ جَعَلَ اللهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاكُلُ ،
وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ،
وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ ،
فَاِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ ۔ (بخاری مسلم ۔ ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،

"لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں انہیں اللہ نے تمہارے تصرّف میں دے رکھا ہے ،
تو جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے کسی کے قبضہ و تصرف میں دے رکھا ہو تو اس کو چاہیے کہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے ،
اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے ،
اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو
اور اگر اس پر کسی ایسے کام کا بوجھ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اُسے نہ کر پا رہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے ۔"

کھانے میں خادم کی شرکت

(۱۹۸) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهٖ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَاكُلْ ،
فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ ۔ (مسلم ، ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے ، پھر اُسے اس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے تو مالک کو چاہیے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے ،

اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک لقمہ یا دو لقمہ اُس میں سے اس کے ہاتھ میں کر دے۔"

خادموں کے ساتھ حسنِ سلوک

(۱۹۹) عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ،

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَیَتَامٰی؟

قَالَ نَعَمْ فَاَکْرِمُوْھُمْ کَکَرَامَۃِ اَوْلَادِکُمْ وَاَطْعِمُوْھُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

لوگوں نے پوچھا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے ہم کو نہیں بتایا ہے کہ اس اُمت میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے۔"

آپؐ نے فرمایا، "ہاں میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے، پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح ان کی خاطر کرو،

اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔"

غلام کو مارنے کی ممانعت

(۲۰۰) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَبَ لِعَلِیٍّ غُلَامًا فَقَالَ،

لَا تَضْرِبْہُ فَاِنِّیْ نُھِیْتُ عَنْ ضَرْبِ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ وَقَدْ رَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ۔ (مشکوٰۃ، ابو امامہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو ایک غلام بخشا، اور فرمایا،

"اسے مارنا مت، کیوں کہ مجھے نمازی کو مارنے سے منع کیا گیا ہے، اور میں نے

اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

(۱۰) رفقائے سفر کے حقوق

لوگوں کی خدمت کرنے میں مسابقت

(۲۰۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ،
فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ،
لَمْ يَسْبِقُوْهُ بِعَمَلٍ إِلَّا الشَّهَادَةَ۔ (مشکوٰۃ۔ سہل بن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"قوم کا سردار اُن کا خادم ہوتا ہے،
تو جو شخص لوگوں کی خدمت کرنے میں سبقت لے جائے،
تو لوگ اس سے کسی عمل کی بدولت نہیں بڑھ سکتے بجز شہادت کے۔"

یعنی جو شخص کسی قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہو چاہیے کہ ان کی خدمت کرے، ان کی ضروریات کا لحاظ رکھے اور ان کو ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اس نیکی سے بڑھ کر اگر کوئی اور نیکی ہو سکتی ہے تو یہ کہ آدمی خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے شہادت پائے۔

زائد از ضرورت چیزیں رفیقِ سفر کو دینا

(۲۰۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ فَجَعَلَ یَصْرِفُ وَجْهَهٗ یَمِیْنًا وَّ شِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ،
وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ،
قَالَ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ

لِاَحَدٍ مِّنَّا فِی الْفَضْلِ۔ (مسلم)

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ ہم سفر میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار آیا تو اس نے دائیں بائیں مُڑ مُڑ کر دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس شخص کے پاس کوئی زائد سواری ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنی سواری اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔

اور جس شخص کے پاس زائد کھانا ہو تو اسے ان لوگوں کو دے دینا چاہیے جن کے پاس کھانا نہیں ہے۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے مال کی بہت ساری قسمیں گن ڈالیں، یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت مال میں کوئی حق نہیں ہے۔"

آنے والے نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، کیونکہ دراصل وہ ضرورت مند تھا۔ چاہتا تھا کہ لوگ اس کی مدد کریں۔

شیطان کے گھر اور سواریاں

(۲۰۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

تَکُوْنُ اِبِلٌ وَبُیُوْتٌ لِّلشَّیَاطِیْنِ،

اَمَّا اِبِلُ الشَّیَاطِیْنِ فَقَدْ رَاَیْتُھَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَّعَہٗ قَدْ اَسْمَنَھَا فَلَا یَعْلُوْا بَعِیْرًا مِّنْھَا وَیَمُرُّ بِاَخِیْہِ قَدِ انْقَطَعَ بِہٖ فَلَا یَحْمِلُہٗ، وَاَمَّا بُیُوْتُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَمْ اَرَھَا۔

(ابو داؤد، سعید بن ابی ہند عن ابی ہریرہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

کچھ اونٹ شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں، کچھ گھر شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں۔

شیطانوں کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں تم میں سے کوئی اپنے ساتھ بہت سی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے اور انہیں خوب موٹا تازہ کر رکھا ہے اور ان میں سے کسی پر چڑھتا

نہیں؛ اور وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جو بغیر سواری کے ہے، تو اُسے اپنی اونٹنیوں پر سوار نہیں کرتا۔

اور رہے شیطانوں کے گھر تو انہیں میں نے نہیں دیکھا۔"

"شیطانی گھروں" سے مراد وہ مکانات ہیں جنہیں لوگ بلا ضرورت بناتے ہیں محض اپنی مالداری کے دکھاوے کے لیے۔ نہ تو وہ لوگ ان میں رہتے ہیں اور نہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کو رہنے کے لیے دیتے ہیں۔ اسلام دولت کی اس قسم کی نمائش کو پسند نہیں کرتا۔ حضورؐ نے ایسے مکانات نہیں دیکھے کیونکہ اُس زمانہ میں ایسے نمائشی لوگ نہیں تھے، البتہ بعد میں ہمارے بزرگوں نے ایسے مکانات دیکھے اور ہم بھی اپنے زمانہ کے دولتمند مسلمانوں کے یہاں ایسے نمائشی مکانات دیکھ رہے ہیں۔

راستہ روکنے کی مذمت

(۲۰۴) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ،

غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيْقَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ فِي النَّاسِ،

اَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ الطَّرِيْقَ فَلَا جِهَادَ لَهٗ۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا،

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک غزوہ میں گئے لوگوں نے قیام گاہ کی جگہوں کو تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا۔ حضورؐ نے ایک آدمی بھیج کر اعلان کرایا کہ،

جو شخص قیام گاہ میں تنگی پیدا کرے یا راستہ بند کرے گا تو اس کو جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی قیام گاہ کو وسیع و کشادہ کر دیا تھا اور پھیل کر ٹھیرے تھے، جس کے نتیجے میں چلنے والوں کو دشواری پیدا ہو سکتی تھی، اس لیے حضورؐ نے یہ اعلان کرایا۔ جو لوگ سفر میں نکلیں اور ان کا یہ سفر نیکی کا سفر ہو تو ان کو چاہیے کہ پھیل کر قیام نہ کریں بلکہ صرف بقدر ضرورت ہی جگہ لیں۔ ایسا نہ کریں کہ دوسرے رفیقوں کو جگہ نہ ملے یا آنے جانے میں ان کو زحمت ہو۔

(۱۱) بیمار کی عیادت

عیادت اور تعلق باللہ

(۲۰۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ،

قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ؟

قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْہُ،

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَّہٗ لَوَجَدْتَّنِیْ عِنْدَہٗ۔ (مسلم۔ ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ عزّوجل قیامت کے دن کہے گا، اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو تُو نے میری عیادت نہیں کی۔

تو وہ کہے گا،" اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو رب العالمین ہے۔

تو اللہ فرمائے گا، کیا تجھے علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی،

کیا تجھے خبر نہ تھی کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو اس کے پاس مجھے پاتا۔"

عیادت سے مراد صرف کسی مریض کے یہاں چلا جانا اور مزاج پرسی کرنا ہی نہیں ہے بلکہ بیمار کی حقیقی اور اصل عیادت یہ ہے کہ اگر وہ غریب ہو تو اس کے لیے دوا دارو کا انتظام کیا جائے۔ یا غریب تو نہیں ہے پر کوئی وقت پر دوا لانے اور پلانے والا نہیں ہے تو اس کی فکر کی جائے۔

مریض، بھوکے اور قیدی سے حسنِ سلوک

(۲۰۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

عُوْدُوا الْمَرِيْضَ،

وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ،

وَفُكُّوا الْعَانِيَ۔ (بخاری۔ ابو موسیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بیمار کی عیادت کرو،

اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ،

اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔"

غیر مسلم کی عیادت

(۲۰۷) كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ،

فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ،

فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (بخاری، انس رض)

"ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑا تو حضورؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے کہا کہ تو "اسلام لے آ۔"

اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس تھا۔

اس نے کہا کہ "تو ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا کر۔"

چنانچہ وہ اسلام لایا۔ اس کے بعد حضورؐ اس کے یہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے "شکر ہے اللہ کا جس نے جہنم سے اسے بچا لیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے دوست اور دشمن سب ہی واقف تھے، اور تمام یہودی آپؐ کے دشمن نہ تھے۔ اس یہودی کو حضورؐ سے ذاتی تعلق تھا اس لیے اُس نے اپنے لڑکے کو حضورؐ کی خدمت کے لیے بھیج دیا تھا۔

عیادت کے آداب

(۲۰۸) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ،

مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيضِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ،

"مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شور و شغب نہ کرنا اور کم بیٹھنا سنّت ہے۔"

یہ ہدایت عام بیماروں کے لیے ہے، لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار پڑے اور اُسے اندازہ ہو کہ وہ اس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے تب وہ بیٹھا رہ سکتا ہے۔

(۱۲) مسلمان کا حق مسلمان پر

جان و مال کی حرمت

(۲۰۹) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ،

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟

قَالُوْا نَعَمْ!

قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا، وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ،

انْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

(بخاری۔ ابن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے آخری حج میں (جس کے بعد آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے) اُمّت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"سنو! اللہ نے تمہارا خون اور مال و آبرو محترم قرار دیا ہے، جس طرح تمہارا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ سنو کیا میں نے تم کو پہنچا دیا؟

لوگوں نے کہا ہاں آپؐ نے پہنچا دیا۔
آپؐ نے فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے اُمت کو پیغام پہنچا دیا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا،
"سنو، دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو"

مسلمان کی خیر خواہی

(۲۱۰) عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ،
بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ،
عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔
(بخاری، مسلم)

"جریر ابن عبد اللہؓ فرماتے ہیں،
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی،
نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر"

بیعت کے اصلی معنی بیچ دینے کے ہیں۔ یعنی آدمی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے در اصل وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ میں پوری زندگی اس عہد کو نبا ہوں گا۔ حضرت جریرؓ نے حضورؐ سے تین باتوں کا عہد کیا۔ نماز کو اس کے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا، اور تیسری بات یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ کرنا، ان کے ساتھ رحمت و شفقت اور خیر خواہانہ معاملہ کرنا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اُمت مسلمہ کے افراد کو آپس میں کس طرح رہنا ہے۔

مسلمانوں میں باہمی رحمت و مودت

(۲۱۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،
تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ
اِذَا اشْتَکٰی عُضْوًا تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی۔
(بخاری، مسلم۔ نعمان بن بشیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے، اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے
میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ
اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار
کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کی مثال دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا بلکہ مسلمانوں کی ایک مستقل اور
دائمی صفت کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب بھی تو ان کو دیکھے گا تو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت
وشفقت سے پیش آنے والا ہی پائے گا۔

اخوت ایک محکم عمارت

(۲۱۲) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ،
اَلْمُؤْمِنُ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا،
ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (بخاری، مسلم، ابو موسیٰ)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
"مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو
قوت پہنچاتا ہے۔
پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کرکے
بتایا۔"
اس حدیث میں مسلمان سوسائٹی کو عمارت سے تشبیہہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس کی اینٹیں ایک
دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں چمٹے رہنا چاہیے اور پھر جس طرح
ہر اینٹ دوسری اینٹ کو قوت اور سہارا دیتی ہے اس طرح انہیں بھی ایک دوسرے کو سہارا
دینا چاہیے۔ نیز جس طرح بکھری ہوئی اینٹیں باہم جڑ کر مضبوط عمارت کی شکل اختیار کرلیتی ہیں اسی
طرح مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے آپس میں جڑنے میں ہے اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کے مانند
رہے تو ان کو ہوا کا ہر جھونکا اڑا لے جاسکتا ہے اور پانی کا ہر ریلا بہا لے جاسکتا ہے۔ آخر میں

اس حقیقت کو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے محسوس شکل میں بیان فرمایا۔

مومن کا آئینہ

(۲۱۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ،
وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ،
یَکُفُّ عَنْہُ ضَیْعَتَہٗ وَیَحُوْطُہٗ مِنْ وَّرَائِہٖ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،
"مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے،
وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے"

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے آئینہ ہے "یعنی اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ جس طرح وہ اپنی تکلیف سے تڑپتا ہے اسی طرح یہ بھی تڑپ اٹھے اور اس کو دور کرنے کے لیے بے چین ہو جائے۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ، فَاِنْ رَّاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْہُ یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اس کو تکلیف میں دیکھے تو اس کی تکلیف دور کر دے۔ اسی طرح اگر اس کے اندر کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اسے اپنی کمزوری سمجھ کر دور کرنے کی کوشش کرے۔

مسلمان کی مدد ـــــ وہ ظالم ہو یا مظلوم

(۲۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا،
فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا؟
قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِکَ نَصْرُکَ اِیَّاہُ۔ (بخاری، مسلم۔ انسؓ)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"تو اپنے بھائی کی مدد کر، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم"
تو ایک آدمی نے کہا کہ،
"اے اللہ کے رسولؐ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو مَیں اُس کی مدد کروں گا لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں گا"
آپؐ نے فرمایا کہ "تو اسے ظلم کرنے سے روک دے یہی اس کی مدد کرنا ہے"

مسلمان کی مشکل کشائی و پردہ پوشی

(۲۱۵) اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ،
اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ،
وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهٖ،
وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ،
وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (بخاری، مسلم۔ ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،
"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے،
اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا،
اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی پریشانی کو دور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا،
اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیک مسلمان کوئی غلطی کر بیٹھے تو اس کو لوگوں کی نظر میں گرانے کے لیے جگہ جگہ بیان نہ کرتے پھرو، بلکہ اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ بخلاف اس شخص کے جو علی الاعلان خدا کے احکام کو توڑتا ہے تو اس کی پردہ پوشی کے بجائے اس کو ننگا

کرنے کا حکم حضورؐ نے دیا ہے۔

مسلمان بھائی کے لیے پسند و ناپسند کا پیمانہ

(۲۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُوْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (بخاری، مسلم، انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

(۲۱۷) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ،

اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْہِ بَیْعًا وَفِیْہِ عَیْبٌ اِلَّا بَیَّنَہٗ لَہٗ۔ (ابن ماجہ)

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ،

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ جو مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اس میں عیب ہو تو اس کو چاہیے کہ اس عیب کو اس سے صاف صاف بیان کر دے عیب کو چھپانا کسی مسلمان تاجر کے لیے جائز نہیں ہے۔"

اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کا مرتبہ

(۲۱۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَّاھُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ،

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ؟

قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَھَا،

فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ، وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ، لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ،

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ سورہ یونس آیت ۶۲ (ابوداؤد۔ شرح السنۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید پھر بھی انبیار اور شہدار قیامت کے دن ان کے مرتبہ پر رشک کریں گے جو انہیں اللہ کے یہاں ملے گا"

لوگوں نے کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ یہ کون لوگ ہوں گے"؟

آپؐ نے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے، بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

بخدا ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہوگا۔ انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، اس وقت جب کہ لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے اور نہ کوئی غم ہوگا، اس وقت جب کہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ اور پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی،

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝"

اصل حدیث میں "غبطہ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی بہت زیادہ خوش ہونے کے ہیں یہ لفظ رشک اور حسد کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر پہلا معنی مراد ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک استاد اپنے شاگرد کے اونچا مقام حاصل کر لینے سے خوش ہوتا اور فخر محسوس کرتا ہے، اسی طرح انبیار اور شہدار جو سب سے زیادہ اونچا مقام رکھتے ہیں، ان لوگوں کی کامیابی پر خوش ہوں گے۔ یہ لوگ جن کا مرتبہ بیان ہوا ہے ان کی محبت کی بنیاد صرف دین تھا خونی رشتہ اور مالی لین دین نے ان کو آپس میں نہیں جوڑا تھا، بلکہ اسلام اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کے جذبہ نے ان کو ایک دوسرے کا دوست اور رفیق بنایا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں فتح و نصرت کی بشارت دی گئی ہے اور آخرت میں ابدی انعام کی۔

سورۂ یونس کی وہ آیت جو اوپر درج ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور دین

کی راہ میں ستائے جانے والوں اور ایمانی زندگی کے لیے کوشش کرنے والوں اور جاہلیت کے نظام سے کشمکش کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ" ان کے لیے بشارت ہے اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد آنے والی زندگی میں بھی

قطع تعلق کی مدت

(۲۱۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَّلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا،

وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔ (بخاری، مسلم، ابوایوب انصاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھے کہ دونوں راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں تو منہ پھیر لیں،

اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے"

یہ بات ممکن ہے کہ دو مسلمان کسی وقت کسی بات پر ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں اور بول چال بند کر دیں لیکن تین دن سے زیادہ ان کو اس حالت پر نہ رہنا چاہیے اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان اگر تلخی پیدا ہو جائے اور وہ دونوں کچھ خدا کا خوف رکھتے ہوں تو دو تین دن گزرنے کے بعد ان کے اندر ایک دوسرے سے ملنے کی تڑپ پیدا ہونے لگتی ہے اور بالآخر ان میں سے ایک سلام میں پہل کر کے اس شیطانی تلخی کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی لیے پہل کرنے والے کی فضیلت اس حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی۔

اجتماعی اخلاق

(۲۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ،

وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا،

وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی۔

اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے مت پھرو، اور نہ ٹوہ میں لگو، اور نہ آپس میں "تناجش" کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگو،

اور اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بن کر زندگی گزارو۔"

اس حدیث میں چند الفاظ تشریح طلب ہیں۔

(۱) تجسس کے معنی کان لگانا اور نگاہ لگانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی باتیں سننے کے لیے چپکے سے چھپ کر کھڑا ہو جانا اور پھر اس کی بات کو اس کے خلاف استعمال کرنا اور اسے لوگوں کی نگاہ میں گرانا یہ ایمان اور اسلام کے خلاف بات ہے۔

(۲) تجسس کے معنی کسی کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہنا کہ کب اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے اور کب اس کی کسی کمزوری کا اس کو علم ہوتا ہے کہ فوراً اس کے وقار کو گرانے کے لیے اِدھر اُدھر پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔

(۳) تیسرا لفظ جو اس حدیث میں آیا ہے وہ تناجش کا لفظ ہے جو خرید و فروخت سے تعلق رکھتا ہے جس کے لیے اردو کا مناسب لفظ دلالی ہے دلال اور تاجر میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ دلال بڑھ بڑھ کے بولی بولے گا اور اس کا ارادہ اس مال کو خریدنے کا نہیں ہوتا بلکہ صرف گاہکوں کو پھنسانے کے لیے وہ ایسا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا لفظ "تدابر" ہے، جس کے معنی باہم دشمنی کرنے کے بھی ہیں اور قطع تعلق کر لینے کے بھی ہیں۔

مسلمانوں کی پردہ دری سے بچو

(۲۲۱) صَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ،

یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تُؤْذُوا
الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ،
فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّبِعْ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یَتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ۔
وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ رَحْلِہٖ۔

(ترمذی، ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور نہایت بلند آواز سے فرمایا،
اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اترا ہے، تم لوگ مسلمانوں کو ایذا مت پہنچاؤ اور نہ ان کو عار دلاؤ، اور نہ ان کے عیوب کے پیچھے پڑو۔ جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا،
اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ پڑ جائے گا اسے رسوا کر ڈالے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔"

منافقین سچے اور پاکباز مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے اور ان کے خاندانی شرمناک عیوب جو زمانہ جاہلیت میں ہوئے تھے ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے، انہی لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ڈانٹا ہے۔ بعض دوسری حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ یہ تقریر کرتے وقت نبی صلی اللہ کی آواز اتنی بلند ہو گئی تھی کہ آس پاس کے گھروں تک یہ آواز پہنچ گئی اور عورتوں نے سنا۔

غیبت کا انجام

(۲۲۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
لَمَّا عُرِجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّھُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ یَّخْمِشُوْنَ
وُجُوْھَھُمْ وَصُدُوْرَھُمْ،
فَقُلْتُ مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ یَا جِبْرِیْلُ؟
قَالَ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَیَقَعُوْنَ فِیْ
اَعْرَاضِھِمْ۔ (ابوداؤد۔ انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"جب میرا رب مجھ کو آسمان پر لے گیا تو میں وہاں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے کو نوچ رہے تھے،

تو میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ "یہ کون لوگ ہیں؟" جبرئیلؑ نے کہا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسرے لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی آبرو سے کھیلتے تھے"

لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کے ناموس کو برباد کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

(۲۲۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ،

قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

قَالَ إِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ،

وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ،

وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ،

وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ،

وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ،

وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔

پوچھا گیا کہ "وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسولؐ؟

آپؐ نے فرمایا "جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کر،

اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر،

اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اس سے خیر خواہی کر،

اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو تو اس کا جواب دے،

اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔

اور جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔"

(۱) سلام کرنے کا مطلب صرف السلام علیکم کے الفاظ بول دینے کے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک اعلان اور اقرار ہے اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان، مال اور آبرو محفوظ ہے ہی کسی طریقے پر تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، اور دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تیرے دین و ایمان کو سلامت رکھے اور تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

(۲) تشمیت کے معنی چھینکنے والے کے لیے کلمۂ خیر کہنے کے ہیں، مثلاً یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا یعنی اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اور تو اللہ کی اطاعت کی راہ میں ثابت قدم رہے اور تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر دوسروں کو ہنسنے کا موقع ملے۔

درگذر

(۲۲۴) اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ،

اَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ۔ (ابوداؤد۔ عائشہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اچھی سیرت و خصلت کے مسلمان سے اگر کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کردو، سوائے حدود کے۔"

مطلب یہ کہ ایک آدمی نیک اور پرہیزگار ہے، خدا کی نافرمانی نہیں کرتا، ایسا آدمی کبھی پھسل کر گناہ میں گر پڑے تو اس کی وجہ سے اسے نظروں سے نہ گرادو، اس کی بے وقعتی نہ کرو، اس کی اس غلطی کو پھیلاتے مت پھرو، بلکہ معاف کردو۔ ہاں اگر وہ ایسا گناہ کرے جس کی سزا شریعت میں مقرر ہے۔ مثلاً زنا، چوری وغیرہ، تو ایسے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

(۱۳) غیر مسلم شہریوں کے حقوق

(۲۲۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اَلَامَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا،
اَوِانْتَقَصَهٗ،
اَوْكَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ،
اَوْاَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ،
فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"جو مسلمان کسی مُعَاہَد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے گا،
یا اس کی حق ماری کرے گا،
یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ (یعنی جزیہ جو مخصوص قسم کا حفاظتی ٹیکس ہوتا ہے) ڈالے گا،
یا اس کی کوئی چیز جبراً لے لے گا،
تو میں خدا کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمہ میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا ہوں گا۔"

یہاں اتنی بات اور سمجھ لیجیے کہ اس سے پہلے پڑوسی، مہمان، بیمار اور سفر کے ساتھیوں کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں ان میں مسلم اور غیر مسلم یکساں ہیں۔

(ج) حیوانات کے حقوق

جانوروں سے نرمی

(۲۲۶) مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِبَعِیْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَھْرُہٗ بِبَطْنِہٖ فَقَالَ،
اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَۃِ،
فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَّاتْرُکُوْھَا صَالِحَۃً۔ (ابو داؤد۔ سہیل ابن الحنظلیۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے مل گئی تھی تو آپ نے کہا کہ،

"ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو،
ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور اچھی حالت میں ان کو چھوڑو۔"

مطلب یہ ہے کہ جانور کو بھوکا رکھنا خدا کے غضب کا باعث ہے۔ جب آدمی کام لینا چاہے تو اس کو خوب اچھی طرح کھلا پلالے اور اتنا کام نہ لے کہ وہ ادھ مُوا ہو جائے۔

جانوروں کا آرام

(۲۲۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ،
دَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِیْہِ جَمَلٌ فَلَمَّا
رَاَی الْجَمَلُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ، فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم
فَمَسَحَ سَرَاتَہٗ اَیْ سَنَامَہٗ وَذِفْرَاہُ فَسَکَنَ،
فَقَالَ مَنْ رَبُّ ھٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ ھٰذَا الْجَمَلُ؟
فَجَاءَ فَتًی مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ ھٰذَا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ،
فَقَالَ اَفَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھِیْمَۃِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللّٰہُ اِیَّاھَا،
فَاِنَّہٗ یَشْکُوْ اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُہٗ وَتُدْئِبُہٗ۔ (ریاض الصالحین)

"عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے جہاں ایک اونٹ بندھا

ہوا تھا۔ جب اونٹ نے نبیؐ کو دیکھا تو غمناک آواز نکالی اور دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضورؐ اس کے قریب گئے اور شفقت سے اس کی کوہان اور دونوں کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون ہوگیا۔

آپؐ نے پوچھا کہ "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس شخص کا ہے"؟ تو ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا کہ

"اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ میرا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا، "کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اس بے زبان جانور کے بارے میں جسے اللہ نے تیرے اختیار میں دے رکھا ہے؟

یہ اونٹ "اپنے آنسوؤں اور اپنی آواز" کے ذریعہ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور مسلسل کام لیتا ہے"۔

سفر میں جانور کے حقوق

(۲۲/۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ،

وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ،

وَلْیُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهٗ۔ (مسلم۔ شداد بن اوس)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر کام بہتر طریقہ پر کرنا فرض قرار دیا ہے، تو جب تم کسی کو قتل کرو تو اس کو سلیقہ سے قتل کرو،

اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو،

اور تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے، اور اپنے ذبح کیے جانے والے جانور کو راحت پہنچائے (دیر تک تڑپنے کے لیے نہ چھوڑ دے، اس طرح ذبح کرے کہ جلدی سے اس کی جان نکل جائے)۔

ذبح و قتل کے آداب

(۲۳۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ،
يَنْهَىٰ اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا بِالْقَتْلِ ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے سُنا ہے کہ کسی چوپائے کو یا اس کے علاوہ کسی چڑیا یا انسان کو باندھ کر کھڑا کیا جائے اور اس پر تیر برسائے جائیں۔"

جانور کے چہرہ پر مارنے کی ممانعت

(۲۳۱) نَهَىٰ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ ۔ (مسلم، جابر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے پر مارنے اور اس کے چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے۔

جانور کو ناحق ذبح کرنا

(۲۳۲) اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ،
مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَأَلَهُ اللهُ عَنْ قَتْلِهٖ
قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا حَقُّهَا ؟
قَالَ اَنْ يَذْبَحَهَا فَيَاْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعَ رَاْسَهَا فَيَرْمِيْ بِهَا ۔
(مشکوٰۃ ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی گوریا یا اس سے بھی چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کیا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ باز پرس کرے گا۔

پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول چڑیوں کا حق کیا ہے،

آپؐ نے فرمایا ان کا حق یہ ہے کہ ان کو ذبح کرکے کھا لیا جائے اور سر کاٹنے کے بعد انہیں یونہی پھینک نہ دیا جائے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا شکار گوشت کھانے کی غرض سے تو جائز ہے، لیکن تفریح کے لیے شکار کھیلنا اسلام میں منع ہے۔ تفریحی شکار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شکار تو کرلے لیکن ان کا گوشت نہ کھائے یونہی مار کر پھینک دے۔

جانوروں کی تکلیف کا خیال رکھنا

(۲۳۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ،

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا،

وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا،

قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟

فَقُلْنَا نَحْنُ،

قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔ (ابوداؤد)

عبدالرحمٰن اپنے باپ، عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ عبداللہؓ نے فرمایا کہ

"ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو آپؐ اپنی کسی ضرورت کے لیے چلے گئے۔ اس اثنا میں ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا اپنے پروں کو کھول کر ان بچوں کے اوپر منڈلانے لگی۔

اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (اور اس کی بے چینی دیکھی) تو فرمایا کہ "اس کو بچے کی وجہ سے کس نے دکھ پہونچایا ہے، اس کے بچے اسے واپس کردو۔"

اور آپؐ نے ان چیونٹیوں کے گھر دیکھے جن کو ہم نے جلا دیا تھا،

تو آپؐ نے پوچھا، ان کو کس نے جلایا ہے؟

تو ہم نے بتایا کہ "ہم لوگوں نے جلایا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا کہ "آگ کی سزا دینا آگ کے مالک (اللہ) کا حق ہے"

جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت

(۲۲۴) نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔

(ترمذی — ابن عباس رضؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے"

جانداروں کو پانی پلانا

(۲۲۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا، فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ بَلَغَ بِيْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ،

فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟

فَقَالَ نَعَمْ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (بخاری، مسلم، ابوہریرہؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ایک آدمی راستہ میں جا رہا تھا۔ اس کو بہت زیادہ پیاس لگی۔ اِدھر اُدھر دیکھا، ایک کنواں ملا، وہ اُس میں اُتر گیا اور پانی پیا۔ (ڈول اور رسّی نہیں تھی) جب کنوئیں سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہوئے بھیگی مٹی کھا رہا ہے، اس آدمی نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کتے کو اتنی ہی شدید پیاس لگی ہے جتنی شدید پیاس مجھے لگی تھی، وہ فوراً کنوئیں میں اُتر گیا، اپنے چمڑے کے موزہ میں پانی بھر کر منہ میں تھامے باہر آیا اور کتے کو پلایا۔ تو اللہ نے اُس کے عمل کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرما دی۔

لوگوں نے پوچھا کیا چوپایوں پر بھی رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، ہر جان دار کے ساتھ رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے"

اخلاقی بُرائیاں

(۱) تکبر

تکبر اور جمال پسندی ـ دو مختلف چیزیں ہیں

(۲۳۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ،

فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنًا،

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ،

اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ ۔ (مسلم ۔ ابن مسعود)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اس پر ایک آدمی نے پوچھا،

"آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے اور کیا ایسا ذوق رکھنے والا جنت سے محروم رہے گا)

آپ نے فرمایا "(نہیں یہ تکبر نہیں ہے) اللہ پاکیزہ ہے، اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔

تکبر کے معنی ہیں اللہ کے حق بندگی کو ادا نہ کرنا اور اس کے بندوں کو حقیر گردانا۔"

متکبر کا حشر

(۲۳۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ ۔ (ابوداؤد ۔ حارثہ بن وہب)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے۔"

اصل حدیث میں "جواظ" اور "جعظری" کے الفاظ آئے ہیں۔ "جواظ" کے معنی ہیں متکبر، متکبرانہ چال چلنے والا، بدمعاش، بدکار، مال کو جمع کرنے والا، بخل کرنے والا۔ اور "جعظری" اس کو کہتے ہیں جس

کے پاس ہے تو کچھ نہیں مگر لوگوں کے سامنے اپنے پاس قارون کا خزانہ ہونے کا دعویٰ کرتا پھرتا ہے۔ یہ دولت کے ساتھ مخصوص نہیں زہد و تقویٰ اور علم کی دنیا میں بھی متکبر اور جھوٹی شیخی بگھارنے والے پائے جاتے ہیں۔

تکبر کی علامت۔ مغرورانہ لباس

(۲۳۸) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ، اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْکَعْبَیْنِ، وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ، قَالَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔ (ابوداؤد)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ،

"مومن کا تہبند تو اس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے اور اگر اس کے نیچے ٹخنوں سے اوپر رہے تو کوئی گناہ نہیں، اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے (یعنی گناہ کی بات ہے) یہ بات آپؐ نے تین بار فرمائی (تاکہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے) اور پھر فرمایا،

"اور اللہ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا جو شیخی کے جذبے سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹے گا"۔

(۲۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ،

مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ،

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَہٗ،

فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَّفْعَلُہٗ خُیَلَاءَ۔

(بخاری)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو اپنا کپڑا (تہبند، پاجامہ) گھمنڈ سے زمین پر گھسیٹے گا، اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، (رحمت کی نظر نہ ڈالے گا)۔

ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا، میرا تہبند ڈھیلا ہو کر ٹخنے کے نیچے چلا جایا کرتا ہے اگر میں سنبھالتا نہ رہوں (توکیا میں بھی اپنے رب کی نظرِ رحمت سے محروم ہو جاؤں گا؟)

آپؐ نے فرمایا، نہیں تم گھمنڈ سے تہبند گھسیٹنے والوں میں سے نہیں ہو (پھر تم خدا کی نگاہِ کرم سے کیوں محروم رہو گے)۔

حضرت ابوبکرؓ کے تہبند کے ڈھیلا ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کے توند نکل آئی تھی بلکہ جسم کی لاغری تھی۔ حضرت بہت نحیف الجثہ تھے۔ حضورؐ نے یہ فرمایا تھا کہ گھمنڈ اور شیخی کے جذبہ سے جو ایڑی توڑ تہبند باندھے گا وہ خدا کی نگاہِ کرم سے محروم رہے گا اور ابوبکرؓ نے یہ پوری بات سنی تھی اور جانتے تھے کہ وہ ازراہِ تکبر قصداً ایسا نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب آدمی پر فکرِ آخرت مسلط ہو جاتی ہے تو گناہ کی پرچھائیں سے بھی دور بھاگتا ہے۔

کھانا، پہننا اور تکبر و اسراف

(۲۴۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ،

كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ اِنْ اَخْطَأَتْكَ اِثْنَتَانِ سَرَفٌ وَّمَخِيلَةٌ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں،

جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ تمہارے اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو۔

(ب) ظلم

قیامت اور ظلم کی تاریکیاں

(۲۴۱) اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ۔ ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ظلم قیامت کے دن، ظالم کے لیے سخت اندھیرا بنے گا۔

ظالم سے تعاون اسلام سے بغاوت ہے

(۲۴۲) عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ مَنْ مَّشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَهٗ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (مشکوٰۃ)

اوس بن شرحبیلؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا،

"جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اس کو قوت پہنچائے گا درآنحالیکہ وہ جانتا ہے کہ ظالم ہے تو وہ اسلامیت سے خارج ہو گیا۔"

مطلب یہ ہے کہ جانتے بوجھتے کسی ظالم کی تائید کرنا اور اس کا ساتھ دینا ایمان و اسلام کے خلاف بات ہے۔

حقیقی مفلس

(۲۴۳) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ،

قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟

قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ،

فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِیَامٍ وَّزَکٰوةٍ،

وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا۔

وَقَذَفَ هٰذَا۔

وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا۔

وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا۔

وَضَرَبَ هٰذَا،

فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ،

فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ

فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ،

ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (مسلم۔ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"کیا تم جانتے ہو کہ دیوالیہ اور مفلس کون ہے"؟۔

لوگوں نے کہا کہ "مفلس ہمارے یہاں وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ تو درہم ہو اور نہ کوئی اور سامان"

آپ نے فرمایا کہ "میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا،

اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی،

اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی،

کسی کا مال مار کر کھایا ہوگا،

کسی کو قتل کیا ہوگا،

کسی کو ناحق مارا ہوگا،

تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔

پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی،

اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا"

اس حدیث کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقوق العباد کی اہمیت واضح فرما رہے ہیں۔ لہٰذا خدا کے حقوق ادا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بندوں کی حق ماری نہ کریں ورنہ یہ نماز اور روزہ اور دوسرے نیک کام سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔

مظلوم کی فریاد

(۲۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اِیَّاکَ وَدَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ،

وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّہٗ۔ (مشکوٰۃ۔ علیؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"مظلوم کی پکار سے بچو اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے،

اور اللہ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا۔"

اس حدیث میں مظلوم کی آہ لینے سے روکا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تمہارے ظلم کی داستان بیان کرے گا۔ اور اللہ عادل و منصف ہے وہ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا اور اس وجہ سے وہ ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں اور بے چینیوں میں مبتلا کرے گا۔

(ج) غصہ

غصہ پر قابو رکھنا

(۲۴۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

"لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ،

اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (بخاری، ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"طاقتور وہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔

بلکہ طاقتور تو درحقیقت وہ ہے جو غصہ کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے۔ (یعنی غصہ میں آکر کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اللہ اور رسول کو ناپسند ہے)"

غصہ کا علاج

(۲۴۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ،

وَاِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ،

وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ،

فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ۔ (ابوداؤد، عطیہ سعدیؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

"غصّہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے،

اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔

اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے،

تو جس کسی کو غصّہ آئے اُسے چاہیے کہ وضو کرے"

اِس حدیث میں اور دوسری حدیثوں میں جس غصّہ کو شیطانی اثر کہا گیا ہے وہ غصّہ ہے جو اپنی ذات کیلیے آئے، رہا وہ غصّہ جو مومن کو دین کے دشمنوں پر آتا ہے وہ غصّہ نہایت عمدہ صفت ہے۔ اگر کوئی دین کو تباہ کرنے آرہا ہے تو اس وقت غصّہ نہ آنا ایمان کی کمی کی علامت ہے۔

(۲۴۷) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ،

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ،

فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوذرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب تم میں کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصّہ آئے تو بیٹھ جائے،

اس تدبیر سے غصّہ چلا گیا تو فبہا، ورنہ لیٹ جائے"

اس حدیث میں اور اس سے پہلے والی حدیث میں غصّہ کو ختم کرنے کی جو تدبیریں حضورؐ نے بتائی ہیں، تجربہ اُن کی صحت پر گواہ ہے۔

قدرت کے باوجود معافی کا اجر

(۲۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ؟

قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ (مشکوٰۃ، ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا "اے میرے رب! آپ کے

نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے کہا "وہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے"

غصہ اور زبان پر قابو پانا

(۲۴۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ۔

وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ۔ (مشکوٰۃ۔انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جو (خلافِ حق بولنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ اس کے عیب پہ پردہ ڈالے گا،

اور جو اپنے غصہ کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب کو اس سے ہٹائے گا،

اور جو خدا سے معافی مانگے گا خدا اس کو معاف کردے گا"

مومنانہ اخلاق

(۲۵۰) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ،

ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاِيْمَانِ،

مَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ يُدْخِلْهُ غَضَبُهٗ فِيْ بَاطِلٍ،

وَمَنْ اِذَا رَضِيَ لَمْ يُخْرِجْهُ رِضَاهُ مِنْ حَقٍّ،

وَمَنْ اِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَعَاطَ مَا لَيْسَ لَهٗ۔ (مشکوٰۃ۔انسؓ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں،

ایک یہ کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کرائے۔

دوسری یہ کہ جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے،

اور تیسری بات یہ کہ قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز نہ ہتھیائے جس کے لینے کا اُسے حق نہیں ہے۔"

رسول اللہؐ کی نصیحت۔ غصہ نہ کرو

(۲۵۱) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اَوْصِنِیْ،

قَالَ لَا تَغْضَبْ،

فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا،

قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (بخاری، ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے (جو غالباً مزاج کا تیز تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا "غصہ نہ کیا کرو۔"

اس آدمی نے بار بار کہا، مجھے وصیت فرمایئے،

آپؐ نے ہر بار یہی فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو۔"

(د) کسی کی نقل اُتارنا

(۲۵۲) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا۔ (ترمذی۔ عائشہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا چاہے اس کے بدلے مجھے بہت سی دولت ملے۔"

(ھ) دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا

(۲۵۳) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمَهُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ (ترمذی، واثلہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر، ورنہ اللہ اس پر رحم فرمائے گا، (اور مصیبت ہٹا دے گا) اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

جن دو آدمیوں کے درمیان دشمنی ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک پر اس دوران کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو دوسرا بہت خوشی مناتا ہے۔ یہ اسلامی ذہنیت کے خلاف بات ہے۔ مومن اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی نہیں مناتا اگرچہ دونوں کے درمیان رنجش ہو۔

(۵) جھوٹ

جھوٹ اور نفاق

(۲۵۴) اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا،

اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ،

وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ،

وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ،

وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمروؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو ترک کردے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں،

جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے،

اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے،

اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے،

اور جب کسی سے اس کا جھگڑا ہو جائے تو گالی پر اُتر آئے۔"

سب سے بڑا جھوٹ

(۲۵۵) قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُّرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ مَالَمْ تَرَیَا۔ (بخاری۔ ابن عمرؓ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو

ان دونوں آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔"

یعنی اُس نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا لیکن جاگنے کے بعد نہایت انوکھی اور دلچسپ باتیں بتاتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ ایسا کرنا گویا اپنی آنکھوں سے جھوٹ بلوانا ہے۔

جھوٹا تکلف

(۲۵۶) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ،

قَالَتْ زَفَفْنَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَعْضَ نِسَائِهٖ، فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ اَخْرَجَ عُسًّا مِّنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ امْرَأَتَهٗ،

فَقَالَتْ لَا اَشْتَهِيْهِ،

فَقَالَ لَا تَجْمَعِيْ جُوْعًا وَّكَذِبًا۔ (معجم صغیر طبرانی)

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں،

"ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کو حضورؐ کے گھر بھیجا، جب ہم آپؐ کے گھر آپؐ کی دلہن کو لیے ہوئے پہنچے تو آپؐ دودھ کا ایک بڑا پیالہ نکال کر لائے پھر آپؐ نے بقدر خواہش پیا اور اس کے بعد اپنی بیوی کو دیا،

توانہوں نے کہا "مجھے خواہش نہیں ہے"

تو آپؐ نے فرمایا، "تم بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ بھوک تو انہیں لگی ہے لیکن تکلف فرما رہی ہیں اس لیے آپؐ نے جھوٹے تکلف سے منع فرمایا۔

عظیم خیانت

(۲۵۷) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ،

كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا وَّهُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ۔ (ابوداؤد)

سفیان بن اسید حضرمی نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ

"سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے، حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی۔"

بچوں سے کذب بیانی

(۲۵۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا، فَقَالَتْ،

هَا تَعَالَ اُعْطِیْكَ،

فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیْهِ؟

قَالَتْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْطِیَهُ تَمْرًا،

فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا كُتِبَتْ عَلَیْكِ كِذْبَةٌ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دن جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے میری والدہ نے مجھے بلایا،

"یہاں آ، میں تجھے ایک چیز دوں گی"

تو حضورؐ نے فرمایا کہ "تم اُسے کیا دینا چاہتی ہو؟"

والدہ نے کہا، میں اُسے کھجور دینا چاہتی ہوں،

آپؐ نے والدہ سے فرمایا کہ اگر تو دینے کے لیے بلاتی اور نہ دیتی تو تیرے نامۂ اعمال میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا"

معلوم ہوا کہ یہ جو والدین بالعموم اپنے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں کہ کچھ دینے کے بہانے بلاتے ہیں حالانکہ دینے کا ارادہ نہیں ہوتا، تو یہ خدا کے یہاں جھوٹ شمار ہوگا، نامۂ اعمال میں یہ جھوٹ کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ،

لَا یَصْلُحُ الْكَذِبُ،

فِیْ جِدٍّ وَلَا هَزْلٍ،

وَلَا اَنْ یَّعِدَ اَحَدُکُمْ وَلَدَہٗ شَیْئًا ثُمَّ لَا یُنْجِزُ لَہٗ۔ (الادب المفرد مثلہ)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

"جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں،

نہ تو سنجیدگی کے ساتھ اور نہ ہی مذاق کے طور پر،

اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بچہ سے کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرے

اور پھر پورا نہ کرے"

مذاق میں جھوٹ

(۲۶۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

وَیْلٌ لِّمَنْ یُّحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِہِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّہٗ وَیْلٌ لَّہٗ۔ (ترمذی۔ بہز بن حکیم)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"خرابی اور نامرادی ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹی باتیں اس لیے کہتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے، خرابی ہے اس کے لیے، خرابی ہے اس کے لیے"

اس حدیث میں ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو باتیں کرتے ہوئے کچھ جھوٹ کی آمیزش کر کے گفتگو کو چٹپٹی اور مزے دار بناتے ہیں اور اس سے لطفِ محفل کا سامان کرتے ہیں۔

جنت میں مدارج

(۲۶۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَنَا زَعِیْمٌ بِبَیْتٍ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ لِمَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ وَاِنْ کَانَ مُحِقًّا،

وَبِبَیْتٍ فِیْ وَسَطِ الْجَنَّۃِ لِمَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ وَاِنْ کَانَ مَازِحًا،

وَبِبَیْتٍ فِیْ اَعْلَی الْجَنَّۃِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ۔ (ابوداؤد۔ ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص مناظرہ بازی نہ کرے اگرچہ وہ حق پر ہو، تو میں اس کے لیے جنت کے گوشوں میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں،

اور جو جھوٹ نہ بولے اگرچہ ہنسی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو تو میں اس کے لیے جنّت میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں،

اور جو اپنے اخلاق کو بہتر بنالے تو میں اُس کے لیے جنّت کے سب سے اونچے حصہ میں گھر کا ذمہ لیتا ہوں۔"

(ش) فحش گوئی اور بدزبانی

(۲۶۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

إِنَّ أَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ ۔ (ترمذی ۔ ابوالدرداءؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی میزان (ترازو) میں رکھی جائے گی، وہ اس کا حسن اخلاق ہوگا،

اور اللہ اس شخص سے بغض رکھتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا اور بدزبانی کرتا ہے۔"

"خُلق حسن" کی تفسیر فرماتے ہوئے عبداللہ بن المبارکؒ نے کہا ہے:

هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ،

وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ،

وَكَفُّ الْأَذٰى (اچھا اخلاق یہ ہے کہ آدمی جب کسی سے ملے تو ہنستے ہوئے چہرے سے ملے،

اور اللہ کے محتاج بندوں پر مال خرچ کرے،

اور کسی کو تکلیف نہ دے)۔

(۲۶۳) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ

الْفَاحِشَةُ وَالَّذِيْ يُشِيْعُ بِهَا فِي الْإِثْمِ سَوَاءٌ ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ،

"فحش بات کہنے والا اور فحش بات کی اشاعت کرنے والا یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں"

(۳) دو رُخا پن

بدترین عادت

(۲۶۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ

الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔ (متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تم قیامت کے دن بدترین آدمی اُس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا،

کچھ لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا تھا اور دوسرے لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔"

دو آدمیوں یا دو گروہوں میں جب رنجش اُبھرتی ہے تو ہر جگہ کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو دونوں کے پاس پہنچتے ہیں اور دونوں کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی باہمی دشمنی کو باتیں بنا کر اور ہوا دیتے ہیں، یہ بہت بڑا عیب ہے۔

اسی طرح بعض آدمی سامنے تو بڑے گہرے تعلق کا اظہار کرتے ہیں مگر جب کوئی چلا جاتا ہے تو اس کی شان میں ہجو و مذمت کا قصیدہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں یہ بھی دو رُخاپن ہی ہے۔

آگ کی دو زبانیں

(۲۶۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ

مِنْ نَّارٍ (ابوداؤد، عمارؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص دُنیا میں دو رُخاپن اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ

میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں اس لیے ہوں گی کہ دنیا میں اس کے منہ سے آگ نکلتی تھی جو دو آدمیوں کے باہمی تعلقات کو جلاتی تھی۔

(ط) غیبت

غیبت اور بہتان کا فرق

(۲۴۴) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ،

قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ،

قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ،

قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟

قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ،

وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟

لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کے رسول زیادہ واقف ہیں"

آپؐ نے فرمایا کہ "غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر کرے ایسے ڈھنگ سے کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہے"

پھر آپؐ سے پوچھا گیا کہ "بتائیے اگر وہ بات جو میں کہہ رہا ہوں میرے بھائی کے اندر پائی جاتی ہو جب بھی یہ غیبت ہوگی؟"

آپؐ نے فرمایا "اگر وہ بات جو تو کہتا ہے اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہوئی، اور اگر اس کے متعلق وہ بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا"

مومن کو اس کی کوتاہی پر خیر خواہانہ انداز میں متوجہ کیا جائے تو ظاہر ہے وہ بُرا نہ مانے گا۔ اسی طرح اس کی کوتاہی کی اطلاع اس کے ذمہ داروں کو دی جائے تو اسے بھی وہ ناپسند نہیں کرے گا کیونکہ یہ بھی اس کی اصلاح کا ایک طریقہ ہے۔ البتہ اسے تکلیف ہوگی اور ہونی چاہیے جب کہ آپ اپنے مومن بھائی کو سوسائٹی کی نگاہ سے گرانے کے لیے، اس کی عدم موجودگی میں اس کی خامیاں بیان کریں۔ رہا وہ شخص جو علی الاعلان خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور کسی طرح نہیں مانتا تو اس کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ بلکہ اس کو ننگا کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہدایت کی ہے۔

غیبت زنا سے بدتر ہے

(۲۶۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا،

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟

قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ،

وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَهَا لَهٗ صَاحِبُهٗ۔

(مشکوٰۃ۔ ابوسعید و جابر رضی اللہ عنہما)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے۔

لوگوں نے کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے"؟

آپؐ نے فرمایا، کہ "آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا، جب تک وہ شخص اس کو معاف نہ دے جس کی اس نے غیبت کی ہے"

غیبت کا کفارہ

(۲۶۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ،

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ۔ (مشکوٰۃ۔ انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ تو دعائے مغفرت کرے اس شخص کے لیے جس کی تو نے غیبت کی ہے، تو یوں کہے کہ

اے اللہ! تو میری اور اس کی مغفرت فرما"

اگر وہ شخص موجود ہے اور اس سے اپنا جرم معاف کرایا جا سکتا ہے تو معاف کرائے اور اگر معافی کا کوئی امکان باقی نہ رہا ہو اُس کے مرجانے کی وجہ سے یا دُور دراز علاقوں میں جا بسنے کی وجہ سے تو پھر اُسؓ کے لیے دعاء مغفرت کے سوا کوئی راہ نہیں۔

مُردوں کو بُرا بھلا کہنا

(۲۶۹) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے ہیں"

(ی) بے جا حمایت اور طرفداری

غیر کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کی بربادی

(۲۷۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔ (مشکوٰۃ، ابوامامہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"قیامت کے دن بدترین حال میں وہ شخص ہوگا جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کر ڈالی"

قومی عصبیت

(۲۷۱) سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ ؟

قَالَ لَا، وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ۔

(مشکوٰۃ۔ ابو فسیلہ رض)

راوی ابو فسیلہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

"اپنے لوگوں سے محبت کرنا کیا عصبیت ہے"؟

آپ نے فرمایا، "نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملہ میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔"

بے جا حمایت ہلاکت ہے

(۲۷۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ رُدِّيَ فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ۔ (ابو داؤد۔ ابن مسعود)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص (کسی ناجائز معاملہ میں) اپنی قوم کی مدد کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی اونٹ کوئیں میں گر رہا ہو اور یہ اس کی دُم پکڑ کر لٹک گیا ہو تو یہ بھی اس کے ساتھ جا گرا۔"

(۲۷۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰى عَصَبِيَّةٍ،

وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً،

وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ۔ (ابو داؤد۔ جبیر بن مطعم رض)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے،

اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے،

اور ہم میں سے وہ بھی نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مرے ۔"

عصبیت کا مطلب یہ ہے "میری اپنی قوم چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر" پس اس نظریہ کی دعوت دینا اور اس نظریہ کی بنیاد پر جنگ کرنا اور اسی ذہنیت پر مرنا مسلمان کا کام نہیں ہے ۔

(ک) منہ پر بے جا تعریف کی مذمت

(۲۷۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ،

اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِىْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ ۔ (مسلم مقداد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،

"جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی پھینکو ۔"

تعریف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی قصیدہ خوانی ہوتا ہے ۔ یہ لوگ آتے ہیں اور اس شخص کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں تاکہ کچھ اور بخشش مل جائے ۔ قصیدہ خوانی شعر میں بھی ہو سکتی ہے اور نثر میں بھی، اور ایسے لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی تھے اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں ۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے کہ جب وہ انعام اور بخشش کی غرض سے جھوٹی سچی قصیدہ خوانی کرنے کے لیے آئیں تو ان کے منہ پر خاک ڈالو، یعنی ان کو اپنے مقصد میں ناکام لوٹا دو ۔

منہ پر تعریف

(۲۷۵) عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ،

وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلَاثًا ،

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ ، فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يُرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ ،

وَلَا يُزَكِّىْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا ۔ (بخاری مسلم)

ابو بکرہ سے روایت ہے ، انہوں نے کہا " ایک آدمی نے ایک آدمی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تعریف کی ۔ تو آپ نے فرمایا ،

"افسوس تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی۔ (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی)۔

تم میں سے جو شخص کسی کی تعریف کرے اور ایسا کرنا ضروری ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں اور اللہ باخبر ہے،

اور کسی شخص کی تعریف خدا کے مقابلہ میں نہ کرے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص کے تقویٰ اور اس کی اچھی حالت کی تعریف کی گئی تھی، ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں آدمی کے ریا میں پڑ جانے کا بڑا اندیشہ تھا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا کہ تونے اپنے بھائی کو ہلاک کر دیا۔ پھر آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ اگر کسی شخص کے بارے میں کچھ کہنا ہی پڑ جائے تو یوں کہو کہ میں فلاں شخص کو نیک سمجھتا ہوں، اور اس طرح نہ کہو کہ فلاں اللہ کا ولی ہے یا فلاں یقیناً جنتی ہے۔ اس طرح کہنے کا کسی بندے کو حق نہیں ہے۔ کیونکہ کیا معلوم کہ جس کو وہ جنتی کہہ رہا ہے وہ خدا کی نگاہ میں بھی جنتی ہے یا نہیں۔

جب تک آدمی زندہ ہے ایمان کی آزمائش گاہ میں ہے۔ کیا معلوم کہ کب آدمی کا دل پلٹ جائے اور سیدھا راستہ کھو دے۔ اس لیے کسی زندہ نیک آدمی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی حکم نہ لگانا چاہیے، اور مرنے کے بعد بھی کسی کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہیے کہ وہ جنتی ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے فتنہ میں پڑنے کا امکان نہ ہو اور موقعہ آپڑے تو اس کے منہ پر اس کے علم یا تقویٰ وغیرہ کی تعریف کی جاسکتی ہے لیکن عاجز کے نزدیک اس سے بچنا بہتر ہے، کیونکہ فتنہ میں پڑنے یا نہ پڑنے کا فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے، کسی کی اندرونی کیفیت کے بارے میں عام طور پر صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

فاسق کی تعریف

(۲۷۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ (مشکوٰۃ۔ انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔"

یہ اس لیے کہ جو شخص خدا کے احکام کی عزت نہیں کرتا، بلکہ اس کے احکام کو کھلے بندوں توڑتا ہے تو وہ عزت و احترام کے لائق نہیں رہا۔ اس کا حق تو یہ ہے کہ اسے ذلت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اب اگر مسلمان معاشرہ میں اس کی عزت کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اپنے دین اور خدا و رسول سے محبت باقی نہیں ہے یا اگر ہے تو نہایت کمزور حالت میں ہے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اللہ کا غصہ ہی بھڑکے گا، اس کی رحمت اس بستی پر کیوں نازل ہو گی۔

(ل) جھوٹی شہادت

جھوٹی گواہی اور شرک برابر ہیں

(۲۷۷) عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ،

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ،

عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۔ سورہ الحج آیت ۳۰، ۳۱ (ابوداؤد)

خریم بن فاتک رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب لوگوں کی طرف رخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کی بجائے آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا،

"جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں"

پھر آپ نے پڑھا "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ الخ" (تم ناپاکی یعنی بتوں سے دور رہو اور

جھوٹی بات کہنے سے دور رہو اور خدا کے لیے یک سُو ہو جاؤ، شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔"

آپ نے سورۂ حج کی جو آیت پڑھی اس میں "قَوْلَ الزُّوْرِ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی جھوٹ کہنے کے ہیں، اور جھوٹ بولنا ہر جگہ بُرا ہے، چاہے عدالت کے اندر حاکم کے سامنے بولا جائے، چاہے کسی دوسری جگہ۔

دیکھیے جھوٹی گواہی کتنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کی نگاہ میں یہ گناہ اب گناہ نہیں رہا بلکہ "فن" بن گیا ہے۔ ان کے درمیان وہ لوگ احمق سمجھے جاتے ہیں جو عدالت میں اپنے ایمان کے دباؤ سے سچی گواہی دینے کی ہمت کر بیٹھتے ہیں۔

بُرا مذاق — وعدہ خلافی — جھگڑا اور مناظرہ

(۲۷۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،

لَا تُمَارِ اَخَاكَ،

وَلَا تُمَازِحْهُ،

وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ۔ (ترمذی۔ ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تو اپنے بھائی سے مناظرہ نہ کر،

اور نہ اس سے مذاق کر،

اور نہ ہی وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کر۔"

مناظرہ کی اصل روح یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے حریف کو چت کیا جائے مناظر کے اندر یہ جذبہ کم ہوتا ہے کہ نرمی اور دل سوزی سے اپنی بات کہے۔ یہاں جس ہنسی اور دل لگی سے روکا گیا ہے اس سے ایسی دل لگی مراد ہے جس سے آدمی کا دل دکھے اور مذاق کرنے والے کا مقصود اس کی شخصیت کو گرانا ہے۔ خوش طبعی اور ظرافت سے نہیں روکا گیا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ خوش طبعی اور ناجائز مذاق و دل لگی میں بال برابر فرق ہے، اس لیے بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایفائے عہد کی نیت

(۲۷۹) قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم،

إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ (ابوداؤد۔ زید بن ارقمؓ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اگر آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت اس وعدہ کو پورا کرنے کی ہو پھر وہ پورا نہ کرسکا اور مقررہ وقت پر نہ آیا تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔"

عیب چینی

(۲۸۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا، تَعْنِي قَصِيرَةً،

فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (ایک موقعہ پر) کہا کہ "صفیہؓ کا یہ عیب کہ وہ ایسی اور ایسی ہے کافی ہے (یعنی یہ کہ وہ پستہ قد ہے اور یہ بہت بڑا عیب ہے")۔

آپؐ نے فرمایا، "عائشہؓ! تم نے اتنا تلخ لفظ منہ سے نکالا ہے کہ اگر اسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو تلخ کردے۔"

عام حالات میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں آپس میں سوکن ہونے کے باوجود بڑی محبت سے رہتی تھیں۔ لیکن کبھی غفلت میں کسی سے کوئی غلطی ہو ہی جاتی۔ ایسی ہی غلطی حضرت عائشہؓ سے ہوئی کہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو آپ کی نظر میں گرانے کے لیے ان کی پست قامتی کا ذکر کیا (صفیہؓ چھوٹے قد کی تھیں) آپؐ نے سنتے ہی اظہار ناراضی فرمایا۔ انہیں بتایا کہ تم نے نہایت غلط بات کہہ دی۔ چنانچہ پھر کبھی حضرت عائشہؓ سے ایسی غلطی نہیں ہوئی۔ صحابہؓ کا یہی حال تھا جس غلطی پر حضورؐ نے انہیں ایک بار ٹوک دیا، پھر وہ غلطی دوبارہ ان سے نہیں ہوئی۔

اس حدیث کا یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب بیوی کی غلط بات پر چپ نہیں رہے بلکہ مناسب انداز میں انہیں آگاہ کردیا۔ اس میں شوہروں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

بلا تحقیق بات کو پھیلانا

(۲۸۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ،

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ،

فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُھُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ،

فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْھَہٗ وَلَا اَدْرِیْ

مَا اسْمُہٗ یُحَدِّثُ۔ (مسلم)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

"شیطان آدمی کے بھیس میں کام کرتا ہے،

وہ لوگوں کے پاس آکر جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ جدا ہو جاتے ہیں (یعنی مجلس ختم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں)

تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے یہ بات ایک آدمی سے سنی ہے جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔"

اس حدیث میں مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق کے کہی جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جس نے وہ بات کہی ہے جھوٹا اور شیطان ہو۔ اگر بغیر تحقیق کے جماعت میں باتیں بیان کرنے کا رواج چل پڑے، تو اس سے بہت سے تباہ کن نقصانات ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا خبر دینے والے کے بارے میں تحقیق کرو، یہ شخص کیسا ہے؟ اگر ثابت ہو جائے کہ وہ جھوٹا ہے تو اس کی بات رد کر دو۔

(۴) چغلی کھانا

جنت سے محرومی

(۲۸۲) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ،

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت حذیفہؓ نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
"چغلی کھانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا"

عذاب میں گرفتاری

(۲۸۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ،
اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ،
اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَبْرِئُ
مِنْ بَوْلِهٖ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے بتایا کہ
"ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی چیز پر نہیں ہو رہا ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اگر چاہتے تو بآسانی اس سے بچ سکتے تھے۔ بلاشبہ ان کا جرم بڑا ہے، ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا، اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا"

غیبت اور چغلی کی ممانعت

(۲۸۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ،
نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّمِيْمَةِ،
وَنَهٰى عَنِ الْغِيْبَةِ،
وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَى الْغِيْبَةِ۔

ابن عمرؓ نے کہا،
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کھانے،
اور غیبت کرنے،
اور غیبت سننے سے منع فرمایا ہے"

حسد نیکیوں کے لیے آگ

(۲۸۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،
اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ،
فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"اپنے کو حسد سے بچاؤ،
اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر ڈالتی ہے۔"

(ن) بدنگاہی

پہلی نظر

(۲۸۶) عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ،
سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ،
فَقَالَ اَصْرِفْ بَصَرَكَ۔ (مسلم)

جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے
میں پوچھا،
تو آپؐ نے فرمایا تم اپنی نگاہ پھیر لو۔"

دوسری نظر

(۲۸۷) عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعَلِیٍّ،
یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَكَ
الْاٰخِرَةُ۔ (ابوداؤد)

بریدہ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا،
"اے علیؓ! کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو نظر پھیر لو، دوسری نگاہ

اس پر نہ ڈالو پہلی نگاہ تو تمہاری ہے اور دوسری نگاہ تمہاری نظر نہیں ہے (بلکہ شیطان کی ہے) ؎

اخلاقی خوبیاں

بعثت نبوی کا مقصد

(۲۸۸) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔ (موطا امام مالکؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"مجھے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے تاکہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام و کمال تک پہنچاؤں۔"

یعنی آپؐ کی نبوت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق و معاملات کو درست کریں۔ ان کے اندر سے برے اخلاق کی جڑیں اکھاڑیں، اور ان کی جگہ بہتر اخلاق پیدا کریں۔ یہی تزکیہ آپؐ کی بعثت کا مقصود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب کی، اور پوری زندگی پر، زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کیا، اور ہر طرح کے حالات میں ان سے چمٹے رہنے کی ہدایت کی۔

"حسنِ اخلاق" کیا ہے؟ اس کی تفسیر عبداللہ ابن المبارکؒ نے ان الفاظ میں کی ہے: ھُوَ طَلَاقَۃُ الْوَجْہِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَکَفُّ الْاَذٰی یعنی حسنِ اخلاق نام ہے خوش روئی کا، مال خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔

دیکھیے "حسنِ اخلاق" کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

اسوۂ نبویؐ

(۲۸۹) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ،

لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاحِشًا،

وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَکَانَ یَقُوْلُ،

اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے،

اور نہ بے حیائی کا کام کرتے،

اور نہ دوسروں کو برا بھلا کہتے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ

"تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔"

اخلاقِ حسنہ کی نصیحت

(۲۹۰) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ،

كَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِي بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي

الْغَرْزِ اَنْ قَالَ،

يَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ۔ (موطا امام مالکؒ)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجتے وقت جو آخری وصیت رکاب پر پاؤں

رکھتے وقت فرمائی وہ یہ تھی کہ

"لوگوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آنا"

وقار و سنجیدگی

(۲۹۱) اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ،

"اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ،

اَلْحِلْمُ،

وَالْاَنَاةُ۔ (مسلم۔ ابن عباس)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے وفد کے لیڈر کو (جس کا لقب اَشَجّ تھا)

خطاب کر کے (تعریف کے طور پر) فرمایا،

"تمہارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں،

اور وہ ہیں بُردباری (غیر جذباتیت)

اور وقار و سنجیدگی"

عبد القیس کا جو وفد حضورؐ کے پاس آیا تھا۔ اس کے اور آدمی تو مدینہ پہنچتے ہی آپؐ کی ملاقات کو دوڑ پڑے۔ نہ نہایا نہ دھویا اور نہ اپنے سامان کو ٹھیک سے کہیں جمایا، حالانکہ دور سے آئے تھے، گرد و غبار میں اَٹے تھے، اُن کے برعکس اُن کے لیڈر نے جلد بازی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا۔ اطمینان سے اترے۔ سامانوں کو قرینے سے رکھا۔ سواریوں کو دانہ پانی دیا۔ پھر نہا دھو کر وقار کے ساتھ حضورؐ کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔

سادگی وصفائی

(۲۹۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ۔ (ابوداؤد۔ ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"سادہ زندگی گزارنا ایمان سے ہے"

یعنی سادہ حالت میں زندگی گزارنا مومنانہ اوصاف میں سے ہے اسے تو اپنی آخرت بنانے اور سنوارنے کی فکر ہوتی ہے، اس کو دنیاوی آرائشوں سے دلچسپی نہیں ہوتی ہے۔

سلیقہ وصفائی

(۲۹۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم زَائِرًا، فَرَأٰی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُہٗ، فَقَالَ،

مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ رَأْسَهٗ؟

وَرَأٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ،

مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، تو آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا، جو گرد وغبار سے اٹا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا،

"کیا اس آدمی کے پاس کوئی کنگھا نہیں ہے جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر لیتا؟"

اور آپؐ نے ایک دوسرے آدمی کو دیکھا جس نے میلے کپڑے پہن رکھے تھے۔

آپؐ نے فرمایا،

"کیا اس آدمی کے پاس وہ چیز (صابون وغیرہ) نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑے دھو لیتا؟"

پراگندہ بال شیطانی طریقہ ہے

(۲۹۴) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ

وَاللِّحْيَةِ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَأَنَّهٗ يَأْمُرُهٗ بِإِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔ (مشکوٰۃ۔عطاء بن یسار)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں مسجد میں ایک آدمی داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، تو حضورؐ نے ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جاکر اپنے سر کے بال اور داڑھی کو درست کرو، چنانچہ وہ گیا اور بالوں کی درستگی کے بعد آیا،

تو آپ نے فرمایا، "کیا یہ بہتر نہیں ہے اس بات سے کہ آدمی کے بال اُلجھے ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ شیطان ہے"؟

دولت اور پراگندہ حالی

(۲۹۵) عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ،

فَقَالَ لِيْ أَلَكَ مَالٌ؟

فَقُلْتُ نَعَمْ،

قَالَ مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟

قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ، قَدْ أَعْطَانِيَ اللهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ،

قَالَ فَإِذَا آتَاكَ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكَ۔ (مشکوٰۃ)

ابوالاحوصؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میرے جسم کے کپڑے معمولی اور گھٹیا تھے۔

آپ نے پوچھا، "کیا تمہارے پاس مال ہے"؟

میں نے کہا، "ہاں"۔

آپؐ نے پوچھا، "کس طرح کا مال ہے"؟

میں نے کہا، "ہر طرح کا مال اللہ نے مجھے دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائیں بھی ہیں، بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ "جب اللہ نے مال دے رکھا ہے تو اس کے فضل و احسان کا اثر و نشان تمہارے جسم پر ظاہر ہونا چاہیے تھا"۔

مطلب یہ کہ جب اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کھاؤ پہنو، یہ کیا کہ آدمی کے پاس گھر میں ہونے کو تو سب کچھ ہو لیکن حالت ایسی بنائے کہ گویا وہ نہایت غریب ہے، یہ نہایت بُری عادت ہے، یہ خدا کی ناشکری ہے۔

بہترین اسلام۔ کثرتِ سلام

(۲۹۶) اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟

قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔

(بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا،

"اسلام کا کون سا کام بہتر ہے"؟

آپؐ نے فرمایا، "غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانا، اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، چاہے تو اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو (یعنی پہلے سے دوستی اور بے تکلفی ہو یا نہ ہو)"۔

محبت کا گُر۔ سلام کرنا

(۲۹۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا،

وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا،

اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟

اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے،

اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو،

کیا میں تمہیں وہ تدبیر نہ بتاؤں جس کو اگر کرو تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟

آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہ ان کے ایمان و اسلام کا مطالبہ ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اُن کے آپس میں سلام کرنے کا عام رواج ہو جائے۔ یہ نسخہ نہایت عمدہ نسخہ ہے بشرطیکہ لوگوں کو سلام کے معنیٰ معلوم ہوں اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی روح سے واقف ہوں۔

زبان اور شرمگاہ کی حفاظت

(۲۹۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

مَنْ يَّضْمَنْ لِّيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(بخاری۔ سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔"

انسان کے جسم میں یہ دو خطرناک اور کمزور مقام ہیں جہاں سے شیطان کو حملہ کرنے میں بڑی آسانی ہے زیادہ تر گناہ ان ہی دونوں سے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شیطان کے حملوں سے ان کو بچالے گا تو ظاہر ہے کہ اس کی قیام گاہ جنت ہی ہو گی۔

غیر ذمہ دارانہ باتیں

(۲۹۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا

يَرْفَعُ اللهُ بِهَا دَرَجَاتٍ،

وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا

يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کی بات ہوتی ہے، بندہ اس کا خیال نہیں کرتا (یعنی اس کو اہمیت نہیں دیتا) لیکن اللہ اس بات کی بدولت اس کے درجے بلند کرتا ہے۔

اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات زبان سے لاپروائی کے ساتھ نکالتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ آدمی زبان کو بے لگام نہ چھوڑے، جو کچھ بولے سوچ کر بولے۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالے جو جہنم میں لے جانے والی ہو۔

دعوت و تبلیغ

(ل) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت کیا تھی؟

(۳۰۰) قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟

قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللهَ،

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا،

وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاءُكُمْ،

وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ،

وَالصِّدْقِ،

وَالْعَفَافِ،

وَالصِّلَةِ۔ (بخاری۔ابن عباسؓ)

(ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا) کہ

"یہ آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) تم سے کیا کہتا ہے"؟

ابوسفیان نے جواب دیا کہ "یہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ اللہ کی بندگی کرو،

اور اقتدار و فرمانروائی میں کسی کو ساجھی نہ قرار دو،

اور تمہارے باپ دادا کا جو عقیدہ تھا اور جو کچھ کرتے تھے اسے چھوڑ دو۔

اور یہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو،

سچائی اختیار کرو،

پاک دامنی کی زندگی گزارو،

اور صلہ رحمی کرو"۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیث ہرقل کے نام سے مشہور ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روم کا بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا دعوتی خط اس کو ملا۔تب اس کو تلاش ہوئی کہ کوئی باشندہ ملے اور اس سے معلومات حاصل کرے۔اتفاق سے کچھ ساتھی مل گئے۔ ہرقل نے ان سے بہت سے سوالات کیے جن میں ایک سوال یہ تھا کہ اس نبی کی دعوت کی بنیادی باتیں

بتاؤ۔ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف ایک خدا کو مانو۔ صرف وہی ہے جس کا اقتدار آسمانوں اور زمین پر ہے اوپر کی دنیا کا بھی وہی انتظام کرتا ہے اور اس زمین کا انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اقتدار و انتظام میں نہ تو کسی کو اس نے ساجھی بنایا ہے اور نہ ہی کوئی اپنے زور و اثر سے ساجھی بن بیٹھا ہے، اور جب ایسا ہے تو سجدہ صرف اسی کے لیے ہونا چاہیے۔ ہر طرح کی مشکلات میں اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔ اسی سے محبت ہونی چاہیے اور اسی کی اطاعت ہونی چاہیے۔ آباؤ اجداد نے شرک کی بنیاد پر زندگی گزارنے کا جو نظام بنایا ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی طرح وہ ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو اور سچائی اختیار کرو، قول میں بھی اور عمل میں بھی۔ اور عفت و پاکدامنی اختیار کرو، ایسے کام نہ کرو جو انسانیت کے خلاف ہیں، اور بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی ہیں۔

(۳۰۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ، يَعْنِي فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ،

فَقُلْتُ مَا أَنْتَ؟

قَالَ نَبِيٌّ،

فَقُلْتُ وَمَا نَبِيٌّ؟

قَالَ أَرْسَلَنِي اللّٰهُ تَعَالَى،

فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟

قَالَ أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ،

وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ،

وَأَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ،

لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ۔ (مسلم، ریاض الصالحین)

عمرو ابن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آپؐ کی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں گیا۔

میں نے پوچھا کہ "آپؐ کیا ہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا کہ "مَیں نبی ہوں۔"

مَیں نے کہا کہ "نبی کیا ہوتا ہے"؟

حضورؐ نے کہا کہ "مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول (سفیر) بنا کر بھیجا ہے۔"

"مَیں نے پوچھا کہ کیا پیغام دے کر اُس نے آپؐ کو بھیجا ہے"؟

آپؐ نے فرمایا، "مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ

مَیں لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دوں،

بُت پرستی ختم کر دی جائے،

اللہ کی توحید اختیار کی جائے اور

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔"

یہ حدیث بھی نبی کی دعوت کی بنیادی باتیں بتاتی ہے۔ آپؐ نے اپنی دعوت کو مختصر لفظوں میں سمیٹ کر بیان فرما دیا کہ میری دعوت یہ ہے کہ خدا اور بندوں کے تعلق کو صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

بندہ اور خدا کے تعلق کی صحیح بنیاد توحید ہے۔ یعنی خدا کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ صرف اسی کی اطاعت کی جائے۔

انسانوں کے درمیان صحیح تعلق کی بنیاد مواساۃ و مرحمت ہے۔ یعنی یہ کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور واقعتاً یہ سب آپس میں بھائی ہیں، حقیقی بھائی —— پس ان کو ایک دوسرے کا ہمدرد و غم خوار ہونا چاہیے۔ سب ہمارا اور لاچار بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ کسی پر ظلم ہو رہا ہو، تو سب کو ظالم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ کوئی اچانک کسی آفت کے چکر میں آجائے تو ہر ایک کے دل میں ٹیس اٹھنی چاہیے اور اس کو آفت سے نکالنے کے لیے دوڑ پڑنا چاہیے۔

یہ دو بنیادیں ہیں انبیائی دعوت کی۔ ایک وحدتِ الٰہ یعنی توحید، دوسری وحدتِ بنی آدم، یعنی رحمتِ عامہ۔ یہاں یہ بات نظر سے اوجھل نہ ہو کہ اصل چیز تو توحید ہے، اور دوسری بنیاد توحید کا لازمی تقاضا ہے۔ جو خدا سے محبت کرے گا وہ اس کے بندوں سے بھی محبت کرے گا کیونکہ خدا نے بندوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

بندوں سے محبت وخیر خواہی کے جہاں اور بہت سے تقاضے ہیں وہاں ایک تقاضا وہ بھی ہے جسے ایرانی سپہ سالار کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دعوت اسلامی کی ترجمانی اور بعثت کا مقصد بتلاتے ہوئے بیان کیا تھا۔ انہوں نے ایرانی سپہ سالار کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے کہا کہ،

"ہم تاجر لوگ نہیں ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے لیے نئی منڈیاں تلاش کرنا نہیں ہے۔ ہمارا نصب العین دنیا نہیں ہے۔ ہمارا نصب العین اور مطلوب صرف آخرت ہے۔ ہم دینِ حق کے علمبردار ہیں، اور اسی کی دعوت دینا ہمارا مطمح نظر ہے" اس پر اس نے کہا کہ وہ دینِ حق کیا ہے، اس کا تعارف کراؤ، تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا،

أَمَّا عَمُوْدُهُ الَّذِي لَا يَصْلُحُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِهِ فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ،

وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،

وَالْإِقْرَارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔

"یعنی ہمارے دین کی بنیاد اور مرکزی نقطہ جس کے بغیر اس دین کا کوئی جز اچھی حالت میں نہیں رہ سکتا یہ ہے کہ،

آدمی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے (یعنی توحید)

اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (یعنی رسالت)

اور یہ کہ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قانون (قرآن) کو اپنائے"

ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے۔ کیا اس دین کی کچھ اور بھی تعلیم ہے؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا:

وَإِخْرَاجُ الْعِبَادِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللّٰهِ۔

"ہاں اِس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسان کو انسان کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں داخل کیا جائے"

ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ بھی اچھی تعلیم ہے۔ کیا اور بھی کچھ یہ دین کہتا ہے؟ مغیرہؓ نے فرمایا:

وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ۔ فَهُمْ إِخْوَةٌ لِأَبٍ وَّأُمٍّ۔

"اس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور سب آپس میں حقیقی بھائی ہیں"

یہ ہے دینِ حق کی بنیادی دعوت جس کو سپہ سالار رستم کے سامنے حضرت مغیرہؓ نے پیش کیا اور اسی سپہ سالار کے سامنے اُسی مجلس میں حضرت ربعی بن عامرؓ نے اسلام کی ترجمانی اِن الفاظ میں کی۔

اَللّٰہُ ابْتَعَثَنَا، لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَۃِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَۃِ اللّٰہِ۔

وَمِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا اِلٰی سَعَتِھَا،

وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْیَانِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ،

فَاَرْسَلَنَا بِدِیْنِہٖ اِلٰی خَلْقِہٖ لِنَدْعُوَھُمْ اِلَیْہِ۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۹)

"اللہ نے ہم کو مامور کیا ہے کہ جو لوگ چاہیں انہیں ہم انسانوں کی بندگی سے نکالیں اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں،

اور تنگ دنیا سے نکال کر وسیع دنیا میں لائیں،

اور ظالمانہ نظامہائے زندگی سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف کے سایہ میں لائیں۔

پس اللہ نے ہمیں اپنا دین دے کر انسانوں کے پاس بھیجا ہے تاکہ انہیں خدا کے دین کی طرف بلائیں۔"

(ب) دین، سیاسی نظام کی حیثیت میں

کامیابی ـــ آزمائشوں کی راہ سے

(۳۰۲) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ،

شَکَوْنَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ،

فَقُلْنَا،

اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰہَ لَنَا؟

قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْھَا، فَیُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَأْسِہٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَیْنِ وَمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ، وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِہٖ مِنْ عَظْمٍ وَّعَصَبٍ وَّمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ،

وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ اللّٰہُ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

(بخاری)

حضرت خبّاب بن الارتؓ فرماتے ہیں کہ،

"آپؐ کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے (اُس زمانے میں مکہ والے بے پناہ ظلم وستم مسلمانوں پر توڑ رہے تھے) ہم نے آپؐ سے عرض کیا کہ،

"آپؐ ہمارے لیے اللہ کی مدد طلب نہیں کرتے؟ آپؐ اس ظلم کے خاتمہ کی دُعا نہیں کرتے؟ (آخر یہ سلسلہ کب تک دراز ہوگا؟ کب یہ مصائب ختم ہوں گے؟")

حضورؐ نے یہ سُن کر فرمایا "تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اس سے اس کے جسم کو چیرا جاتا، یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہوجاتے پھر بھی وہ دین سے نہ پھرتا، اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور

دشمنوں تک پہنچ جاتے، مگر وہ اللہ کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔

قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء (یمن) سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستہ میں اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ البتہ چرواہے کو صرف بھیڑیوں کا خوف رہے گا کہ کہیں بکری اٹھا نہ لے جائیں لیکن افسوس تم لوگ جلدی کرتے ہو۔"

یعنی یمن سے لے کر بحرین و حضر موت تک کے وسیع علاقہ میں حق کے دشمنوں کا زور ٹوٹ جائے گا اور خدا کے بندے آزادی سے خدا کی بندگی کی راہ پر چلیں گے۔

حضرت خبابؓ نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی کی تاریخ بڑی جامعیت کے ساتھ اس حدیث میں پیش فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں انہیں بتایا کہ صبر سے کام لو، وہ وقت آنے والا ہے جب سیاسی اقتدار اسلام کے ہاتھ میں آ جائے گا اور خدا کی بندگی کرنے والے ہر طرح کے خوف و خطرات سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ہجرت اور جہاد

(۳۰۳) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرِنِ اللَّیْثِیِّ فَسَاَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ،

فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْیَوْمَ،

کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِیْنِهٖ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَخَافَةَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْهِ،

فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْیَوْمَ یَعْبُدُ رَبَّهٗ حَیْثُ شَاءَ،

وَلٰکِنْ جِهَادٌ وَّنِیَّةٌ۔ (بخاری)

"عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں عبید لیثیؒ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ملاقات کو گیا۔ ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا۔ (کہ ہجرت اب بھی فرض ہے؟ کیا لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑ کر آج بھی مدینہ آئیں؟)

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ "نہیں، اب ہجرت نہیں ہوگی، حکم منسوخ ہوگیا۔
ہجرت تو اس وجہ سے ہوتی تھی کہ مومن کی زندگی ایمان لانے کے جرم میں دو بھر کر
دی جاتی تھی، تب وہ اپنا دین وایمان لے کر اللہ اور رسول کے پاس چلا آتا۔
اور اب تو اللہ نے دین کو غالب کر دیا آج مومن جہاں چاہے آزادی سے اللہ کی
بندگی کر سکتا ہے پھر وہ ہجرت کیوں کرے۔
البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہیں؟"

با اقتدار اور غالب دین، جس کے بارے میں حضرت عائشہؓ اوپر کی حدیث میں گفتگو کر رہی ہیں،
حضورؐ کی وفات کے بعد اس کی اجتماعیت اور اقتدار کو خطرہ لاحق ہوا چاہتا تھا، لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے بچا لیا۔ حضورؐ کی وفات سے لوگوں کو بڑا صدمہ پہنچا اور مایوسی کی کیفیت ان پر سایہ ڈالنے لگی۔
اندیشہ پیدا ہو چلا کہ اسلام کا یہ اجتماعی نظام ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔ اس خطرہ کو ابوبکر صدیقؓ نے
بھانپ لیا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ،
وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَاِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ،
وَاِنَّ اللهَ قَدْ تَقَدَّمَ اِلَيْكُمْ فِيْ اَمْرِهٖ فَلَا تَدَعُوْهُ جَزَعًا،
وَاِنَّ اللهَ قَدِ اخْتَارَ لِنَبِيِّهٖ مَا عِنْدَهٗ عَلٰى مَا عِنْدَكُمْ وَقَبَضَهٗ
اِلٰى ثَوَابِهٖ وَخَلَّفَ فِيْكُمْ كِتَابَهٗ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ،
فَمَنْ اَخَذَ بِهِمَا عَرَفَ وَمَنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا اَنْكَرَ،
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَشْغَلَنَّكُمُ
الشَّيْطَانُ بِمَوْتِ نَبِيِّكُمْ وَلَا يَفْتِنَنَّكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ،
فَعَاجِلُوْهُ بِالَّذِيْ تُعْجِزُوْنَهٗ وَلَا تَسْتَنْظِرُوْهُ فَيَلْحَقَ بِكُمْ۔

"اے لوگو! جو شخص محمدؐ کو معبود بنائے ہوئے تھا، اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ
محمدؐ وفات پا گئے،
اور جو لوگ خدا کو معبود بنائے ہوئے تھے انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ زندہ ہے،

نہیں مرے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا حکم تمہیں دے چکا ہے، پس بے صبری اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس دین کی حفاظت نہ چھوڑ بیٹھو،

اور اللہ نے نبیؐ کو تمہارے درمیان سے اٹھا کر اپنے پاس بلانا پسند کیا۔ جہاں انہیں ان کے کاموں کے نتیجہ سے سرفراز فرمائے گا اور تمہارے درمیان اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑی،

تو جو شخص ان دونوں پر عمل کرے گا وہ خیر کی راہ اختیار کرے گا، اور جو ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا وہ بری راہ اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو خطاب کر کے فرمایا تھا "اے اہل ایمان! ہمارے نازل کیے ہوئے نظام قسط کے محافظ رہنا"

اور ہرگز ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں تم کو پھسلائے رکھے۔

پس شیطان کے مقابلہ میں جلد از جلد ایسی تدبیر کرو کہ اسے شکست دے دو۔ اسے اپنا کام کرنے کی مہلت نہ دو ورنہ تم پر ٹوٹ پڑے گا اور تمہارے دینی نظام کو برباد کر کے رکھ دے گا"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس تقریر سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دین کا جو نظام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قائم ہوا تھا، اس کی کیا اہمیت ہے؟ حضورؐ کی وفات کے صدمہ سے لوگ توحید اور نماز و روزہ وغیرہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کر رہے تھے کہ انہیں سمجھانے کی ضرورت پڑی تھی، بلکہ یہ اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ اسلام کا نظام حکومت جو اتنی محنت کے بعد قائم ہوا تھا ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس لیے حضرت صدیقؓ آگے بڑھے۔ صحابہؓ کے مجمع میں تقریر فرمائی، جس میں سورہ نساء کی آیت یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ النساء آیت ۱۳۵ کا حوالہ دے کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نظام قسط کا محافظ بنایا ہے۔ اس کی حفاظت کا تم سے عہد لیا ہے، پس غم وفات کو حد سے نہ بڑھنے دو، اٹھو اور شیطان کو شکست دو۔ اپنے دینی نظام (خلافت) کے قائم رکھنے کی باتیں سوچو۔

حضرت ابو بکرؓ نے سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے اپنی امانت سونپی تھی لیکن انہوں نے خیانت اور غداری کی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ کا غضب ان پر بھڑکا، امامتِ اقوام کا منصب ان سے چھین لیا گیا اور وقت کے اہلِ شرک کی محکومی ان کے حصہ میں آئی، اب تم کو ان کی جگہ دی جا رہی ہے۔ تمہیں کتاب حکمت اور اقتدار عظیم سے نوازا جا رہا ہے۔

خبردار بنی اسرائیل کی طرح خیانت اور بے وفائی نہ کرنا۔ ہم نے جنہیں تورات دی تھی، انہیں وصیت کی تھی کہ نافرمانی نہ کرنا، عہد پر قائم رہنا، کتاب سے بے وفائی نہ کرنا۔ لیکن انہوں نے ناشکری، غداری اور بے وفائی کی راہ اختیار کی اور اس کے بُرے نتائج سے دوچار ہوئے اور اب تمہیں (اے امتِ محمدیہ) وصیت کرتے ہیں کہ تقویٰ کی راہ پر چلنا، عہد شکنی نہ کرنا، قرآن کی راہ چھوڑ کر ہمارے غضب کو دعوت نہ دینا ـــــ اور اس کے بعد یہ ہدایت دی کہ اے اہلِ ایمان عدل وانصاف کے اس الٰہی نظام کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ سورۂ مائدہ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ آخری احکامی سورہ ہے جس میں قانون کی تکمیل کر دی گئی ہے، اس کے بعد کوئی احکامی سورۂ نہیں نازل ہوئی۔ یہ سورہ عرفات میں اتری۔ اس کا اندازِ بیان ایسا ہے جیسے کہ آخری بار امت سے اس میدان میں عہد لیا جا رہا ہے کہ دیکھو نعمت کی تکمیل ہو چکی۔ ملک عظیم اور عظیم اقتدار تمہارے حوالہ کیا جا چکا، اب تمہارا فرض ہے کہ ہمارے عہد پر قائم رہنا۔ ورنہ یاد رکھو، بنی اسرائیل کی تاریخ تمہارے سامنے ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی تو کیسے ذلیل و خوار ہوئے

یہ ہے دینی نظام اور اس کی قدر و قیمت اور اہمیت ـــــ پر افسوس کہ امتِ مسلمہ نے اس نظام کو کھو دیا، اور رونا اس بات کا کہ یہ امت آرام کی نیند سو رہی ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا | کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(ج) التزام جماعت

سفر میں تنظیم

(۳۰۴) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ،

اِذَا کَانَ ثَلٰثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ۔ (ابوداؤد، ابوسعید خدریؓ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب سفر کی حالت میں لوگوں پر جماعت بنانا فرض کیا گیا ہے تو یہ بات بدرجۂ اولیٰ ضروری ہوگی کہ اہلِ ایمان ایک جماعت کی شکل اختیار کریں جب کہ ان کا جماعتی نظام درہم برہم ہو گیا ہو۔ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ انفرادی حالت میں زندگی گزاریں۔

(۳۰۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ،

لَا یَحِلُّ لِثَلَاثَۃٍ یَکُوْنُوْنَ بِفَلَاۃٍ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْھِمْ اَحَدَھُمْ۔ (منتقی)

عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"تین آدمی جو کسی جنگل میں رہتے ہوں ان کے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنے اوپر امیر بنا لیں۔"

جماعت سے علیحدگی

(۳۰۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ.

وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ۔

(مسند احمد، مشکوٰۃ۔ معاذ بن جبل رضی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے، اور اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکریوں کا بہ آسانی شکار کر لیتا ہے، اسی طرح شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ اگر جماعت بن کر نہ رہیں تو یہ ان کو الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔"

تو اے لوگو! پگڈنڈیوں پر مت چلنا بلکہ تمہارے لیے ضروری ہے کہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔"

"جماعت کے ساتھ رہو" یہ حکم اس وقت کا ہے جب مسلمانوں کی "الجماعۃ" موجود ہو، اور اگر موجود نہ ہو تو کیا ہو؟ یہ بڑا اہم سوال ہے اور اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ جماعت بناؤ، تاکہ "الجماعت" وجود میں آئے۔

حصولِ جنّت ـــــ جماعت کے ذریعہ

(۳۰۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّسْکُنَ بُحْبُوْحَۃِ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَۃِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَھُوَمِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"جو شخص جنّت کے وسط میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہو اسے "جماعت" سے چمٹے رہنا چاہیے اس لیے کہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے، اور جب وہ دو ہو جائیں تو وہ دُور ہو جاتا ہے۔"

اگر مسلمانوں کی "الجماعہ" موجود ہو تو اس سے چمٹے رہنا ضروری ہے، اس وقت اس سے الگ رہنا جائز نہیں ہے۔ "الجماعہ" سے مراد وہ حالت ہے جب اسلام غالب ہو، اقتدار اس کے ہاتھ میں ہو، اور اہل ایمان ایک امیر کی قیادت اور رہنمائی پر متفق ہوں۔ ایسے وقت میں کسی کے لیے جماعت سے الگ زندگی گزارنا جائز نہیں ہے اور جب "الجماعہ" موجود نہ ہو تو جماعت بن کر ایسے ڈھنگ سے دین کا کام کرنا ہوگا کہ الجماعہ وجود میں آجائے۔

(د) امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت

امیر جماعت کی ذمہ داری

(۳۰۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ،

فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ،

وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ،

وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ

عَنْهُمْ۔ (بخاری، مسلم، ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔

پس امیر جو لوگوں کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

اور مرد اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) کا نگران ہے۔ پس اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی،

اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔"

"نگران ہے" یعنی ان کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ان کو ٹھیک حالت میں رکھے اور بگڑنے سے بچائے۔ اگر اصلاح و تربیت کے کام سے غفلت برتتا ہے، ان کو بگڑنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ حساب کے دن باز پرس کرے گا۔

خیانت کار امیر

(۳۰۹) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ،

مَا مِنْ وَالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیہ)

معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ "جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ ان کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔"

غیر مخلص و کاہل امیر

(۳۱۰) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ، اَيُّمَا وَالٍ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَلَمْ يَنْصَحْ لَهُمْ وَلَمْ يَجْهَدْ لَهُمْ كَنُصْحِهٖ وَجُهْدِهٖ لِنَفْسِهٖ كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمْ يَحْفَظْهُمْ بِمَا يَحْفَظُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَاَهْلَهٗ۔ (طبرانی، کتاب الخراج)

حضرت معقل ابن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ،

"جس کسی شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملہ کی ذمہ داری قبول کی پھر اس نے ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور ان کے کام کی انجام دہی میں اپنے آپ کو اس طرح نہیں تھکایا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے اپنے آپ کو تھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو منہ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔

اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ ہے:۔ "پھر ان کی حفاظت ایسے طریقہ سے نہیں کی جس طریقہ سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

خویش پرور امیر

(۳۱۱) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ حِيْنَ بَعَثَنِيْ اِلَى الشَّامِ، يَا يَزِيْدُ اِنَّ لَكَ قَرَابَةً عَسَيْتَ اَنْ تُؤْثِرَهُمْ بِالْاِمَارَةِ وَذٰلِكَ اَكْبَرُ مَا اَخَافُ عَلَيْكَ،

فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ،

مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اَحَدًا الْمُحَابَاةً

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ،

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا،

حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ۔ (کتاب الخراج، امام ابویوسف)

یزید ابن ابی سفیانؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مجھے سپہ سالار بنا کر شام کی طرف روانہ کیا تو اس وقت یہ نصیحت فرمائی،

"اے یزیدؓ! تمہارے کچھ رشتہ دار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم ان کو ذمہ داریاں سونپنے میں ترجیح دو۔ یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے جو مجھے تمہاری طرف سے لاحق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ مسلمانوں پر کسی کو حکمران بنائے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے،

تو اس کے اوپر اللہ کی لعنت ہوگی،

اللہ اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ جہنم میں ڈال دے گا"

امیر کا ایثار

(۳۱۴) قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعُمَرَ،

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّيْ اِنَّمَا اسْتَخْلَفْتُكَ نَظَرًا لِّمَا خَلَّفْتُ وَرَائِيْ،

وَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَرَاَيْتَ مِنْ اَثَرَتِهٖ اَنْفُسَنَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاَهْلَنَا عَلٰى اَهْلِهٖ حَتّٰى اِنْ كُنَّا لَنَظَلُّ نُهْدِيْ اِلٰى اَهْلِهٖ مِنْ فُضُوْلِ مَا يَاتِيْنَا عَنْهُ۔

(کتاب الخراج امام ابویوسفؒ)

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ،

"اے خطاب کے بیٹے! میں نے مسلمانوں پر شفقت کے پیش نظر تمہیں خلیفہ منتخب کیا ہے، اور تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔

تم نے دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہم کو اپنے اوپر اور ہمارے گھر والوں کو اپنے گھر والوں کے اوپر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ ہم کو جو کچھ آپؐ کی طرف سے ملتا اس میں سے جو کچھ بچ جاتا وہ ہم نبیؐ کے گھر والوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔"

بردبار امیر

(۳۱۳) خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ،

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَنَا عَلَيْكُمْ حَقَّ النَّصِيْحَةِ بِالْغَيْبِ وَالْمَعُوْنَةِ عَلَى الْخَيْرِ،

اَيُّهَا الرِّعَاءُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ حِلْمٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ وَلَا اَعَمَّ نَفْعًا مِّنْ حِلْمِ اِمَامٍ وَرِفْقِهٖ،

وَلَيْسَ مِنْ جَهْلٍ اَبْغَضَ اِلَى اللّٰهِ وَاَعَمَّ ضَرَرًا مِّنْ جَهْلِ اِمَامٍ وَخُرْقِهٖ۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطابؓ نے (ایک مشترک اجتماع میں جس میں عوام اور ذمہ داران حکومت موجود تھے) تقریر کرتے ہوئے فرمایا،

"اے لوگو! ہمارا تم پر حق ہے کہ پیٹھ پیچھے ہمارے خیر خواہ رہو اور نیکی کے کاموں میں ہم کو مدد دو (پھر فرمایا)

"اے ذمہ دارانِ حکومت! امیر کی بردباری اور اس کی نرمی سے زیادہ نفع بخش اور اللہ کو محبوب کوئی اور بردباری نہیں ہے۔

اسی طرح امیر کی جذباتیت اور بے سلیقہ کام کرنے سے زیادہ ضرر رساں اور مبغوض کوئی اور جذباتیت اور بدسلیقگی نہیں ہے۔"

سمع و طاعت کی حدود

(۳۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ،

فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ (متفق علیہ۔ ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"مسلمانوں کو اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی بات سننی اور ماننی ضروری ہے چاہے وہ حکم اپنی طبیعت کے لیے خوشگوار ہو یا ناخوشگوار، بشرطیکہ وہ معصیت نہ ہو، البتہ جب اسے خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو وہ بات نہ سننی چاہیے نہ ماننی چاہیے۔"

قائد و عوام کی خیر خواہی

(۳۱۵) عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ،

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثًا

قُلْنَا لِمَنْ؟

قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِكِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (مسلم)

"حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"دین خلوص و خیر خواہی کا نام ہے" یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔

ہم نے پوچھا، "کس کے لیے خلوص اور خیر خواہی؟"

آپؐ نے فرمایا، "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے سربراہوں کے لیے، اور عام اہلِ اسلام کے لیے۔"

نصیحت کا لفظ، عربی زبان میں خیانت و بے ایمانی، کھوٹ اور ملاوٹ کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جس کا ترجمہ مخلصانہ وفاداری اور مخلصانہ خیر خواہی سے کیا جاتا ہے۔

اللہ کے لیے مخلصانہ وفاداری کا تو مطلب بالکل واضح ہے اور ہم اسے ایمان باللہ کے عنوان کے تحت بیان کر آئے ہیں۔

اسی طرح کتاب اور رسول کے ساتھ خلوص اور وفاداری کا مطلب بھی قرآن اور رسول کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے، ایمانیات کے باب میں دیکھ لیا جائے۔ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور خلوص کی تفصیل معاشرت کے باب میں مسلمانوں کے حقوق کے تحت دی جا چکی ہے۔

رہی مسلمانوں کے اجتماعی نظم کے ذمہ داروں کے ساتھ خیر خواہی اور مخلصانہ وفاداری، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کا تعلق ہو، اگر وہ حکم دیں تو وفادارانہ اطاعت ہونی چاہیے اور دعوت و تنظیم کے امور میں خوش دلی کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے اور وہ کسی غلط رُخ پر جا رہے ہوں تو محبت آمیز لہجہ میں انہیں ٹوکنا چاہیے۔ اگر کوئی غلط قسم کی رواداری برتتا ہے، غلطی کو دیکھتا ہے مگر ٹوکتا نہیں تو ایسا شخص اپنے ذمہ دار کا خیر خواہ نہیں، بدخواہ ہے۔ ایسا کرنا جماعتی خیانت کے ہم معنی ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہو سکتا ہے، جب ذمہ دار لوگ مخلصانہ تنقید برداشت کریں۔ نہ صرف برداشت کریں بلکہ لوگوں کے اندر یہ تاثر پیدا کر دیں کہ ان کا سربراہِ کار غلطی پر ٹوکنے کو پسند کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا اور ان کی اس خیر خواہی کے جواب میں ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ اور کوئی اگر بے ڈھنگے طریقہ سے ٹوکے تو اسے نرمی سے بتائے کہ ایسے طریقہ پر بات نہ کہو جو تہذیب و متانت کے خلاف ہو، حضرت عمرؓ کو کسی نے کسی بات پر ٹوکا تو مجمع میں ایک شخص نے امیر المومنین کی شان و حیثیت کا خیال کر کے ٹوکنے والے کو ڈانٹا اور خاموش کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

دَعْهُ لَاخَيْرَ فِيهِمْ اِنْ لَمْ يَقُوْلُوْهَا لَنَا،
وَلَاخَيْرَ فِيْنَا اِنْ لَمْ نَقْبَلْ۔ (کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ)

"اس کو کہنے دو، اگر لوگ ہم سے اس طرح کی باتیں نہ کہیں تو ان کے اندر کوئی خیر نہیں، اور ہم اس طرح کی خیر خواہی قبول نہ کریں تو ہمارے اندر کوئی بھلائی نہیں۔"

اسی طرح کے بہت سے نمونے ہمارے اسلاف نے چھوڑے ہیں جن میں دونوں کے لیے ہدایت اور روشنی ہے۔ امراء کے لیے بھی اور مامورین کے لیے بھی۔ یہاں ہم صرف ایک نمونہ پیش کریں گے۔ جب حضرت عمرؓ پر خلافت کی ذمہ داری آئی تو ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ نے ایک مشترک خط لکھا جس کے لفظ لفظ سے خیر خواہی ٹپکتی ہے۔ خط یہ ہے:

مِنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ،

فَاِنَّا عَهِدْنَاكَ وَاَمْرُ نَفْسِكَ لَكَ مُهِمٌّ، فَاَصْبَحْتَ قَدْ وُلِّيْتَ

أَمْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحْمَرِهَا وَأَسْوَدِهَا،

يَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيْكَ الشَّرِيْفُ وَالْوَضِيْعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِيْقُ، وَلِكُلٍّ حِصَّةٌ مِّنَ الْعَدْلِ،

فَانْظُرْ كَيْفَ أَنْتَ عِنْدَ ذٰلِكَ يَا عُمَرُ۔

وَإِنَّا نُحَذِّرُكَ يَوْمًا تَعْنُوْا فِيْهِ الْوُجُوْهُ، وَتَجِفُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَتَنْقَطِعُ فِيْهِ الْحُجَجُ لِحُجَّةِ مَلِكٍ قَهَرَهُمْ بِجَبَرُوْتِهِ، فَالْخَلْقُ دَاخِرُوْنَ لَهُ،

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عِقَابَهُ،

وَإِنَّا كُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَيَرْجِعُ فِيْ اٰخِرِ زَمَانِهَا إِلٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا إِخْوَانَ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءَ السَّرِيْرَةِ،

وَإِنَّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ يَّنْزِلَ كِتَابُنَا إِلَيْكَ سِوَى الْمَنْزِلِ الَّذِيْ نَزَلَ مِنْ قُلُوْبِنَا فَإِنَّمَا كَتَبْنَا بِهِ نَصِيْحَةً لَّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

"یہ خط ہے ابوعبیدہؓ بن جراح اور معاذ بن جبلؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ بن خطاب کے نام، آپ پر سلامتی ہو۔

ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذاتی اصلاح و تربیت و نگرانی کے لیے فکرمند رہتے تھے اور اب تو آپ پر اس پوری اُمت کی تربیت و نگرانی کی ذمہ داری آپڑی ہے۔

امیرالمؤمنین آپ کی مجلس میں اونچے درجہ کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی۔ دشمن بھی آپ کے پاس آئیں گے دوست بھی۔ اور انصاف میں ہر ایک کا حصہ ہے،

تو آپ کو سوچنا ہے کہ ایسی حالت میں آپ کیا طرزِ عمل اختیار فرمائیں۔

ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن خدائے جبار کے سامنے لوگ سرنگوں ہوں گے، دل خوف سے لرز رہے ہوں گے، اور خدائے جبار و قاہر کی دلیل

کے سامنے سب کی دلیلیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی۔ اس دن تمام لوگ اس کے سامنے عاجز و بے بس ہوں گے،

لوگ اس کی رحمت کی امید کرتے ہوں گے اور اس کے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے۔

اور ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ اس امت کے لوگ آخر زمانہ میں ظاہری طور پر ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطنی طور پر ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

اور ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے اس خط کو آپ وہ حیثیت نہ دیں جو اس کی واقعی اور حقیقی حیثیت ہے ہم نے یہ خط خیر خواہی و اخلاص کے جذبہ سے آپ کو لکھا ہے، والسلام علیک۔

یہ خط امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور انہوں نے اس کا یہ جواب دیا:

مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَمُعَاذٍ، سَلَامٌ عَلَیْکُمَا، اَمَّا بَعْدُ،

فَقَدْ اَتَانِیْ کِتَابُکُمَا تَذْکُرَانِ اَنَّکُمَا عَهِدْتُمَانِیْ وَاَمْرُ نَفْسِیْ لِیْ مُهِمٌّ، فَاَصْبَحْتُ قَدْ وُلِّیْتُ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحْمَرِهَا وَاَسْوَدِهَا،

یَجْلِسُ بَیْنَ یَدَیَّ الشَّرِیْفُ وَالْوَضِیْعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِیْقُ وَلِکُلٍّ حِصَّةٌ مِّنَ الْعَدْلِ،

کَتَبْتُمَا فَانْظُرْ کَیْفَ عِنْدَ ذٰلِکَ یَا عُمَرُ،

وَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ عِنْدَ عُمَرَ عِنْدَ ذٰلِکَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،

وَکَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِیْ مَا حُذِّرَتْ عَنْهُ الْاُمَمُ قَبْلَنَا،

وَقَدِیْمًا کَانَ اخْتِلَافُ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ بِاٰجَالِ النَّاسِ یُقَرِّبَانِ کُلَّ بَعِیْدٍ، وَیُبْلِیَانِ کُلَّ جَدِیْدٍ، وَیَاْتِیَانِ بِکُلِّ مَوْعُوْدٍ، حَتّٰی

يَصِيْرُ النَّاسُ اِلٰى مَنَازِلِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

كَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِيْ اَنَّ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيَرْجِعُ فِيْ اٰخِرِ زَمَانِهَا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا اِخْوَانَ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءَ السَّرِيْرَةِ وَلَسْتُمْ بِاُولٰئِكَ، وَلَيْسَ هٰذَا بِزَمَانِ ذٰلِكَ، وَذٰلِكَ زَمَانٌ تَظْهَرُ فِيْهِ الرَّغْبَةُ وَالرَّهْبَةُ، تَكُوْنُ رَغْبَةُ النَّاسِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ لِصَلَاحِ دُنْيَاهُمْ-

كَتَبْتُمَا تُعَوِّذَانِيْ بِاللّٰهِ اَنْ اُنْزِلَ كِتَابَكُمَا سِوَى الْمَنْزِلِ الَّذِيْ نَزَلَ مِنْ قُلُوْبِكُمَا، وَاَنَّكُمَا كَتَبْتُمَا بِهٖ نَصِيْحَةً لِّيْ، وَقَدْ صَدَقْتُمَا، فَلَا تَدَعَا الْكِتَابَةَ اِلَيَّ فَاِنَّهٗ لَا غِنٰى لِيْ عَنْكُمَا، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا۔ (المسلمون، فروری ۱۹۵۵ء)

"عمر بن خطابؓ کی طرف سے ابو عبیدہؓ اور معاذؓ کے نام، سلامتی ہو تم دونوں پر،

تمہارا مشترکہ خط ملا جس میں لکھا ہے کہ اب سے پہلے تو میں اپنی ذات کی اصلاح و تربیت و حفاظت و نگرانی کے لیے ہی متفکر رہتا تھا لیکن اب تو اس پوری امت کی ذمہ داری میرے سر پر آپڑی ہے۔

میرے سامنے اونچے درجہ کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی، دوست بھی میرے پاس آئیں گے دشمن بھی، اور ہر ایک کا حق ہے کہ اس کے ساتھ عدل کیا جائے،

تو تم نے لکھا ہے کہ اے عمرؓ! سوچو کہ تمہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ میں اس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمرؓ کے پاس نہ تدبیر ہے نہ قوت، اگر اسے قوت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی طرف سے مل سکتی ہے،

پھر تم نے مجھے اس انجام سے ڈرایا ہے جس انجام سے ہم سے پہلے کے لوگ ڈرائے گئے تھے۔ یہ دن و رات کی گردش جو انسانوں کی زندگیوں سے وابستہ ہے۔ یہ برابر قریب لا رہی ہے اس چیز کو جو دور ہے اور بوسیدہ بنا رہی ہے ہر جدید کو، اور لا رہی ہے ہر پیشین گوئی کو، یہاں تک کہ دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور آخرت نمودار ہو گی جس میں

ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔

نیز تم نے اپنے خط میں اس بات سے ڈرایا ہے کہ اس امت کے لوگ آخر زمانہ میں ظاہراً ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطناً ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ تو یاد رکھو تم وہ لوگ نہیں ہو جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے، اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے جب یہ منافقت ظاہر ہوگی، وہ تو وہ وقت ہے جب لوگ اپنے دنیاوی مفاد کو بچانے کے لیے ایک دوسرے سے ڈریں گے۔

پھر تم نے یہ لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ کہ میں تمہارے خط سے کوئی غلط تاثر لوں، بلاشبہ تم سچ کہتے ہو، تم نے خیر خواہی ہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔

آئندہ خط لکھنا بند نہ کرنا۔ میں تم دونوں کی نصیحت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا،

والسلام۔

(ھ) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

بدعتی کی تعظیم

(۳۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

(مشکوٰۃ - ابراہیم بن میسرہؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو شخص کسی بدعتی کی عزت کرے گا تو اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔"

بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس نے اسلام کے اندر کوئی ایسا نظریہ یا عمل داخل کیا جو اسلام سے ٹکراتا ہے یا اس سے میل نہیں کھاتا، ایسا شخص اسلام کی عمارت کو ڈھانے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص اس کا احترام و تعظیم کرتا ہے وہ شخص اسلام کے ڈھانے میں مددگار بنتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ایسے لوگ مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت و احترام کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں اور ان کے فعل کو برداشت نہ کیا جائے۔ ذرا اس حدیث پر غور کیجیے اور پھر

اپنی سوسائٹی کو دیکھیے کہ اس لحاظ سے اس کا کیا حال ہے۔

منافق کی سیادت

(۳۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

لَا تَقُوْلُنَّ لِلْمُنَافِقِ سَیِّدًا فَاِنَّہٗ اِنْ یَّکُنْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّکُمْ۔

(مشکوٰۃ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

منافق کو سردار مت کہو اس لیے کہ اگر ایسا ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔"

"سردار نہ کہو" کا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی جو جانتے بوجھتے قول اور عمل کا تضاد رکھتا ہے، جس کو اسلام کی حقانیت پر یقین نہیں ہے۔ جس کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں شک ہے۔ ایسے آدمی کو اپنا سردار نہ بناؤ اگر ایسا کروگے تو خدا کی ناراضی مول لوگے، اور جس سے خدا ناراض ہو جائے اس کا کہیں ٹھکانا نہیں، دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی تباہی۔

شرابی کی عیادت

(۳۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ،

لَا تَعُوْدُوْا شُرَّابَ الْخَمْرِ اِذَا مَرِضُوْا۔ (الادب المفرد)

عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"شراب پینے والے جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کو مت جاؤ۔"

دین میں مداہنت کا انجام

(۳۱۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَاءُ ھُمْ، فَلَمْ یَنْتَھُوْا فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَاٰکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ، ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ، (سورہ مائدہ آیت ۷۸)

قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَکَانَ مُتَّکِئًا،

فَقَالَ لَا، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰی یَدَیِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ أَطْرًا،

أَوْلَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ،

ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ۔ (بیہقی، مشکوٰۃ، ابن مسعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ......

"جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو اُن کے علما نے انہیں روکا،

لیکن وہ نہیں رُکے (تو اُن کے عالم ان کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے) ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے، جب ایسا ہوا تو اللہ تعالٰے نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے اور پھر حضرت داؤدؑ اور عیسٰی ابن مریمؑ کی زبان سے اللہ نے ان پر لعنت کی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اسی میں بڑھتے چلے گئے۔

عبداللہ ابن مسعودؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا

"نہیں، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائیوں سے روکتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ظالم کو حق پر جھکاؤ گے۔

اگر تم لوگ ایسا نہیں کرو گے تو تم سب کے دل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے،

اور پھر اللہ تم کو اپنی رحمت اور ہدایت سے دُور پھینک دے گا جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے معاملہ کیا۔"

نہی عن المنکر۔ ایک فریضہ

(۳۲۰) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم
مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً،
فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا،
فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا،
فَتَاَذَّوْا بِهٖ،
فَاَخَذَ فَاْسًا، فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ،
فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ؟
قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ،
فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ،
وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ (بخاری)

"نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"وہ شخص جو اللہ کے احکام کو توڑتا ہے اور وہ جو اللہ کے احکام کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے مگر اسے ٹوکتا نہیں، اس کے ساتھ رواداری برتتا ہے،
ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی لی اور قرعہ ڈالا،
اس کشتی میں مختلف درجے ہیں اوپر نیچے۔ چند آدمی اوپر کے حصہ میں بیٹھے اور چند نچلے حصہ میں، تو جو لوگ نچلے حصہ میں بیٹھے تھے، وہ پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے تاکہ سمندر سے پانی بھریں تو اوپر والوں کو اس سے تکلیف ہوتی،
آخر کار نیچے کے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے،
اوپر کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہا تم یہ کیا کرتے ہو؟
انہوں نے کہا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے ہو تو اب کشتی کے تختوں

کو توڑ کر دریا سے پانی حاصل کریں گے ۔"

حضورؐ نے یہ مثال بیان کر کے فرمایا،" اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ہیں تو انہیں بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور اپنے کو بھی بچالیں گے،

اور اگر انہیں ان کی حرکت سے نہیں روکتے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو انہیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے ۔"

پڑوسی کو دین کی تعلیم دینا

(۳۲۱) خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ فَاَثْنٰی عَلٰی طَوَائِفَ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا ثُمَّ قَالَ،

مَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا یُفَقِّھُوْنَ جِیْرَانَھُمْ وَلَا یُعَلِّمُوْنَھُمْ وَلَا یَعِظُوْنَھُمْ؟

وَمَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا یَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِیْرَانِھِمْ وَلَا یَتَفَقَّھُوْنَ وَلَا یَتَّعِظُوْنَ؟

وَاللّٰہِ لَیُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِیْرَانَھُمْ وَیُفَقِّھُوْنَھُمْ وَیَامُرُوْنَھُمْ وَیَنْھَوْنَھُمْ وَلَیَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِّنْ جِیْرَانِھِمْ وَیَتَفَقَّھُوْنَ وَیَتَّعِظُوْنَ اَوْلَاُعَاجِلَنَّھُمُ الْعُقُوْبَۃَ ثُمَّ نَزَلَ،

فَقَالَ قَوْمٌ مَّنْ تَرَوْنَہٗ عَنٰی بِھٰؤُلَاءِ؟

قَالُوا الْاَشْعَرِیِّیْنَ، ھُمْ قَوْمٌ فُقَھَاءُ وَلَھُمْ جِیْرَانٌ جُفَاۃٌ مِّنْ اَھْلِ الْمِیَاہِ وَالْاَعْرَابِ،

فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ، فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، قَالُوْا،

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَکَرْتَ قَوْمًا بِخَیْرٍ وَذَکَرْتَنَا بِشَرٍّ فَمَا بَالُنَا،

فَقَالَ لَیُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِیْرَانَھُمْ وَلَیَعِظَنَّھُمْ وَلَیَامُرَنَّھُمْ وَلَیَنْھَوْنَّھُمْ وَلَیَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِّنْ جِیْرَانِھِمْ وَیَتَّعِظْنَ وَیَتَفَقَّھْنَ اَوْلَاُعَاجِلَنَّھُمُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا،

فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنُفَطِّنُ غَیْرَنَا؟

فَاَعَادَ قَوْلَهٗ عَلَيْهِمْ فَاَعَادُوْا قَوْلَهُمْ "اَنُفَطِّنُ غَيْرَنَا؟" فَقَالَ ذَالِكَ اَيْضًا،

فَقَالُوْا اَمْهِلْنَا سَنَةً فَاَمْهَلَهُمْ سَنَةً لِيُفَقِّهُوْهُمْ وَيَعِظُوْهُمْ، ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ،

"لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" المائدہ آیت ۷۸ (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا،

"کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سمجھ پیدا نہیں کرتے اور انہیں تعلیم نہیں دیتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج انہیں نہیں بتاتے اور انہیں برے کاموں سے نہیں روکتے؟

اور کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے اور دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج نہیں معلوم کرتے؟

"خدا کی قسم! لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں، ان کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں، انہیں نصیحت کریں۔ ان کو اچھی باتیں بتائیں اور ان کو بری باتوں سے روکیں۔ نیز لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا، دین کی سمجھ پیدا کرنی ہوگی اور ان کے وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ میں انہیں بہت جلد سزا دوں گا۔" پھر آپ منبر سے اتر آئے اور تقریر ختم کر دی۔

سامعین میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔" یہ کون لوگ تھے جن کے خلاف آپ نے تقریر فرمائی۔"

دوسرے لوگوں نے بتایا کہ آپ کا روئے سخن قبیلۂ اشعر کے لوگوں کی طرف تھا۔ یہ لوگ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اجڈ لوگ ہیں۔ جب اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں کو پہنچی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا، "اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی تقریر میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی

اور ہمارے اوپر غصہ فرمایا تو ہم سے کیا قصور سرزد ہوا؟"

آپؐ نے فرمایا، "لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں، انہیں وعظ و نصیحت کریں، اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا۔ وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا اور اپنے اندر دینی سمجھ پیدا کرنی ہوگی۔ ورنہ میں ان لوگوں کو بہت جلد دنیا میں سزا دوں گا۔"

تو اشعریین نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم دوسروں میں سمجھ پیدا کریں (کیا تعلیم و تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے)؟"

آپؐ نے فرمایا، "ہاں یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔"

تو ان حضرات نے کہا کہ "ہم کو ایک سال کی مہلت دیجیے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو ایک سال کی مہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں گے اور احکام بتائیں گے۔

اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت پڑھی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الخ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ کی جس آیت کی تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ یہ ہے:

"بنی اسرائیل کے کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی، داؤدؑ کی زبان سے اور عیسٰیؑ ابن مریمؑ کی زبان سے اور یہ لعنت اس لیے کی گئی کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور برابر اللہ کے احکام کو توڑتے چلے گئے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کو بری باتوں کے کرنے سے نہیں روکتے تھے، بلاشبہ ان کی یہ حرکت بہت بری تھی۔"

(و) دعوت بلا عمل

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت

(۳۲۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ،

اَيْ فُلَانُ مَا شَانُكَ؟ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟

قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

(بخاری، مسلم۔ اسامہ بن زید)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی۔ پھر اسے آگ میں اس طرح لیے پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکی میں پھرتا ہے تو دوسرے جہنمی لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوں گے اور پوچھیں گے،

"اے فلاں یہ تیرا کیا حال ہے۔ کیا تم دنیا میں ہم کو نیکیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے؟ اور برائیوں سے نہیں روکتے تھے؟ (ایسے نیکی کے کام کرنے کے باوجود تم یہاں کیسے آگئے)؟

وہ شخص کہے گا کہ میں تمہیں تو نیکیوں کی تلقین کرتا تھا اور خود اس کے قریب نہیں جاتا تھا اور برائیوں سے تم کو تو روکتا تھا پر خود کرتا تھا۔"

آگ کی قینچیاں

(۳۲۳) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ،

رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَّارٍ،

قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ؟

قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِكَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ۔

(انس۔ مشکوٰۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"میں نے اپنی معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔

میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ "یہ کون لوگ ہیں"؟

جبرئیلؑ نے کہا کہ "یہ آپ کی امت کے مقررین ہیں۔ یہ لوگوں کو نیکی اور تقوے کی تلقین کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے"۔

کرنے کے کام

(۳۲۴) عَنْ حَرْمَلَةَ رضؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ،

مَا تَاْمُرُنِیْ بِهٖ اَعْمَلُ؟

قَالَ اِئْتِ الْمَعْرُوْفَ،

وَاجْتَنِبِ الْمُنْكَرَ،

وَانْظُرْ مَا یُعْجِبُ اُذُنَكَ اَنْ یَّقُوْلَ لَكَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَأْتِهٖ،

وَانْظُرِ الَّذِیْ تَكْرَهُ اَنْ یَّقُوْلَ لَكَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاجْتَنِبْهُ۔ (بخاری)

حضرت حرملہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ،

آپ مجھے کن باتوں پر عمل کی تلقین فرماتے ہیں۔

"آپ نے فرمایا کہ تو نیکی پر عمل کر اور برائی سے بچ،

اور دیکھ اگر تو یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ مجلس سے تیرے اُٹھ کر چلے جانے کے بعد اچھے اوصاف سے یاد کریں تو تو اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کر،

اور جن باتوں کو تو ناپسند کرتا ہے کہ تیری عدم موجودگی میں لوگ تیرے بارے میں

کہیں تو تو اس سے پرہیز کر۔"

مطلب یہ کہ آدمی چاہتا ہے کہ لوگ اچھے الفاظ سے اسے یاد کریں تو اسے ویسے ہی کام کرنے چاہئیں، اور آدمی ناپسند کرتا ہے کہ لوگ برے اوصاف سے اُسے یاد کریں تو ایسے اوصاف سے بچنا چاہیے۔

دعوت کی ابتداء ـــــ اپنی ذات سے

(۳۲۵) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ،

اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ،

فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبَلَغْتَ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ؟

قَالَ اَرْجُوْ،

فَقَالَ لَهٗ اِنْ لَّمْ تَخْشَ اَنْ تَفْتَضِحَ بِثَلَاثِ اٰيَاتٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَافْعَلْ،

قَالَ الرَّجُلُ وَمَا هُنَّ؟

قَالَ قَوْلُهٗ "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ" اَلْاٰیَةَ فَهَلْ اَحْكَمْتَ هٰذِهٖ، (البقرہ : ۴۴)

قَالَ لَا،

فَقَالَ وَالثَّانِيَةُ قَوْلُهٗ "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" فَهَلْ اَحْكَمْتَهَا؟ (سورہ الصف : ۲)

قَالَ لَا،

فَقَالَ وَالثَّالِثَةُ مَقَالَةُ شُعَيْبٍ "مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ"، فَهَلْ اَحْكَمْتَهَا؟ (ہود : ۸۸)

قَالَ لَا،

قَالَ فَابْدَأْ بِنَفْسِكَ۔ (الدعوۃ)

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ

"میں تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ "کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو"؟

اس نے کہا، "ہاں توقع تو ہے"۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ "اگر تمہیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں تجھے رسوا کر دیں گی تو ضرور "تبلیغِ دین کا کام کرو"۔

اس نے کہا کہ "وہ کون سی تین آیتیں ہیں؟

ابن عباسؓ نے فرمایا، "پہلی آیت یہ ہے: اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (بقرہ: ۴۴) کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو"۔ ابن عباسؓ نے کہا، "کیا اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے"؟

اس نے کہا، "نہیں"۔

"اور دوسری آیت، لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف: ۲) "تم کیوں کہتے ہو وہ بات جس کو کرتے نہیں"۔ ہے، تو اس پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے"؟

اس نے کہا، "نہیں"۔

"اور تیسری آیت مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (ہود: ۸۸) ہے۔ "شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، جن بری باتوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں ان کو بڑھ کر میں خود کرنے لگوں، میری نیت یہ نہیں بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے"۔

ابن عباسؓ نے پوچھا کہ "اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے"؟

اس نے کہا، "نہیں"۔

تو فرمایا، "جاؤ پہلے اپنے آپ کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، یہ مبلغ کی پہلی منزل ہے"۔

یہ شخص اپنے سے غافل اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کا "شوق" رکھتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے صحیح صورت حال کا اندازہ کر کے عمدہ مشورہ دیا۔

علم اور عمل

(۳۲۶) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ،

"اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ،
فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ عِلْمٌ نَافِعٌ،
وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ۔

(دارمی)

"حضرت حسنؒ نے فرمایا،
"علم دو طرح کا ہوتا ہے۔
ایک علم تو وہ ہے جو زبان سے گزر کر دل میں جگہ پکڑتا ہے، یہی علم قیامت میں کام آئے گا،
اور ایک علم وہ ہے جو صرف زبان پر رہتا ہے دل تک نہیں پہنچتا، یہ علم اللہ عزوجل کی عدالت میں آدمی کے خلاف حجت اور دلیل بنے گا"
یعنی ایسے آدمی کو اللہ یہ کہہ کر سزا دے گا کہ تو تو سب کچھ جانتا بوجھتا تھا، پھر عمل کا توشہ اپنے ساتھ کیوں نہیں لایا جو یہاں تیرے کام آتا۔

(ز) حصولِ علمِ دین

دین کا فہم

(۳۲۷) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،
مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (بخاری مسلم)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،
"جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنے دین کا علم فہم دیتا ہے"
ظاہر ہے کہ دین کا علم و فہم تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے، جس کو یہ چیز ملی اسے دین و دنیا کی سعادت ملی، وہ اس سے اپنی زندگی سنوارے گا، اور دوسرے بندگانِ خدا کی زندگیوں کو بھی سنوارنے کی کوشش کرے گا۔

طلبِ علم کا صلہ

(۳۲۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم،

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ،

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ،

وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرے تو اللہ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دے گا۔

اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے۔ رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں،

اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔"

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف دین کا علم حاصل کرنے والوں کو خوشخبری دی ہے، اور دوسری طرف ان کو اس خطرہ سے آگاہ کیا ہے کہ علم دین سیکھنے کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر کسی نے عمل نہ کیا تو اپنے سارے خزانۂ علم کے باوجود پیچھے رہ جائے گا۔ نہ یہ علم اسے آگے بڑھائے گا اور نہ اس کی خاندانی شرافت کچھ کام دے گی۔ اونچا اٹھانے والی چیز صرف عمل ہے۔

ذکر و علم کا موازنہ

(۳۲۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو،

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ،

فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَّاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ،

اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ، فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ

وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ،
وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ،
وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا،
فَجَلَسَ فِيْهِمْ (مشکوۃ)

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ
"ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد۔ مسجد نبوی میں آئے۔
دو جماعتیں وہاں بیٹھی تھیں (ایک جماعت ذکر و تسبیح میں مشغول تھی اور دوسری جماعت کے لوگ دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے تھے)۔
آپؐ نے فرمایا، "دونوں جماعتیں نیک کام میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت سے افضل ہے۔
یہ لوگ تو ذکر الٰہی اور دعاء و استغفار میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ چاہے گا تو انہیں دے گا، نہ چاہے گا تو نہیں دے گا۔
رہی یہ دوسری جماعت تو یہ لوگ دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے ہیں، اور مجھے مُعلّم (سکھانے والا) ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔
یہ کہہ کر آپؐ اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔"

(۲) دعوت وتبلیغ کے اہم اصول

ہفتہ میں ایک مرتبہ وعظ

(۲۳۰) كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ،

يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ،
فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہر پنجشنبہ کے دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، تو ان سے ایک آدمی نے کہا،

"اے ابو عبدالرحمٰن رض میری خواہش ہے کہ آپ ہم لوگوں کو ہر دن وعظ و نصیحت کیا کریں۔

انہوں نے کہا کہ" ہر دن تقریر کرنے سے جو چیز مجھے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں تمہیں اکتا دینا پسند نہیں کرتا،

میں ناغے دے دے کر وعظ و نصیحت کرتا ہوں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ناغے دے کر نصیحت فرماتے، اور آپ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ ہم لوگ کہیں اکتا نہ جائیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عمل سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کرنے والے لوگوں کو کسی کے سر پر سوار ہو کر وعظ و نصیحت نہ کرنی چاہیے بلکہ حالت کا جائزہ لینا چاہیے۔ موقع و محل دیکھنا چاہیے اور اس کسان کی طرح رہنا چاہیے جو ہر وقت بارش کا انتظار کرتا ہے اور جوں ہی بارش ہوتی ہے فوراً زمین کو تیار کرنے میں لگ جاتا ہے۔

پس نہ تو بے موقع تبلیغ کرنا صحیح ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ آدمی موقع کی تلاش سے غافل رہے۔ سوا قع آتے رہیں اور یہ اپنے وقار کی ناپ تول میں انہیں ضائع کرتا رہے۔

کثرت وعظ کے نقصانات

(۳۲۱) عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ

حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ،

وَلَا تُمِلَّنَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ،

وَلَا اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ حَدِيْثٍ مِّنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيْثَهُمْ،

فَتُمِلُّهُمْ، وَلٰكِنْ اَنْصِتْ

فَاِذَا اَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهُ،

وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ،

فَاِنِّيْ عَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ۔

(بخاری)

عکرمہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ،

"ہر ہفتہ ایک مرتبہ وعظ کہا کرو، اور دو دفعہ کر سکتے ہو، اور تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا،

اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر مت کرنا۔

اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو اور ان کی بات کاٹ دو،

اگر تم ایسا کرو گے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کر دو گے، بلکہ ایسے موقعہ پر خاموشی اختیار کرو۔

"اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو،

اور دیکھو مسجع مقفّٰی عبارتیں بولنے سے بچو،

کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے مانع

عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔

ایک حدیث امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُبَغِّضُوا عِبَادَ اللّٰهِ عِبَادَةَ اللّٰهِ۔ ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرو کہ اس کی وجہ سے لوگ اللہ کی بندگی سے نفرت کرنے لگیں۔

"جب وہ مطالبہ کریں" کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے اپنی خواہش کا اظہار کریں یا ان کے چہرے بشرے سے اندازہ ہو جائے کہ اب دین کی بات سننے کے موڈ میں ہیں، تب اپنی بات کہنی چاہیے۔

دین میں سہولت

(۳۳۲) اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُصَدِّقُ النَّاسَ حِيْنَ اَمَرَهُ اللّٰهُ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ،

فَقَالَ لَهُ لَا تَاْخُذْ مِنْ حَزَرَاتِ اَنْفُسِ النَّاسِ شَيْئًا،

خُذِ الشَّارِفَ وَالْبِكْرَ وَذَاتَ الْعَيْبِ۔

فَذَهَبَ فَاَخَذَ ذٰلِكَ عَلٰى مَا اَمَرَهُ النَّبِيُّ اَنْ يَّاْخُذَ حَتّٰى جَاءَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَذَكَرَ لَهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ رَسُوْلَهُ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ النَّاسِ يُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَيُطَهِّرُهُمْ بِهَا،

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ قُمْ فَخُذْ،

فَذَهَبَ فَاَخَذَ الشَّارِفَ وَالْبِكْرَ وَذَاتَ الْعَيْبِ،

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا قَامَ فِيْ اِبِلِيْ اَحَدٌ قَطُّ يَاْخُذُ شَيْئًا مِّنْهُ قَبْلَكَ، وَاللّٰهِ لَتَخْتَارَنَّ۔ (کتاب الخراج۔ ابو یوسفؒ)

جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں، تو آپؐ نے زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے ایک آدمی کو مقرر فرمایا اور اسے یہ وصیت کی کہ،

"دیکھو لوگوں کے بہترین مال جس سے ان کے دلوں کو تعلق ہے مت لینا۔

تم بوڑھی اونٹنیاں لینا اور ایسی اونٹنیاں لینا جن کے بچے نہ ہوئے ہوں، اور عیب دار اونٹنیاں لینا۔

چنانچہ محصل گیا اور نبیؐ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مویشیوں میں سے زکوٰۃ وصول کی۔ یہاں تک کہ وہ ایک عرب دیہاتی کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ یہ زکوٰۃ ان کی گندگی کو دور کرے گی اور ایمان کو بڑھائے گی۔

اس آدمی نے محصل سے کہا کہ یہ ہمارے مویشی ہیں، تم جاؤ اور ان میں سے لے لو۔

اس نے بوڑھی، عیب دار، بے بچہ کی اونٹنیاں لے لیں۔

تو اس دیہاتی نے کہا کہ "تم سے پہلے ہمارے اونٹوں میں خدا کا حق وصول کرنے والا کوئی نہیں آیا۔ خدا کی قسم تمہیں تو بہترین اونٹ لینے ہوں گے (بھلا خدا کے حضور میں خراب چیز پیش کی جائے گی)۔"

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دن سے لوگوں کے بہترین مال زکوٰۃ میں وصول کرتے تو ممکن تھا کہ لوگ اس حکم کے خلاف بغاوت کر دیتے۔ لیکن آہستہ آہستہ جب لوگوں کے اندر دین نے اپنی جڑیں جمالیں اور ان کی تربیت ہو گئی، تب مدینہ سے بہت دور دیہات میں بسنے والے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ وہ زکوٰۃ میں بہترین مال لینے پر محصل سے اصرار کرتے۔

اندازِ گفتگو

(۳۲۳) كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ (بخاری، انس)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اس کو تین دفعہ دہراتے (جب ضرورت محسوس کرتے) تاکہ وہ بات لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔"

ہر زبان میں بولنے اور تقریر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں، انہیں جاننا ضروری ہے۔ مقصود تو لوگوں کے دلوں میں اپنی بات اتارنی ہے۔ سامعین جس قسم کے ہوں اسی لحاظ سے زبان و بیان اختیار کرنا ہوگا۔ کم پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے فلسفیانہ انداز میں بولنا اور مشکل الفاظ اور ترکیبیں استعمال کرنا دعوت کو بے نتیجہ بنانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

كَلَامُهُ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ - (ابوداؤد) یعنی آپ کی تقریر صاف اور واضح ہوتی تھی جو سنتا سمجھ جاتا۔

جذبات ورجحانات کا خیال

(۳۳۴) قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ،

"اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهَوَاتٍ وَّاِقْبَالًا وَّاِدْبَارًا۔ فَأْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهَوَاتِهَا وَاِقْبَالِهَا،

فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِیَ - (کتاب الخراج، ابویوسفؒ)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ

"دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلانات ہوتے ہیں اور کسی وقت وہ بات سننے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اس کے لیے تیار نہیں رہتے تو لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے اندر سے داخل ہو اور اس وقت اپنی بات کہو جب کہ وہ سننے کے لیے تیار ہوں۔

اس لیے کہ دل کا حال یہ ہے کہ جب اس کو کسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ (اور یہ بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے)۔"

بیم ورجا

(۳۳۵) قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ،

اَلْفَقِیْهُ كُلُّ الْفَقِیْهِ مَنْ لَّمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ،

وَلَمْ یُرَخِّصْ لَهُمْ فِیْ مَعَاصِی اللهِ

وَلَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِّنْ عَذَابِ اللهِ - (کتاب الخراج)

"بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو (اپنی تقریر و وعظ سے) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا،

اور نہ اللہ کی نافرمانی کے لیے انہیں رخصتیں دیتا ہے۔

اور نہ اللہ کے عذاب سے انہیں بے خوف بناتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ ایسے انداز میں تقریر کرنی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ اپنی نجات اور اللہ کی رحمت

سے مایوس ہو جائیں یہ صحیح نہیں ہے اور نہ یہ درست ہے کہ لوگوں کو اللہ کی غفور الرحیمی اور حضورؐ کی شفاعت کا غلط مطلب بتا بتا کر انہیں اللہ کی نافرمانی کے لیے جری اور بے باک بنایا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں پہلو سامنے لائیں تاکہ نہ مایوسی پیدا ہو اور نہ جرأت و بے خوفی۔

(ط) دین کی خدمت کرنے والوں کیلیے خوشخبری

محافظین دین، اللہ کی حفاظت میں

(۳۳۶) قَالَ مُعَاوِيَةُ،

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ،

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ، وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (بخاری مسلم)

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں برابر ایک ایسا گروہ موجود رہے گا جو اللہ کے دین کا محافظ رہے گا۔

جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں گے، اور جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کو تباہ نہیں کر سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے،

اور یہ دین کے محافظ لوگ اپنی اسی حالت پر قائم رہیں گے۔"

محبان رسولؐ

(۳۳۷) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ،

اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا، نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ،

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ۔ (مسلم۔ ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"میری امت میں سے سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں

گے جو بعد میں آئیں گے۔

ان میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دیکھتا اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے ساتھ۔"

دین و اہل دین کی اجنبیت

(۳۳۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا، وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ، وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ۔

(مشکوٰۃ۔ عمرو بن عوف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"دین اسلام اپنے آغاز میں لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور عنقریب یہ پہلے کی طرح اجنبی بن جائے گا، تو اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہو اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میرے طریقوں کو جسے لوگوں نے بگاڑ ڈالا ہوگا زندہ کرنے کے لیے اٹھیں گے۔"

دین اپنے آغاز میں اجنبی تھا جسے لوگ نہیں پہچانتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی مسلسل کوشش سے اس کو غلبہ و اقتدار حاصل ہوا اور اسے لوگوں نے قبول کیا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دنیا کے لیے اجنبی بن جائے گا، اور اس زمانہ میں جو لوگ دین کو زندہ کرنے کے لیے اٹھیں گے وہ اجنبی بن جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو حضور نے بشارت دی ہے۔

داعیانہ صفات

(۱) شکر

یوں تو امتِ مسلمہ کے ہر فرد میں اس صفت کا ہونا ضروری ہے ، لیکن جو لوگ اس بگڑے ہوئے ماحول میں دین کو زندہ کرنے کو اٹھیں ان کے لیے تو یہ توشہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا ناگزیر ہے۔

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ دنیا میں آنے سے پہلے پیٹ کی اندھیریوں میں ہوا اور غذا پہنچائی۔ پھر جب میں دنیا میں آیا تو اس نے میری پرورش کے کیا کیا انتظامات کیے۔ میں بالکل لاچار اور بے بس تھا، زبان تھی نہ ہاتھ پیر تھے۔ پھر میرے رب نے مجھے پالا پوسا۔ میرے جسم کو طاقت دی، سوچنے سمجھنے اور بولنے کی قوت دی۔ پھر آسمان و زمین کی پوری مشین میرے لیے ہر وقت چلا رہا ہے تاکہ مجھے خوراک اور ہوا ملے۔

ایک طرف اپنی لاچاریاں اور کمزوریاں دیکھتا ہے اور دوسری طرف خدا کی رحمت کی یہ بارش دیکھتا ہے تو اس سے اس کے دل میں اپنے منعم محسن کی محبت جاگ اٹھتی ہے تب اس کی زبان پر اس کی تعریف کا کلمہ جاری ہوتا ہے اور جسم کی ساری قوتیں مالک کو خوش کرنے اور اس کی خوشی کی راہ میں دوڑنے کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔

اسی کیفیت اور جذبہ کا نام شکر و حمد ہے اور یہ تمام بھلائیوں کی جان ہے۔ اسی جذبہ کو زندہ کرنے اور ابھارنے کے لیے کتابیں اور رسول آتے رہے ہیں اور اسی جذبہ کو ختم کرنا ابلیس کی اصلی مہم ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۂ اعراف رکوع ۲)۔

سوال یہ ہے کہ آدم جانتے تھے کہ ان کے رب نے فلاں درخت کے پاس جانے سے منع کیا ہے تو کیوں اس ممانعت کے حکم کو توڑ بیٹھے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس نے انہیں ایک لمبی مدت تک پر چایا۔ پوری کوشش کی کہ رب کی ربوبیت (پروردگاری) اور اس کے انعام کا احساس جو ان کے اندر زندہ ہے کمزور ہو کر دب جائے ، چنانچہ جب یہ شعور دب گیا تب ہی درخت کی طرف لپکے۔

غرض یہ شعور جتنا زندہ ہوگا اتنا ہی آدمی خدا کی فرمانبرداری میں آگے ہوگا۔ اور جب یہ شعور دب جائے تب ہی آدمی کے لیے گناہ کی طرف جانا ممکن ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام

مصر میں عورت کے بہائے ہوئے طوفان سے بخیریت بچ نکلے، صرف اس وجہ سے کہ انہیں اپنے رب کی ربوبیت یاد آئی۔ انہیں یاد آیا کہ میرے رب کا تو میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اور میں اس کی نافرمانی کروں۔

شکر کا جذبہ جب آدمی کے دل میں جاگ اٹھتا ہے تو اس کی زندگی بندگی کی راہ پر لگ جاتی ہے۔

شکر بحیثیت کفارۂ گناہ

(۳۲۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ،

غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کہے،

"شکر ہے اللہ کا، جس نے مجھے یہ کھانا دیا بغیر میری اپنی تدبیر اور طاقت کے"

تو اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جائیں گے"

ایک شخص کھانا کھا کر یہ کہتا ہے کہ اللہ میرے منعم و محسن نے مجھے کھانا بخشا، اس میں میری اپنی تدبیر اور جسمانی اور ذہنی قوت کا کیا دخل؟ "اپنی تدبیر" کیسی؟ اپنی قوت کیا؟ میں نہایت درجہ لاچار مخلوق ہوں، اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب پروردگار ہی کی بخشش ہے اور یہ کھانا بھی اسی کی بخشش ہے، اگر وہ نہ دیتا تو مجھے کہاں سے ملتا۔

جس آدمی کا یہ حال ہو کہ محنت کر کے کماتا ہے اور کمائی سامنے آتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ میرے رب کی بخشش ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ وہ جان بوجھ کر گناہ کرے گا؟ اور اگر گناہ ہو جائیں تو فوراً معافی کے لیے اپنے رب سے درخواست نہ کرے گا؟ اس کے گناہ معاف نہ ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے؟

نئے لباس پر شکرگزاری

(۳۴۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ،

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَاءً، يَقُوْلُ،

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ، اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے، عمامہ، کرتا یا چادر تو اس کا نام لے کر فرماتے۔"

"اے اللہ! تیرا شکر ہے تو نے مجھے پہنایا، میں تجھ سے اس کے خیر کا طلبگار ہوں اور میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں اس کپڑے کی برائی سے اور اس کے مقصد کے بُرے پہلو سے جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔"

کپڑا ہو یا کوئی دوسری چیز، اس کا استعمال برائی میں بھی ہو سکتا ہے اور بھلائی میں بھی۔ مومن کپڑے کو خدا کا انعام جانتا ہے اور اس کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ میں یہ نعمت استعمال کرتے ہوئے برا کام نہ کروں، کسی بُرے مقصد کے لیے اسے استعمال نہ کروں۔ بلکہ مجھے اس کی توفیق ملے کہ اس کا استعمال اچھے مقصد کے لیے ہو۔ اس کا یہ سوچنے کا ڈھنگ صرف کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا بلکہ ہر نعمت پا کر وہ یوں ہی سوچتا ہے اور اسی طرح کی دعا مانگتا ہے

سوار ہوتے وقت شکر ادا کرنا

(۳۴۱) عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اُتِیَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ،

فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ سورہ الزخرف آیت ۱۳، ۱۴ (ابوداؤد)

علی بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس سواری کا جانور لایا گیا تو رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرمایا "اللہ کے نام سے"۔

پھر جب اس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا،

"اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے قابو میں اس کو دیا۔ ہم اپنی طاقت کے بل پر اسے قابو میں نہیں لاسکتے تھے، اور ہم اپنے رب کے پاس پلٹ کر جانے والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو انسان کے لیے مسخر نہ کیا ہوتا، تو انسان جوان سے طاقت میں کم اور جسم میں چھوٹا ہے کیسے قابو میں لاسکتا! لیکن اللہ نے ان کے لیے ایسا قانون بنایا ہے کہ نہایت آسانی سے قابو میں آجاتے ہیں۔ مومن اس پر شکر کرتا ہے اور اس کا ذہن فوراً آخرت کی طرف پلٹ جاتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ سب نعمتیں بخشیں۔ ان کا وہ مجھ سے حساب لے گا ____ غور کیجیے جس کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہو وہ عمل کے میدان میں کتنا آگے ہوگا۔

سوتے اور جاگتے وقت کی دعائیں

(۳۴۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ،

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا،

وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری)

"حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے۔ اور فرماتے،

"اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں"۔

اور جب جاگتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ

"شکر ہے اللہ کا اس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد اور ہم کو پھر کر اس کے پاس جانا ہے"۔

جب آدمی کے دل میں آخرت کی فکر گھر کرلیتی ہے تو سوتے وقت اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کا نام میرے ساتھ ہر وقت رہے، مرتے وقت بھی اور زندگی میں بھی، سوتے وقت بھی اور سو کر اٹھنے کے بعد بھی، اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے کہ اس نے عمل کے لیے مزید مہلت دی۔ اگر کل میں نے کوتاہی کی تھی تو آج مجھے کوتاہی نہ کرنی چاہیے اور یہ ایک دن کی جو مہلت ملی ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

یہی حال اس کا ہر دن ہوتا ہے، جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو اسے آخرت اور اس کا حساب کتاب یاد آجاتا ہے کہ مجھے ایک دن موت آئے گی اور پھر زندہ ہو کر حساب کتاب کے لیے رب کے پاس جانا ہے۔ اگر یہ زندگی کی مہلت کھو دی تو اسے کیسے منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

نعمتِ اسلام پر شکر

(۲۴۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ مُعَاوِیَۃُ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ،

فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ ھٰھُنَا؟

فَقَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا۔ (مسلم)

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے بتایا کہ،

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ

"ساتھیو تم یہاں کیوں بیٹھے ہو اور کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا کہ "ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس کے احسانات جو اس نے ہم پر کیے ہم انہیں یاد کر رہے ہیں۔ ہم اس احسان کو یاد کر رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے پاس اپنا دین بھیجا اور ہمیں ایمان لانے کی توفیق بخشی اور ہم کو سیدھا راستہ دکھایا۔"

بیعتِ الحمد

(۲۴۴) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ،

إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ

فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ،

فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ ؟

فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ،

فَيَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِيْ ؟

فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ،

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِبْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ۔

(ترمذی)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب کسی بندے کا کوئی لڑکا مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے۔

"کیا تم نے میرے بندے کے لڑکے کی جان قبض کر لی"؟

وہ کہتے ہیں کہ "ہاں"۔

پھر وہ ان سے پوچھتا ہے "تم نے اس کے جگر کے ٹکڑے کی جان قبض کر لی"؟

وہ کہتے ہیں کہ "ہاں"۔

پھر وہ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟

وہ کہتے ہیں کہ اس مصیبت پر اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہا۔

تب اللہ ان سے کہتا ہے، میرے اس بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ

وراس کا نام بیت الحمد (شکر کا گھر) رکھو۔

اس بندۂ مومن نے حمد کی، یعنی یہ کہا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے میں بیٹے کے چھن جانے پر تجھ

سے بدگمان نہیں ہوں، تو جو کچھ کرتا ہے وہ ظلم و ناانصافی نہیں کرتا۔ اپنی چیز اگر کوئی لے لے تو اس

سے ناراضی کیوں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ صبر کا کلمہ ہے اور انسان کو صبر کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے غلام اور بندے ہیں۔ ہمارا کام اسی کی منشاء کے مطابق دنیا میں

زندگی گزارنا ہے اور اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے۔ اگر ہم نے مصیبت پر صبر کیا تو اچھا بدلہ ملے گا ورنہ برے بدلے سے دوچار ہوں گے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ اس طرح کا سوچنا مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔

صبر و شکر۔ خیر کثیر

(۳۴۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ،

اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ،

اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ،

وَاِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ،

فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (مسلم، صہیبؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"مومن کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے،

وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اس سے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔

اگر وہ تنگ دستی، بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے،

اور کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر کرتا ہے،

اور یہ دونوں حالتیں اس کے لیے بھلائی کا سبب بنتی ہیں۔"

جذبۂ شکر پیدا کرنے کی تدبیر

(۳۴۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ،

وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ،

فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔ (مسلم۔ ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

وہ لوگ جو تم سے مال و دولت اور دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم ہیں ان کی طرف دیکھو (تو تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا)۔

اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہیں،

تاکہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں، وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔ (ورنہ خدا کی ناشکری کا جذبہ اُبھر آئے گا)۔"

(ب) حیا

(۳۴۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ (بخاری، مسلم۔ عمران بن حصین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"حیا کی صفت صرف بہتری لاتی ہے"

یعنی حیا کی صفت وہ صفت ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہوگی وہ برائی کے پاس نہیں پھٹکے گا اور بھلائی کرنے کی طرف وہ مائل ہوگا۔

امام نووی ؒ نے ریاض الصالحین میں حیا کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:

حَقِیْقَۃُ الْحَیَاءِ خُلُقٌ یَبْعَثُ عَلٰی تَرْکِ الْقَبِیْحِ وَیَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِیْرِ فِیْ حَقِّ ذِی الْحَقِّ،

وَقَالَ الْجُنَیْدُ اَلْحَیَاءُ رُؤْیَۃُ الْاٰلَاءِ اَیِ النِّعَمِ وَرُؤْیَۃُ التَّقْصِیْرِ فَیَتَوَلَّدُ بَیْنَہُمَا حَالَۃٌ تُسَمّٰی حَیَاءً۔

(حیا ایک وصف ہے جو انسان کو برے کام نہ کرنے پر ابھارتا ہے اور اہل حق کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکتا ہے،

اور حضرت جنید بغدادی ؒ نے فرمایا کہ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر یہ سوچتا ہے کہ اس منعم کا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کتنی کوتاہی ہوتی ہے،

تو اس سے آدمی کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے، اسی کا نام حیا ہے۔)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفت کے تقاضوں کو ایک حدیث میں وضاحت سے بیان فرما دیا ہے جو فکر آخرت کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

(۷) صبر و استقامت

صبر — بہترین نیکی

(۳۴۸) قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم،

مَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ،

وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا وَّ اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔

(بخاری، مسلم۔ ابو سعید خدری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اس کو صبر دے گا،

اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں"

جو شخص آزمائش میں پڑنے پر صبر کرتا ہے تو اس وقت تک صبر نہیں کرسکتا جب تک کہ خدا پر اس کو اعتماد اور یقین نہ ہو۔ پھر وہ شخص ہرگز صبر نہیں کرسکتا جس کے اندر شکر کی صفت نہ پائی جاتی ہو۔ اس طرح غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ صبر کی صفت اپنے ساتھ کتنی خوبیاں سمیٹتی ہے۔

فطری رنج اور صبر

(۳۴۹) عَنْ اُسَامَةَ قَالَ،

اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ ابْنِیْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا،

فَاَرْسَلَ یُقْرِئُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ

عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ،

فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ تُقْسِمُ عَلَیْهِ لَیَاْتِیَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

فَرُفِعَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الصَّبِيُّ فَأَقْعَدَهُ فِي حِجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ،

فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟

فَقَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوْبِ عِبَادِهِ۔

(بخاری، مسلم)

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا جاں کنی کی حالت میں ہے تشریف لائیں،

آپؐ نے سلام کہلا بھیجا اور یہ کہ "جو کچھ اللہ لیتا ہے وہ اسی کا ہے اور جو کچھ دیتا ہے وہ اسی کا ہے اور ہر چیز اس کے یہاں طے شدہ ہوتی ہے اور ہر ایک کی مدت مقرر ہوتی ہے۔ تو تم آخرت میں اجر پانے کی نیت سے صبر کرو۔

پھر انہوں نے تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ ضرور تشریف لائیں۔ تب آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دوسرے لوگ گئے۔ بچے کو آپؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے اسے گود میں اٹھایا۔ اس وقت اس کا دم نکل رہا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے،

تو سعد بن عبادہؓ نے کہا یہ کیا ہے؟ (یعنی آپ روتے ہیں، کیا یہ صبر کے خلاف بات نہیں ہے"؟)

آپؐ نے فرمایا "نہیں یہ صبر کے خلاف بات نہیں ہے، یہ رحم کا جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے"

صبر ـــــ گناہوں کا کفارہ

(۳۵۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ۔ (ترمذی۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اس کا لڑکا مر جاتا ہے، کبھی اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کرتا ہے اور اس طرح اس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور برائیوں سے دور ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جب اللہ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"

(۳۵۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتّٰى الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ مِنْ خَطَایَاہُ۔ (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جس کسی مسلمان کو کوئی قلبی تکلیف، کوئی جسمانی بیماری، کوئی دکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔"

آزمائش میں تسلیم و رضا

(۳۵۲) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ،

وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ،

فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضٰی وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔ (ترمذی۔ انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لیے) آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔

پس جو لوگ خدا کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔"

استقامت ـــــ ایک جامع ہدایت

(۳۵۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ،

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْئَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَيْرَكَ،

قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (مسلم)

سفیان ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

"اسلام کے سلسلہ میں ایسی جامع بات مجھے بتا دیجیے کہ پھر کسی اور سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

آپ نے فرمایا کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کہو اور پھر اس پر جم جاؤ۔"

یعنی دین توحید (اسلام) کو آدمی اختیار کرے اسے اپنی زندگی کا دین بنائے اور پھر کیسے ہی ناسازگار حالات سے گزرنا پڑے اس پر جما رہے، یہ ہے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی کنجی۔

صابر، خوش بخت انسان

(۳۵۴) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ،

اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ (ثَلَاثًا)

وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔ (ابوداؤد)

"حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ،

"بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا" ـــ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا پھر بھی حق پر جما رہا تو اس کے کیا کہنے۔ ایسے آدمی کے لیے شاباشی ہے۔"

فتنوں سے مراد وہ آزمائشیں ہیں جن سے مومن کا اس زمانہ میں سابقہ پڑتا ہے جب باطل حاکم اور غالب ہو اور حق مغلوب اور محکوم ہو تو دین حق اختیار کرنے والوں کو اور اس پر چلنے والوں کو کیسی

کیسی زحمتیں پیش آتی ہیں اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایسے زمانہ میں باطل اور اہل باطل کی پیدا کی ہوئی رکاوٹوں اور ڈالی ہوئی مصیبتوں کے باوجود ایک شخص حق پر جما رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ شاباشی اور دعا کا مستحق ہے۔

طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ مضمون ارشاد ہوا ہے کہ جب دین کا سیاسی نظام بگڑ جائے گا تو مسلمانوں پر ایسے حکمراں ہوں گے جو غلط رخ پر سوسائٹی کو لے جائیں گے اگر ان کی بات مانی جائے تو لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اور اگر ان کی بات کوئی نہ مانے تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا کَیْفَ نَصْنَعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یعنی ایسے حالات میں ہمیں آپ کیا ہدایت دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"کَمَا صَنَعَ اَصْحَابُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ،
نُشِرُوْا بِالْمَنَاشِیْرِ وَحُمِلُوْا عَلَی الْخُشُبِ،
مَوْتٌ فِیْ طَاعَةِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ حَیَاةٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ"

ترجمہ: "یعنی تمہیں وہی کچھ اس زمانہ میں کرنا ہوگا جو عیسٰی ابن مریمؑ کے ساتھیوں نے کیا۔ وہ آروں سے چیرے گئے اور سولیوں پر لٹکائے گئے لیکن انہوں نے باطل کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے،

اللہ کی اطاعت میں مر جانا اس زندگی سے بہتر ہے جو اللہ کی نافرمانی میں بسر ہو۔"

صبر کی مشکلات

(۳۵۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ۔

(ترمذی مشکوٰۃ۔ انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ایک ایسا وقت آجائے گا جس میں اہل دین کے لیے دین پر جمے رہنا انگارے کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہوگا۔"

مطلب یہ کہ حالات انتہائی ناسازگار ہوں گے۔ باطل کا غلبہ ہوگا۔ حق مغلوب ہوگا، لوگوں کی

اکثریت دنیا پرست ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں دین پہ جمنے والوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔ انگاروں سے کھیلنا بہادری کا کام ہو سکتا ہے، بزدل لوگ اس طرح کا کھیل نہیں کھیلا کرتے۔

(د) توکُّل

توکُّل کی حقیقت

(۳۵۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ، لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا۔ (ترمذی)

"حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

"تم لوگ اگر اللہ پر ٹھیک سے توکل کرو تو وہ تمہیں روزی دے گا جیسے کہ وہ چڑیوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو جب روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے روانہ ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ پچکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو جب اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں"

(۳۵۷) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهٗ،
وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللهِ،
وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللهُ۔ (ترمذی۔ سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"آدمی کی خوش نصیبی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ اس کے لیے فیصلہ کرے اس سے راضی ہو اور اس پر قناعت کرے۔

اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ سے خیر اور بھلائی کی دعا نہ کرے،

اور آدمی کی بدنصیبی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور فیصلہ پہ ناراض ہو"

توکل کے معنی ہیں اللہ کو اپنا وکیل بنانا اور اس پر پورا اعتماد کرنا، اور وکیل کہتے ہیں سرپرست کو، اور سرپرست اس کو کہتے ہیں جو بہتری اور بھلائی کی بات سوچے۔ اور خرابیوں سے بچائے۔

مومن کا وکیل اللہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ آئے وہ بھلائی ہے، اسی میں میرے لیے بہتری ہے، خدا جس حال میں رکھے گا میں اس سے خوش ہوں۔ مومن اپنی سعی کوشش کرتا ہے اور پھر اپنے معاملہ کو خدا کے حوالے کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اے رب! تیرے کمزور بندہ نے اس کام کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کرلی، میں کمزور اور ناتواں ہوں۔ اس کام میں جو کوتاہی رہ گئی ہے وہ تو پوری کردے، تو غالب اور طاقتور ہے۔

تدبیر و توکل

(۳۵۸) قَالَ رَجُلٌ،

یَا رَسُولَ اللہِ اَعْقِلُهَا وَ اَتَوَكَّلُ اَوْ اُطْلِقُهَا وَ اَتَوَكَّلُ؟

قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ۔ (ترمذی۔ انس)

"ایک آدمی نے کہا کہ

"اے اللہ کے رسولؐ! میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ پر توکل کروں یا اسے چھوڑ دوں اور توکل کروں؟

آپؐ نے فرمایا، "پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔"

کسی چیز کو حاصل کرنے کی جو تدبیر ہو سکتی ہے وہ پوری طرح کرے اور پھر خدا سے دعا کرے کہ میں نے تو ممکن تدبیر کرلی، اب تو مدد فرما۔ یہ ہے توکل۔

توکل ذریعۂ اطمینان

(۳۵۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ،

اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ،

فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ،

وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔ (ابن ماجہ)

عمرو بن العاصؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے،
تو جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے گا تو اللہ کو پروا نہ ہوگی کہ اس کو کون سی وادی تباہ کرتی ہے،
اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچائے گا۔"

اگر آدمی اللہ کو اپنا وکیل اور سرپرست نہیں بناتا تو اس کا دل ہمیشہ پریشان رہے گا اور مختلف قسم کے جذبات کا گھر بنا رہے گا۔ لیکن جو شخص اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑ دے گا اس کو یکسوئی حاصل ہوگی۔

(ھ) توبہ و استغفار

توبہ پر اللہ کی خوشی

(۳۶۰) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ،
اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ۔ (بخاری، مسلم)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

"بندہ گناہ کرنے کے بعد معافی مانگنے کے لیے جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ کو اپنے بندے کے پلٹنے پر اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے اپنی اونٹنی جس پر اس کی زندگی کا دارومدار تھا کسی بیابان میں کھو دی ہو۔ پھر اس نے اچانک اسے پالیا ہو (تو وہ اس اونٹ کو پاکر جتنا خوش ہوتا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، ایسے ہی آدمی کے توبہ کرنے پر اللہ خوش ہوتا ہے، بلکہ خدا کی خوشی اس کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ وہ رحم و کرم کا سرچشمہ ہے۔)"

(۳۶۱) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ،
اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ النَّهَارِ،
وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْئُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

مِنْ مَغْرِبِهَا۔ (مسلم)

"ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں اللہ کی طرف پلٹ آئے،

اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے۔ حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔"

اللہ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خطاکار بندے کو بلاتا ہے کہ میری طرف آؤ، میری رحمت تجھے اپنے دامن میں لینے کے لیے تیار ہے۔ اگر تو نے وقتی طور پر جذبات سے شکست کھاکر رات میں گناہ کر ڈالا ہے تو دن نکلتے ہی معافی مانگ۔ اگر دیر لگائے گا تو شیطان تجھے اور دور کردے گا اور خدا سے دور ہونا اور ہوتے جانا آدمی کی تباہی ہے۔

توبہ کی مدت

(۳۶۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ۔ (ترمذی)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ بندہ کی توبہ سانس کے اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔"

یعنی اگر کسی نے اپنی ساری زندگی گناہ میں بسر کی ہو، لیکن موت کی بے ہوشی سے پہلے اس نے سچی توبہ کرلی تو سب گناہ دھل جائیں گے، البتہ سانس اکھڑ جانے کے بعد جسے سکرات کی حالت کہتے ہیں اس وقت اگر معافی مانگے گا تو اس کو معافی نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ موت دیکھنے سے پہلے آدمی توبہ کرلے۔

استغفار کی حد

(۳۶۳) عَنِ الْأَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَإِنِّي أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"اے لوگو! اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ،

مجھے دیکھو، میں دن میں سو سو بار اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔"

صرف اللہ سے مانگو

(۳۶۴) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی،

اَنَّہٗ قَالَ یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ

مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا،

یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ،

یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ

یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ،

یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ۔ (مسلم)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے تو

تم بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام سمجھو۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں ہدایت

دوں۔ پس مجھ سے ہدایت کی دعا مانگو تو میں تمہیں ہدایت دوں۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں

کھانا دوں، پس مجھ سے روزی مانگو تو میں تمہیں کھلاؤں۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں پہناتا

ہوں، تو مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔

اے میرے بندو! تم رات میں اور دن میں گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ معاف

کر سکتا ہوں، پس مجھ سے معافی مانگو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔"

(د) محبتِ خلق

بہترین اعمال

(۳۶۵) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟

قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِیْ سَبِيْلِهِ قَالَ،

قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟

قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا،

قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟

قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ،

قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟

قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ۔ (بخاری، مسلم)

ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "کون سا کام افضل اور معیاری ہے؟"

آپ نے فرمایا "خدا پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔"

میں نے پوچھا کہ "کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرانا زیادہ بہتر ہے؟"

آپ نے فرمایا "ایسے غلاموں کو آزاد کرانا جن کی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کی نگاہ میں بہتر ہوں۔"

میں نے کہا کہ "اگر میں یہ نہ کر سکوں تو کیا کروں"؟

آپ نے فرمایا "تو پھر تم کسی کام کو کرنے والے کی مدد کرو یا اس شخص کا کام کر دو جو اپنے کام کو بہتر طریقہ پر نہیں کر سکتا۔"

میں نے کہا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں تو،

آپؐ نے فرمایا "لوگوں کو تکلیف نہ دو تو یہ تمہارا صدقہ ہوگا جس کا اجر تمہیں ملے گا"
اللہ پر ایمان لانے کا مطلب دین توحید یعنی اسلام کو قبول کرنا ہے، اور جہاد کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ دین حق کو مٹانے کے لیے آمادہ ہوں ان کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر وہ دین اور اہل دین کو فنا کرنے کے لیے تلوار اٹھائیں تو مومن کا فرض ہے کہ وہ بھی تلوار اٹھائے اور اعلان کر دے کہ دین ہماری جانوں اور تمہاری جانوں سے زیادہ قیمتی ہے، اگر تم اسے ذبح کرو گے تو ہم تمہیں ذبح کر دیں گے یا خود ذبح ہو جائیں گے۔

عرب میں غلامی کا رواج تھا، اور عرب ہی میں نہیں تھا بلکہ اس زمانہ کی تمام مہذب دنیا میں یہ لعنت پائی جاتی تھی۔ اسلام جب آیا، تو اس نے انسانوں کو اونچا اٹھانے اور انسانیت کی برادری میں شامل کرنے کے لیے غلاموں کی آزادی کے مسئلہ کو اپنے پروگرام میں شامل کیا اور اسے بہت بڑی نیکی قرار دیا۔

سوسائٹی کے ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنا اور کسی شخص کا کام کر دینا جسے وہ نہیں کر سکتا یا بے ڈھنگے طریقہ سے کرتا ہے، بہت بڑی نیکی ہے۔

غلام آزاد کرنا

(۳۶۶) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ،
مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"جو شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کرے گا جو اسلام لا چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے بچائے گا"

نیکی کا تصور اور معیار

(۳۶۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،
لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا،
وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ،
وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ اَخِيْكَ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"تو نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھ،
تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے یہ بھی نیکی ہے،
اور اپنے ڈول کا پانی اپنے بھائی کے برتن میں انڈیل دے یہ بھی نیکی ہے"

(۳۶۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ،
وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ،
وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ،
وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ،
وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"دو آدمیوں کے درمیان صلح کرادو، یہ بھی نیکی ہے۔
تم کسی کو اپنی سواری پر بٹھالو، یا اس کا بوجھ اپنی سواری پر رکھ لو، یہ بھی نیکی ہے۔
"اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے،
تمہارا ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے نیکی ہے،
راستہ سے کانٹے پتھر ہٹا دینا بھی نیکی ہے"

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم اپنے جاہ و مرتبہ سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچاؤ یہ نیکی ہے۔ ایک آدمی اپنے مدعا کو عمدہ طریق سے نہیں بیان کر سکتا اور تمہیں یہ نعمت ملی ہوئی ہے تو اپنے بھائی کی وکالت کرنا اور اس کی ترجمانی کرنی یہ بھی نیکی ہے۔ تمہیں قوت دی گئی ہے تو کسی کمزور کی مدد کرو، یہ نیکی ہے۔ تمہارے پاس علم ہے تو دوسروں کو صحیح بات بتانی یہ بھی نیکی ہے۔

(۳۶۹) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ،
عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ،
قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟

قَالَ يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ؟

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟

قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ؟

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ؟

قَالَ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ أَوِ الْخَيْرِ،

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَفْعَلْ؟

قَالَ يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ۔ (مسلم)

ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے،"

تو میں نے کہا کہ "اگر کسی کے پاس مال نہ ہو"؟

آپؐ نے فرمایا "وہ کمائے، خود کھائے اور غریبوں کو بھی دے۔"

میں نے کہا "اگر وہ یہ نہ کر سکے تو"؟

آپؐ نے فرمایا، "کسی ضرورت مند مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرے۔"

میں نے کہا، "اگر وہ یہ نہ کر سکے تو"؟

آپؐ نے فرمایا، "لوگوں کو نیکی کرنے پر ابھارے۔

میں نے کہا کہ "اگر اس نے یہ نہ کیا؟

آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ دے یہ بھی نیکی ہے۔"

(۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ،

مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِهٖ۔ (بخاری، مسلم)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کے وقت اس کے کام آئے گا، اللہ اس کی ضرورت کے وقت مدد کرے گا۔"

ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ "اللہ نے اپنے کچھ بندے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر

پیدا کیے ہیں۔ لوگ اپنی ضروریات ان تک پہنچاتے ہیں اور وہ پوری کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے غصہ اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

(ش) اخلاص عمل

(۳۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ،

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيْ غَيْرِيْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ،

هُوَ لِلَّذِيْ عَمِلَ لَهٗ۔ (مسلم، ابوہریرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں دوسرے شرکاء کے مقابلہ میں شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اس میں میرے ساتھ اس نے کسی اور کو بھی شریک کیا تو میرا اس کے عمل سے کوئی تعلق نہیں، میں اس کے عمل سے بیزار ہوں، وہ عمل تو اس دوسرے کا حصہ ہے جس کو میرے ساتھ اس نے شریک کیا۔"

جن برادرانِ اسلام کو نیکی کی توفیق ملی ہے، ان کو اور دین کا کام کرنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ سوچنا چاہیے کہ اس حدیث میں کیا بات کہی گئی ہے۔ اس میں آپؐ نے بتایا ہے کہ نیکی کا جو کام بھی ہو، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو، چاہے وہ نماز ہو یا خدا کے بندوں کی خدمت، اگر اس کا محرک نام و نمود اور شہرت حاصل کرنا ہو، یا کسی گروہ یا فرد سے شاباشی لینی ہو تو اللہ کے یہاں اس کی حیثیت محض صفر کی ہوگی، اور اگر اللہ کی خوشنودی بھی اس کا محرک ہے اور لوگوں کی شاباشی لینی بھی مقصود ہے تو وہ عمل بے کار ہو کر رہ جائے گا۔ اور اگر ابتداء میں تو خدا کی خوشنودی نے عمل پر ابھارا، مگر بعد میں دوسروں کی خوشنودی نے اس کی جگہ لے لی تو یہ عمل بھی بے کار ہو جائے گا، اس لیے بہت ہوشیار رہنا ہوگا۔

شیطان کے آنے کے ہزار دروازے ہیں۔ ایسے دکھائی نہ دینے والے دشمن کے حملوں سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے، اللہ کے سامنے گرنا، اس سے اپنی بے بسی بیان کرنا۔ خدا مدد نہ کرے تو کمزور انسان شیطانی حملوں سے کیوں کر بچ سکتا ہے۔

اصلاح وتربیت کے ذرائع

(۱) خدا کی صفات کا تذکر

(۳۶۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ،
قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اِسْمًا مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدًا، مَنْ اَحْصَاهَا
دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،
"اللہ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، سو سے ایک کم۔ جو ان کو یاد رکھے گا جنت میں داخل ہوگا"
"یاد رکھنے" کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ان کے معنی و مفہوم کو جانے اور ان کے جو تقاضے اور مطالبے ہیں انہیں پورا کرے، دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان صفات کو اپنے اندر جذب کرے، اور اپنی پوری زندگی میں ان کے تقاضوں پر عمل کرے۔

اس حدیث میں سارے ناموں کی تفصیل نہیں دی گئی ہے، ان کو جاننے کا اور ان کے تقاضے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی قرآن مجید پڑھے جس میں خدا نے اپنی تمام صفتیں بیان کر دی ہیں اور ان کے کیا تقاضے ہیں، اور آدمی کو ان سے کس طرح فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یہ سب قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ لیکن ان سے فائدہ پورے طور پر وہی حاصل کر سکتا ہے جو قرآن پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالے۔

پھر حضورؐ نے بھی انہی کو اپنے لفظوں میں مع تقاضوں کے بیان کیا ہے۔ ان دونوں کا مطالعہ ہی بتلائے گا کہ خدا کی صفات سے تذکّر اور یاد دہانی کیسے حاصل کی جائے۔ ہم یہاں چند ضروری صفات جن کو قرآن نے بار بار دُہرایا ہے اور جن سے مومنین کی تربیت میں بہت زیادہ کام لیا گیا ہے ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ۔ کیونکہ یہ کتاب اس موضوع کو پھیلا کر بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

(اللہ) یہ اس ذات کا نام ہے جس نے ساری کائنات کو وجود بخشا ہے۔ یہ لفظ غیر خدا کے لیے کبھی نہیں بولا گیا، یہ جس مادہ سے بنا ہے، اس کے دو معنی ہیں۔ محبت سے کسی کی طرف لپکنا، بڑھنا اور خطرات سے بچنے کے لیے کسی کی طرف بھاگنا اور اس کی پناہ میں اپنے آپ کو دینا۔ پس اللہ ہمارا اللہ

ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا دل اس کی محبت سے معمور ہو، ہمارے دل میں اس کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت نہ ہو، ہمارے جسم وجان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اس کے لیے وقف ہوں، صرف اسی کی عبادت اور بندگی ہو، صرف اسی کے سامنے جھکیں اور صرف اسی کی جناب میں نذر وقربانی پیش کریں، صرف اسی پر اعتماد و توکل ہو اور صرف اسی کے کام کے لیے اپنے کو وقف کر دیں، اللہ کے سوا اور کسی سے مشکلات و مصائب میں مدد نہ مانگیں ـــــــ یہ تقاضا ہے اللہ کے الٰہ ہونے کا اور بالکل ابھرا ہوا تقاضا۔

(الرّبّ) یہ لفظ جس مادہ سے بنا ہے اس کے معنی ہیں پالنا پوسنا۔ پرورش کرنا، درست حالت میں رکھنا، تمام خطرات سے بچاتے ہوئے اور ارتقا کے سارے اسباب فراہم کرتے ہوئے نقطۂ کمال تک پہنچا دینا۔ خدا کی ربوبیت ایک بالکل واضح بات ہے، ماں کے شکم کی اندھیریوں میں ہوا اور غذا کون پہنچاتا ہے؟ دنیا میں آنے سے پہلے بچے کی غذا کا کون انتظام کرتا ہے؟ پھر وہ کون ہے جو ماں باپ اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں محبت بھر دیتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو گوشت کے لوتھڑے کو کون اٹھاتا، اس کی ضروریات کو کون پوری کرتا! پھر آہستہ آہستہ جسم اور عقل کی قوتوں کو کون پروان چڑھاتا ہے؟ جوانی اور صحت کس کی بخشی ہوئی ہے؟ پھر یہ زمین وآسمان کا کارخانہ کس کے لیے ہر وقت متحرک ہے؟ کیا یہ سب اس کی ربوبیت کا فیض نہیں؟ اور کیا اس کے سوا کوئی اور ہے جو ربوبیت میں اس کا شریک ہو؟

اگر صرف وہی ہمارا محسن اور مربی ہے تو اس کا بالکل واضح تقاضا یہ ہے کہ زبان، ہاتھ پاؤں، جسم وجان کی ساری صلاحیتیں صرف اس کی ہو کر رہیں پھر اس نے اتنا ہی نہیں کیا کہ روٹی اور پانی کا انتظام کر دیا ہو، نہیں، بلکہ یہ اس کی ربوبیت کا فیض ہے کہ ہماری زندگی کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے اور ہماری روح کی پرورش کے لیے اس نے اپنی کتاب بھیجی جو تمام احسانات میں سب سے بڑا احسان ہے، اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کی قدر کریں، اسے اپنے قلب وروح کی غذا بنائیں، اس کو اپنی زندگی میں سموئیں اور شکر گزار غلام کی طرح دنیا بھر میں اس کا چرچا کریں، اور جو لوگ اس کی لذت اور مٹھاس سے ناآشنا ہوں انہیں اس سے آشنا کریں۔

(الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ) یہ دونوں لفظ رحمت سے بنے ہیں، پہلا جوش وخروش اور کثرت کا

مفہوم اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور دوسرے میں ہمیشگی اور تسلسل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ رحمان وہ جس کی رحمت نہایت پرجوش ہے۔ ہوا، پانی اور دوسری ساری ضروریات کی فراہمی اسی صفت کا پرتو ہے۔ پھر اسی صفت کا نتیجہ ہے کہ اس نے سب سے بڑی رحمت (قرآن) بھیجی۔ فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، رحمٰن نے انسان کو وجود بخشا، رحمٰن نے انسان کو گویائی کی قوت بخشی ـــــــ اور رحیم وہ ہے جس کی رحمت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا، جس کا رحم و کرم دائمی ہے۔ ان صفتوں کے ماننے سے لازم آتا ہے کہ آدمی ایسے ڈھنگ سے زندگی گزارے جس کو رحمان پسند کرتا ہے تاکہ مزید رحمت کا مستحق ٹھیرے۔ اور ان اصولوں پر اپنی زندگی کی عمارت نہ اٹھائے جو اس کو ناپسند ہیں۔ ورنہ وہ اپنی نظرِ کرم پھیرے گا۔ پھر جو لوگ دین کا کام کر رہے ہوں انہیں ناموافق حالات میں مصیبتوں اور مزاحمتوں کے طوفان میں یاد آنا چاہیے کہ جب وہ ربِ رحیم کا کام کر رہے ہیں تو وہ انہیں اس دنیا میں اپنی رحمتوں سے محروم کیوں کرے گا۔

(اَلْقَائِمُ بِالْقِسْطِ) یعنی عادل و منصف۔ تو جب اللہ عادل و منصف ہے تو اس کی نظر میں وفادار اور مجرم ایک نہیں ہو سکتے۔ دونوں کے ساتھ وہ یکساں معاملہ نہ اس دنیا میں کرے گا اور نہ اُس دنیا میں کرے گا۔

(اَلْعَزِيْزُ) صاحبِ اقتدار۔ جس کا اقتدار سب پر حاوی ہو، جس کے اقتدار کو کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ اگر وہ اپنے وفادار غلاموں کو غلبہ و اقتدار دینے کا فیصلہ کرے تو کوئی طاقت اس کے فیصلہ کو روک نہ سکے، اور جسے وہ سزا دینا چاہے تو وہ بھاگ نہ سکے اور نہ کوئی اس کے فیصلہ کو کالعدم کر سکے۔

(اَلرَّقِيْبُ) نگرانی کرنے والا، اور جب وہ بندوں کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

(اَلْعَلِيْمُ) جاننے والا، پورا علم رکھنے والا کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے، اور کس کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے وفادار بندے کہاں ہیں اور کن مشکلات و مصائب سے دوچار ہیں اور یہ کہ وہ علم رکھتا ہے اس لیے غلط بخشی سے پاک ہے۔ ہر ایک کو وہی کچھ دے گا جس

کا وہ مستحق ہے، اس کی رحمت و نصرت کے مستحق ناکام نہیں ہو سکتے، اور اس کے غصہ و عذاب کے مستحق کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔

یہ چند ضروری صفات ذکر کی گئی ہیں جن میں اور سب صفتیں سمٹ کر آجاتی ہیں، یہاں اس سے زیادہ کا موقع نہیں۔ اس بات کو ہم پھر دہراتے ہیں کہ خدا کی جملہ تفصیلی صفتوں کو جاننے کے لیے قرآن و حدیث کا مطالعہ ضروری ہے۔ عربی زبان سے جو لوگ واقف ہیں اور جو لوگ واقف نہیں ہیں، دونوں کے سوچنے کی چیز ہے کہ آیتوں کے آخر میں خدا کی صفتیں کیوں لائی گئی ہیں اور ان سے انہیں کیا ہدایت ملتی ہے۔[1]

---

[1] خدا کی صفات پر الگ سے ایک مختصر رسالہ آئے گا انشاءاللہ۔

(ب) دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت

شرحِ صدر کی علامت، موت کی تیاری

(۳۷۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ،

تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ،

فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ؟

قَالَ نَعَمْ، اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ (مشکوٰۃ)

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" (الانعام آیت ۱۲۵)

(جس کو اللہ ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے)

یہ آیت پڑھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔"

لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول! کیا اس کی کوئی محسوس علامت ہے جس کے ذریعہ پہچان لیا جائے" کہ آپؐ نے فرمایا "ہاں، اس کی محسوس علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل اس دنیا سے اچاٹ ہو جاتا ہے اور ہمیشگی کے گھر کا وہ مشتاق ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی جس شخص کے دل میں اسلام کی حقیقت اُتر جاتی ہے، تو اس کا دل اس فانی دنیا سے دور بھاگنے لگتا ہے اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے، اور موت آنے سے پہلے نیک عمل کرنے لگ جاتا ہے۔

خطرے کی گھنٹی

(۳۷۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الْهَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ،

فَاَمَّا الْهَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَةَ،

هٰذِهِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ،

وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ،

وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ،

فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا فَافْعَلُوْا،

فَاِنَّكُمُ الْیَوْمَ فِیْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ،

وَغَدًا اَنْتُمْ فِیْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔ (مشکوٰۃ۔ جابرؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ،

"میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میری امت خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی۔ اور دنیاوی توقعات کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں لگ جائے گی،

تو اس کی خواہش نفس کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حق سے دور جا پڑے گی، اور دنیا سازی کے منصوبے آخرت سے غافل کر دیں گے۔

"(اے لوگو!) یہ دنیا کوچ کر چکی ہے جا رہی ہے،

اور آخرت کوچ کر چکی ہے آ رہی ہے،

اور ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں، جو اس سے محبت کرتے ہیں۔

تو یہ اچھا ہوگا کہ تم دنیا کے پرستار نہ ہو۔

تم اس وقت عمل کے گھر میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا ہے،

اور کل تم حساب کے گھر (آخرت) میں ہو گے جہاں عمل کا کوئی امکان نہ ہوگا"

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

(۳۷۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ،

اِغْتَنِمْ خَمْسًا،

شَبَابَكَ قَبْلَ ھَرَمِكَ،

وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ،

وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ،

وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ،

وَحَیَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (مشکوٰۃ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات فرمائی،

"تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے،

اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے،

اور اپنی خوشحالی کو اپنی محتاجی سے پہلے،

اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے،

اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔"

یعنی جوانی میں خوب عمل کر لو کیونکہ سخت بڑھاپے کی حالت میں باوجود خواہش کے کچھ نہیں کر سکو گے۔ اور اپنی تندرستی کو آخرت کی تیاری میں لگاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ بیمار پڑ جاؤ اور کچھ نہ کر سکو، اور جب اللہ خوشحالی دے تو اس سے آخرت کا کام لو، ہو سکتا ہے کہ تم غریب ہو جاؤ اور پھر خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا موقع ہی نہ رہے۔ غرض یہ کہ اس پوری زندگی کو خدا کے کام میں لگاؤ۔ ورنہ موت آ کر عمل کے سارے امکانات کو ختم کر دے گی۔

موت کی یاد

(۳۷۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ،

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃٍ فَرَاَی النَّاسَ کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ،

اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰى، اَلْمَوْتِ،

فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ،

فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ،

فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ،

وَاِذْ دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا،

اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ، فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ،

قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ،

وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ، قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا،

اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ، فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ،

قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ، قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ،

قَالَ وَيُقَيِّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ، مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ، قَالَ،

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ،

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"اگر تم لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی موت کو زیادہ یاد کرتے تو وہ ہنسنے سے روک دیتی۔

موت کو بہت زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی ہے،

اور قبر ہر دن یہ کہتی ہے کہ میں مسافرت کا گھر ہوں، میں تنہائی کی کوٹھڑی ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔

اور جب کوئی مومن بندہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال کرتی ہے،

کہتی ہے کہ "تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب آدمی تھا، تو جب آج تو میری ذمہ داری میں دے دیا گیا ہے اور میرے پاس آگیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ" اس مومن بندہ کے لیے تا حد نگاہ وہ قبر وسیع و کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب کوئی بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال نہیں کرتی۔

کہتی ہے" تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی تھا، اب جب کہ تجھے میرے حوالہ کر دیا گیا ہے اور میرے پاس آگیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کتنا بُرا سلوک کرتی ہوں،

حضورؐ نے فرمایا کہ پھر قبر اس کے لیے بھینچے گی اور تنگ ہو گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی" یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کیا۔ اس کے بعد فرمایا۔

اس پر ستر اژدہے مسلط کر دیئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اتنا زہریلا ہوگا کہ زمین پر اگر وہ پھونک مارے تو اس کے زہر کے اثر سے ہمیشہ کے لیے زمین کچھ بھی پیدا کرنے کے قابل نہ رہ جائے گی۔ پھر یہ سب اژدہے اس کو ڈسیں گے اور نوچیں گے، ایسا ہی اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ حساب کا دن آجائے گا اور وہ خدا کی عدالت میں حساب دینے کے لیے پیش ہو جائے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قبر آدمی کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنتا ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"

جب کوئی شخص اپنی حد تک دنیا میں برائیوں سے لڑتا اور آخرت کی تیاری کرتا ہوا مرتا ہے تو اس بیچ والی زندگی میں جسے قبر کہا جاتا ہے اس کے ساتھ اللہ مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے اور وہ خوشی و مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور جو شخص زندگی بھر برے کام کرتا رہا اور بغیر توبہ مر گیا تو اس کے ساتھ کچھ اس طرح کا معاملہ ہوگا جیسا کہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے حوالات میں ہوتا ہے۔ حدیث کے آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر چاہے تو اپنے عمل سے قبر والی زندگی کو آرام و راحت کی زندگی بنائے، یا پھر بدکاری کی حالت میں یہ زندگی گزارے اور پھر قبر کے عذاب سے دوچار ہو۔

قبروں کی زیارت

(۳۷۷) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"میں نے پہلے تم کو قبرستان میں جانے سے روک دیا تھا (تاکہ توحید کا عقیدہ پوری طرح دل میں جم جائے) سو اب تم جاؤ"

مسلم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ "اب اگر چاہو تو جاؤ کیونکہ قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں"

قبرستان کے آداب

(۳۷۸) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ،

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ أَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔ (مسلم)

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ جو لوگ قبرستان جاتے حضور ان کو بتاتے تھے کہ وہاں پہنچ کر یہ کہنا۔

"سلامتی ہو تم پر اے اس بستی کے اطاعت گزار مومنو! ہم بھی انشاء اللہ عنقریب تم سے آملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ کے عذاب سے اور غصہ سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔"

عیش کوشی

(۳۷۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ، قَالَ،

اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ، فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کا قاضی یا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا،

"اے معاذؓ، اپنے کو عیش کوشی سے بچانا، اس لیے کہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔"

مطلب یہ کہ تم ایک بڑے عہدہ پر جا رہے ہو، وہاں زندگی کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے اور ہاتھ رنگنے کا خوب موقع مل سکتا ہے۔ لیکن تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جانا اور دنیا پرست حکام جیسی ذہنیت اپنے اندر نہ پالنا، کیونکہ یہ خدا کی بندگی سے میل نہیں کھاتی۔

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ ذلت کا سبب

(۳۸۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا،

فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟

قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ،

قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ؟

قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (ابوداؤد۔ ثوبان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ،

"میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری امتیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی کہ جس طرح کھانے والے لوگ دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں،

کسی کہنے والے نے کہا کہ "جس زمانہ کا آپ حال بیان فرما رہے ہیں اس زمانہ میں کیا ہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہم کو نگل لینے کے لیے قومیں متحد ہو کر ٹوٹ پڑیں گی"؟

آپؐ نے فرمایا "نہیں، اس زمانہ میں تمہاری تعداد کم نہ ہوگی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمنوں کے سینہ سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی"۔

ایک آدمی نے پوچھا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی"؟

آپؐ نے فرمایا کہ "اس وجہ سے یہ ہوگی کہ تم (آخرت سے محبت کرنے کے بجائے) دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور (خدا کی راہ میں جان دینے کی آرزو کے بجائے) موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگو گے"۔

دنیا و آخرت کا موازنہ

(۱۳۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ،

مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ،

وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ،

فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی۔ (مشکوٰۃ۔ ابوموسیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو تباہ کرے گا،

اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔

تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہو جانے والی زندگی پر ترجیح دو"۔

یعنی دنیا و آخرت میں سے ایک کا انتخاب ضروری ہے یا تو دنیا کو اپنا نصب العین بنا لو یا آخرت کو۔ اگر دنیا کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو آخرت کی راحتیں اور مسرتیں نہ پا سکو گے، اور اگر

آخرت کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو اس کے نتیجہ میں ہو سکتا ہے کہ تمہاری دنیا تباہ ہو جائے لیکن اس کے صلہ میں آخرت کا انعام ملے گا جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جو چیز آخرت کی راہ پر چلنے سے تباہ ہو گی وہ فانی ہے اور یہ زندگی بھی فانی ہے۔ اس فانی چیز کی قربانی دے کر اگر ابدی انعام ملے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے سراسر نفع کا سودا ہے۔

عقلمند کون؟

(۳۸۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ،

وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهُ وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔ (ترمذی۔ شداد بن اوس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ہوشیار درحقیقت وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی سنوارنے میں لگ گیا،

اور بے وقوف وہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کی ناجائز خواہشوں کے پیچھے لگایا اور اللہ پر غلط توقع باندھی"

یعنی حق کی پیروی چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے، اور توقع یہ رکھتا ہے کہ اللہ اسے جنّت دے دے گا۔ ایسی ہی باطل آرزوؤں میں قرآن کے زمانہ کے یہودی اور نصرانی مبتلا تھے اور آج ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی ایسی ہی باطل تمناؤں پر زندگی گزار رہے ہیں۔

محروم رحمت

(۳۸۳) قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم،

اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِئٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

وہ آدمی جس کو اللہ نے لمبی زندگی دی یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ گیا۔ (اور پھر بھی وہ نیک نہ بن سکا) تو اللہ کے یہاں اس شخص کے پاس کچھ کہنے کو باقی نہیں رہے گا"

حقیقی حیا

(۳۸۴) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ،

قُلْنَا اِنَّا نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ،

قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ،

وَلٰکِنِ الْاِسْتِحْیَاءُ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰی،

وَالْبَطْنَ وَمَا حَوٰی،

وَتَذْکُرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰی،

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ تَرَكَ زِیْنَۃَ الدُّنْیَا وَاٰثَرَ الْاٰخِرَۃَ عَلَی الْاُوْلٰی،

فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْیَا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ،

"اللہ سے پوری طرح شرماؤ"

ہم نے کہا "اے اللہ کے رسول! خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے شرماتے ہیں"

آپؐ نے فرمایا کہ "اللہ سے شرمانے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے، بلکہ اللہ سے پوری طرح شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے سر اور سر میں آنے والے خیالات کی نگرانی کرتا رہے،

اور پیٹ کے اندر جانے والی غذا کی دیکھ بھال کرتا رہے،

اور موت کے نتیجہ میں سڑ گل جانے اور فنا ہو جانے کو یاد رکھے،

(اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اور جو شخص آخرت کا طالب ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت وآرائش کو ترک کر دیتا ہے اور ہر موقعہ پر آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔

پس جو شخص یہ سب کرتا ہے وہی درحقیقت اللہ سے ٹھیک ٹھیک شرماتا ہے"

جامع نصیحت

(۳۸۵) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رض قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ،

عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ،

فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ،

وَلَا تُكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا،

وَاَجْمِعِ الْیَاْسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ۔ (مشکوٰۃ)

"ابوایوب انصاری رض فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا،

"اے اللہ کے رسولؐ! مجھے نہایت مختصر اور جامع نصیحت فرما دیجیے"

آپؐ نے فرمایا کہ "جب تم اپنی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑ کر جانے والا ہے۔

اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالو کہ اگر قیامت میں اس کا حساب ہو تو تمہارے پاس کچھ کہنے کے لیے نہ رہ جائے۔

اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال و اسباب ہے، اس سے تم بالکل بے نیاز ہو جاؤ"

جو شخص اس دنیا سے جا رہا ہو اور اسے یقین ہو گیا ہو کہ اب میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایسا شخص نہایت خشوع سے نماز پڑھے گا۔ اس کا دل پوری طرح سے خدا کی طرف متوجہ ہوگا اور نماز پڑھتے ہوئے دنیا کی وادیوں میں اس کا دل بھٹکتا نہیں پھرے گا۔

وہ بات جو آدمی زبان سے نکالتا ہے اگر وہ خلافِ حق ہے اور آدمی نے اپنی اس دنیا کی زندگی میں اس سے معافی نہیں مانگی ہے تو ظاہر ہے کہ حساب کے وقت اس کے پاس کچھ کہنے اور معذرت کرنے کے لیے کیا باقی رہ جائے گا اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مال و اسباب اور دولت کی فراوانی پر رشک نہ کرو، کیونکہ یہ فانی ہے۔ جب تک دنیا سے آدمی کے اندر بے نیازی نہیں پیدا ہوتی، آخرت کی بلندیوں تک اس کی نگاہ نہیں جا سکتی۔

پانچ باتوں کی جواب طلبی

(۳۸) عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ،

عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ،

وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَا فَعَلَ،

وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ،

وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

"قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے آدمی نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارہ میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔

اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری؟

دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا؟

مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟

جسم کو کس کام میں گھلایا"

جنت غافل کے لیے نہیں

(۳۸۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ،

وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ،

اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ،

اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔ (ترمذی۔ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جس مسافر کو ڈر ہو کہ وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور وقت پر منزل پر نہ پہنچ سکے گا، وہ رات کو سوتا نہیں بلکہ اپنا سفر رات کے آغاز میں ہی شروع کر دیتا ہے،

اور جو ایسا کرتا ہے وہ بخیریت وقت پر منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

سن لو! اللہ کا مال بھاری قیمت میں ملے گا،

سن لو! اللہ کا مال جنت ہے"

اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے انسان مسافر ہے اور آخرت اس کا اصلی وطن ہے یہاں وہ کمائی کرنے کے لیے آیا ہے۔ اب جنہیں اپنا اصلی وطن یاد ہے وہ اگر چاہتے ہیں کہ خیریت سے اپنے وطن پہنچیں اور راستہ کے خطرات سے بچ کر پہنچیں تو انہیں چاہیے کہ غفلت سے کام نہ لیں، جلد اپنا سفر شروع کر دیں ورنہ اگر سوتے رہے تو پچھتائیں گے ۔۔۔ پھر جس نے یہ طے کیا ہو کہ اسے اللہ کی خوشنودی اور انعام کا گھر جنت حاصل کرنا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ گرا پڑا مال نہیں ہے کہ تاجر اونے پونے دیدے، اور کوئی لے لے۔ خدا کا مال حاصل کرنے کے لیے بڑی قیمت دینی پڑے گی، بڑی آزمائشیں آئیں گی اپنے وقت کو، مال کو، جسم کو، جان کو صلاحیتوں کو اس کے حصول کے لیے قربان کرنا ہوگا، تب وہ چیز ملے گی جس کو پاکر آدمی اپنی ہر تکلیف بھول جائے گا۔

(ج) تلاوتِ قرآن

شفاعتِ قرآن

(۳۸۸) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضِ قَالَ،

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ،

يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا،

تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (مسلم)

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ،

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ،

"قیامت کے دن قرآن اور قرآن کو ماننے والے جو اس پر عمل کرتے تھے خدا کی جناب میں لائے جائیں گے،

اور سورۂ بقرۃ اور سورۂ آل عمران پورے قرآن کی نمائندگی کرتی ہوئی اپنے عمل کرنے والے کے لیے اللہ سے سفارش کریں گی کہ یہ شخص آپ کی رحمت و مغفرت کا مستحق ہے لہٰذا اس کو رحمت سے نوازا جائے۔"

قرآن کے آداب

(۳۸۹) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ ــــ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ،

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ،

وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ،

وَلَا تَعَجَّلُوْا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا ۔ (مشکوٰۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بنانا،

اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرنا،

اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا اور اس کے الفاظ کو صحیح طریقہ سے پڑھنا،

اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرنا تاکہ تم کامیاب ہو،

اور اس کے ذریعہ دنیاوی نتیجہ کی خواہش نہ کرنا بلکہ خدا کی خوشنودی کے لیے اس کو پڑھنا۔"

قرآن کو تکیہ بنانا یعنی اس سے غافل نہ ہونا۔ اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا علم حاصل کرکے اس کو دنیاوی جاہ و مرتبہ اور مال و دولت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنانا۔ جیساکہ ایک حدیث میں خبر دی گئی ہے کہ کچھ لوگ قرآن کا علم حاصل کرکے اسے دنیا کی دولت کے حصول کے لیے زینہ بنائیں گے۔

تلاوتِ قرآن سے نورِ الٰہی کا حصول

(۳۹۰) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْصِنِيْ،

قَالَ أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهُ أَزْيَنُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ،

قُلْتُ زِدْنِيْ،

قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،
فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا،

"کچھ وصیت فرمائیں"

آپؐ نے فرمایا کہ "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ چیز تمہارے پورے دین اور تمام معاملات کو ٹھیک حالت میں رکھنے والی ہے"

میں نے کہا، "کچھ اور فرمائیں"

آپؐ نے کہا، "اپنے کو قرآن کی تلاوت اور ذکر کا پابند بنالو تو خدا تمہیں آسمان پر یاد کرے گا اور زندگی کی تاریکیوں میں یہ دونوں چیزیں تمہارے لیے روشنی کا کام دیں گی"

"اللہ یاد کرے گا" اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تمہیں نہیں بھولے گا، تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اللہ کی یاد اور قرآن کی تلاوت سے مومن کو روشنی ملتی ہے۔ زندگی کی تاریکیوں میں مومن صحیح راہ پالیتا ہے۔

دل کے زنگ کا علاج

(۳۹۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ،
قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا؟
قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابن عمرؓ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"دل کو بھی زنگ لگتا ہے، جیسا کہ لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے۔

پوچھا گیا کہ "دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی کیا چیز ہے"؟

آپؐ نے فرمایا کہ دلوں کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو بہت یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے"

موت کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ زندگی کی مہلت بس ایک ہی مہلت ہے،

دوبارہ عمل کرنے کے لیے مہلت نہ ملے گی۔ اور تلاوت کے معنی ہیں قرآن کے الفاظ کو صحیح طریقہ سے پڑھنا اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ قرآن مجید اور احادیث میں جہاں بھی اس لفظ کا پورا مفہوم بیان ہوا ہے یہی بیان ہوا ہے، بلکہ ایک اور مفہوم میں بھی آتا ہے یعنی یہ کہ قرآن کی تبلیغ کرے۔ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

(د) نوافل اور تہجد

تقرب الی اللہ کے ذرائع

(۳۹۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،
يَقُوْلُ اللّٰهُ، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا،
وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا،
وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ (مسلم)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،
"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں،
اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں،
اور جو میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں"

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے ارادہ و اختیار سے خدا کی راہ پر چلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو خدا کا اس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اس سفر کو آسان کر دیتا ہے۔ بندہ اس کی طرف لپکتا ہے تو چونکہ اس کے اندر کمزوری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس پر شفقت کرتا ہے اور بڑھ کر اس کو اپنے سے قریب کر لیتا ہے، جیسے کہ بچہ اپنے باپ کی طرف لپکتا ہے لیکن اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا تو باپ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے اور اسے گود میں اٹھا لیتا ہے اور اپنے سینہ سے چمٹا لیتا ہے۔

(۳۹۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم،
وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ،
وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ،
وَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ،
وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا۔ (بخاری)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنے جن اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھ کو وہ اعمال ہیں جن کو میں نے اس کے اوپر فرض کیا ہے، اور میرا بندہ برابر نفلوں کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے،

اور جب میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"

جو شخص اللہ سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے خدا کے فرض کیے ہوئے احکام پر عمل کرنے کی فکر کرتا ہے، پھر اتنے ہی پر بس نہیں کرتا بلکہ بطور خود اللہ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے نفل نمازوں اور نفلی روزوں اور نفل صدقہ اور دوسرے نیکی کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے جسم و جان کی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو اللہ اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے، اب اس کی آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں اور اس کی ساری قوتیں اللہ کی خوشنودی میں لگ جاتی ہیں اور شیطان اس کی قوتوں کا کوئی حصہ نہیں پاتا۔

تہجد کی ترغیب

(۳۹۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ،

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ،

مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ،

مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ،

يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِى الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِى الْاٰخِرَةِ۔ (بخاری)

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھے اور فرمایا،

"پاک ہے اللہ کی ذات، یہ رات کس قدر فتنوں سے بھری ہوئی ہے جن سے بچنے کی فکر کرنا چاہیے،

اور یہ رات اپنے اندر کتنے خزانے رکھتی ہے یعنی رحمت کے خزانے، جن کو سمیٹنا چاہیے۔
ان پردہ میں رہنے والیوں کو کون جگائے؟
بہت سے لوگ ہیں جن کا عیب اس دنیا میں چھپا ہُوا ہے آخرت میں اُن کا پردہ ہٹ جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو تہجد کے لیے اٹھنے پر ابھارتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ خدا کی رحمت کا خزانہ سمیٹنے کی فکر کرو۔ دنیا میں تم نبی کی بیوی کہلاتی ہو اور تمہیں اس پہلو سے بلند مقام حاصل ہے لیکن عمل نہ کرو گی تو خدا کے یہاں یہ کچھ کام نہیں آئے گا۔ کام اگر آئے گا تو تمہارا عمل کام آئے گا نبی کی بیوی ہونا وہاں کام نہ آئے گا۔

(۳۹۵) عَنْ عَلِيٍّ،

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلًا فَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ؟ (بخاری، مسلم)

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں تہجد کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھ سے اور فاطمہ رضؓ سے کہا، کیا تم دونوں نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟"

اس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ ذمہ دار اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کو تہجد پر ابھاریں۔

(۳۹۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔ (بخاری، مسلم)

"عبداللہ (عمرو بن العاص کے بیٹے) کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اے عبداللہ تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو تہجد کے لیے اُٹھتا تھا پھر اس نے اُٹھنا چھوڑ دیا۔"

پابندیٔ عمل

(۳۹۷) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ،

اَیُّ الْعَمَلِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ،

قَالَتْ اَلدَّائِمُ ،

قُلْتُ فَاَیَّ حِیْنٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ ؟

قَالَتْ کَانَ یَقُوْمُ حِیْنَ سَمِعَ الصَّارِخَ ۔ (بخاری، مسلم)

"مسروق رہ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا کہ،

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کا عمل زیادہ پسند تھا ؟

انہوں نے جواب دیا کہ" وہ کام جس کو پابندی سے کیا جائے آپ کو زیادہ پسند تھا "

میں نے پوچھا کہ "حضور رات میں کس وقت (تہجد کے لیے) اٹھتے تھے ؟

حضرت عائشہ رضہ نے جواب دیا کہ آپ اس وقت اٹھتے جس وقت مرغ آواز دیتا ہے۔

(یعنی آخر شب میں)"

نزولِ رحمت کا وقت

(۳۹۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ،

یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی

ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ ،

مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ ،

مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ ،

مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ ۔ (بخاری، مسلم ۔ ابوہریرہ رضہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نظر آنے والے آسمان

پر آتا ہے اور بندوں کو بلاتا ہے، کہتا ہے کہ،

"کون مجھے پکارتا ہے کہ اس کی مدد کو دوڑوں،

کون مجھ سے مانگتا ہے کہ اسے دوں،

کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ اسے معاف کر دوں"

(ھ) انفاق

(۳۹۹) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم،
اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہٗ عَلٰی عِیَالِہٖ،
وَدِیْنَارٌ عَلٰی دَابَّتِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ،
وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
"وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے،
اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے سواری خریدنے میں خرچ کرتا ہے،
اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے ان ساتھیوں پر جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔"

افضل صدقہ

(۴۰۰) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ،
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟
فَقَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی،
وَلَا تُمْہِلْ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ،
قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ۔ (بخاری، مسلم)

"ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ،
"کون سا صدقہ اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟"
آپؐ نے فرمایا کہ "وہ صدقہ سب سے افضل ہے جو تو اس زمانہ میں کرے جبکہ تو صحیح و تندرست ہے اور تجھے محتاجی کا بھی ڈر ہے اور یہ بھی توقع ہے کہ تجھے مزید مال مل سکتا ہے۔ ایسے زمانہ میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اور تو ایسا نہ کر کہ جب تیری جان حلق میں آجائے اور مرنے لگے تب تو صدقہ کرے اور یوں کہے کہ اتنا فلاں کا ہے اتنا فلاں کا ہے، (اب تیرے کہنے کا کیا فائدہ ؟ اب تو وہ فلاں کا ہو ہی چکا"

فرشتوں کی دعائیں

(۳۰۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ،

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا، اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

"کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے دو فرشتے اُترتے ہیں جن میں سے ایک خرچ کرنے والے بندوں کے لیے دعا کرتا ہے کہتا ہے کہ،

اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو اچھا عوض دے،

اور دوسرا فرشتہ تنگ دل بخیلوں کے حق میں بددعا کرتا ہے کہتا ہے کہ،

اے اللہ! بخل کرنے والے کو تباہی و بربادی دے"

زائد از ضرورت مال خرچ کرو

(۳۰۲) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ،

وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ،

وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ،

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"اے آدم کے بیٹے! اگر تو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کے محتاج بندوں اور دین کے کاموں پر لگائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوگا،

اور اگر تو ضرورت سے زائد مال کو اہلِ ضرورت پر خرچ نہیں کرے تو آخر کار یہ تیرے حق میں برا ہوگا۔

اور اگر تیرے پاس زائد از ضرورت مال نہیں ہے۔ بلکہ اتنا ہی مال ہے جو تیری بنیادی ضروریات کو پورا کرتا ہے تو اگر تو اس میں سے خرچ نہ کرے تو خرچ نہ کرنے پر اللہ تجھے ملامت نہیں کرے گا۔

اور اپنا صدقہ ان لوگوں سے شروع کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔"

انفاق کا بدلہ

(۴۰۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔ (مسلم بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ،

"تو میرے محتاج بندوں پر اور دین کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے خرچ کرے تو میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

"تجھ پر خرچ کروں گا" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اپنی کمائی میں سے خدا کے محتاج بندوں کی ضروریات اور دینی جدوجہد کے سلسلہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ پیسہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ وہ اس کا بدلہ آخرت میں بھی پائے گا اور یہاں بھی۔ دنیا میں اس کے مال میں برکت ہوگی اور آخرت میں جو کچھ اسے ملے گا اس کا اندازہ یہاں نہیں کیا جا سکتا۔

بخیل اصحابِ ثروت کی ہلاکت

(۴۰۴) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ،

هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ،

فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ هُمْ؟

قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا،

اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ - (بخاری، مسلم)

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا،

"وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے"

میں نے کہا، "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کون لوگ تباہ و برباد ہو گئے"

آپؐ نے فرمایا کہ "وہ تباہ و برباد ہو گئے جو مال دار ہونے کے باوجود خرچ نہیں کرتے، کامیاب صرف وہی ہو گا جو اپنی دولت لٹائے، سامنے والوں کو دے پیچھے والوں کو دے اور بائیں جانب والوں کو دے، اور ایسے مال دار خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں"

(و) ذکر و دعا

اللہ کی معیت

(۴۰۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،
اِنَّ اللهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ بِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ۔

(بخاری)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں جب اس کے دونوں ہونٹ ہلتے ہیں تو اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔"

"اس کے ساتھ ہوتا ہوں" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے، اور برائی و نافرمانی سے اس کو بچاتا ہے۔ نیز یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کی یاد قلب کی توجہ کے ساتھ زبان سے ہونی چاہیے۔

ذکر زندگی ہے

(۴۰۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،
مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

(بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
"اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اس شخص کی سی ہے جس کے اندر زندگی پائی جاتی ہے،
اور اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں رکھتا ایسی ہے جیسے کہ کوئی میت۔"

اللہ کی یاد دل کو زندگی بخشتی ہے اور اس سے غفلت انسان کے دل پر موت طاری کر دیتی ہے۔ اس انسانی ڈھانچہ کی زندگی کھانے پر منحصر ہے۔ اگر کھانا نہ ملے تو یہ ڈھانچہ مر جاتا ہے اور اس ڈھانچہ کے اندر جو روح ہے اس کی غذا اللہ کی یاد ہے۔ اگر اسے یہ غذا نہ ملے تو اس پر موت طاری ہو جاتی ہے، چاہے اس کا

ظاہری خول (جسم) کتنا ہی طاقتور ہو۔

ذکر کی تعلیم

(۴۰۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُہٗ،

قَالَ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ،

فَقَالَ ھٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ فَمَالِیْ؟

فَقَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (مسلم)

سعد ابن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا،

"مجھے ایک ایسی عبادت سکھا دیجیے جس سے میں اپنے خدا کو یاد کروں۔

تو آپؐ نے فرمایا یہ کہو:

"لا الٰہ الخ" یعنی اس کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جس سے محبت کی جائے اور جس کی اطاعت وعبادت کی جائے، وہ اکیلا ہے، الوہیت میں، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اسی کے لیے شکر و تعریف ہے، اللہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے، لوگوں کا پالنے والا اور آقا ہے، بندہ کے پاس کوئی تدبیر اور کوئی قوت نہیں ہے، تدبیر و قوت بندہ کو صرف اللہ کے سہارے ملتی ہے جو مکمل اقتدار کا مالک اور علم اور انصاف کے ساتھ اقتدار کو استعمال کرنے والا ہے۔"

اس شخص نے کہا "یہ تو اللہ کے لیے ہوا میرے لیے کیا ہے، میں کیا کہوں؟"

آپؐ نے فرمایا، تم کہو "اللّٰھم آخر تک" (جس کا ترجمہ یہ ہے)

"اے اللہ تو میرے گناہ معاف کر دے، مجھ پر رحم کر، مجھے سیدھے رستہ پر چلا اور مجھے روزی دے۔"

سید الاستغفار

(۴۰۸) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ،

سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

سب سے عمدہ استغفار کی دعا یہ ہے کہ تم کہو "اللّٰھم آخر تک" ترجمہ یہ ہے،

"اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں، میں نے تجھ سے بندگی اور اطاعت کا جو قول و قرار کیا ہے اس پر اپنے امکان بھر قائم رہوں گا۔ جو گناہ میں نے کیے ہیں ان کے برے نتائج سے بچنے کے لیے تیری پناہ کا طلبگار ہوں، تو نے مجھ پر جتنے احسانات کیے ہیں ان کا مجھے اقرار ہے، اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے گناہ کیے ہیں، پس اے میرے رب! میرے جرم کو معاف کر دے، تیرے سوا میرے گناہوں کو اور کون معاف کرنے والا ہے"

سونے کا طریقہ اور دعا

(۴۰۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ .... ثُمَّ یَقُوْلُ،

بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ

(بخاری)

"حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر سونے کے لیے جاتے تو دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے) فرماتے،

"اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا، اور تیرے سہارے یہ اٹھے گا، اگر تو (اسی رات سونے میں) میری جان قبض کر لے تو

اس پر رحم کیجیو، اور اگر زندگی کی مزید مہلت دے تو میری حفاظت کیجیو، اس طریقہ سے جس طریقے پر تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

پریشان کی دعا

(۱۰۴) عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دَعْوَةُ الْمَکْرُوْبِ،

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ، وَ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (ابوداؤد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

پریشان اور غم زدہ آدمی یہ دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ آخر تک" (ترجمہ یہ ہے)۔

"اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو مجھے پل بھر کے لیے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر (اپنی نگرانی میں رکھ) اور میرے جملہ احوال و معاملات کو درست کر دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

جب تک کوئی بندہ اللہ کی حفاظت و نگرانی میں رہتا ہے نفس کا اس پر قابو نہیں چلتا اور اس سے گناہ کا کام نہیں کرا پاتا، لیکن جونہی اللہ کی حفاظت سے بندہ اپنے کو محروم کر لیتا ہے نفس اس کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے، اسی لیے مومن دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا، اور میری پوری زندگی کو صالح بنا دے، درست کر دے۔

چند جامع دعائیں

(۱۰۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے "اَللّٰهُمَّ آخر تک"۔

اے میرے اللہ! میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں پریشانی سے، غم سے، درماندگی سے، سستی و کاہلی سے، قرضے کے بوجھ سے اور آدمیوں کے غلبہ پانے سے۔"

خدا کی پناہ میں اپنے کو دینے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو اپنی کمزوری و بے بسی کا احساس ہے سمجھتا ہے کہ میں کمزور ہوں، اس لیے اپنے طاقتور آقا کی پناہ چاہتا ہے تاکہ وہ ان خرابیوں سے بچائے۔

آنے والی مصیبت سے جو پریشانی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اسے ہم، کہتے ہیں اور حزن، دکھ کو کہتے ہیں جو مصیبت کے آنے کے بعد لاحق ہوتی ہے۔ عجز کے معنی ہیں کسی کام کو نہ کر سکنا اور کسل بے دلی اور بے تدبیری کے معنی میں بولا جاتا ہے یعنی یہ کہ آدمی سوچتا ہے یہ تو آسان کام ہے، رات میں کر لیں گے، لیکن رات گزر جاتی ہے اور وہ نہیں کر سکا تو کہتا ہے اچھا خیر کل ہو جائے گا۔ اس طرح کام کا اصل موقعہ کھو دیتا ہے۔ اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ مومن اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے اللہ میری حفاظت و نگرانی کر آنے والے خطرات کی وجہ سے میرا دل پریشان نہ ہو اور جب مصیبت آجائے تو مجھے صبر دے، جو چیز کھو جائے اس پر رنج نہ کروں، اور تیری راہ پر چلنے میں کاہلی اور سہل انگاری میرے پاس نہ پھٹکے، اور مجھ پر لوگوں کا اتنا قرض نہ چڑھ جائے کہ میں اسے ادا نہ کر سکوں اور فکر میں گھلتا رہوں، اور بُرے لوگوں کو مجھ پر مسلط نہ کر۔

(۱۲/۴) اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا، اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا،

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا۔ (مسلم، زید بن ارقم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے،

"اللّٰھم آخر تک" (ترجمہ یہ ہے)

اے میرے اللہ تو میرے نفس کو ایسا کر دے کہ وہ تیری نافرمانی سے بچے اور تیری سزا سے ڈرے اور اسے بُری صفات سے پاک کر، تو اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا سرپرست اور آقا ہے۔

اے میرے اللہ، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مجھے نفع نہ دے اور اس دل سے جو تیرے سامنے پست نہ ہو اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

"علم نافع" وہ علم ہے جو دنیا میں آدمی کو تقویٰ سکھاتا، عمل پر اُبھارتا اور خدا کی رحمت کا مستحق بناتا ہے"

نفس کے آسودہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دنیا کا سرو سامان جتنا بھی ملے، قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کی بھوک برابر بڑھتی ہی جاتی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ آدمی کی کمائی حرام ہو جیسا کہ معاملات کے باب میں "حلال کمائی" کے عنوان کے تحت بیان ہُوا۔

(۴/۱۳) كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ،

اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ (مسلم، عبداللہ بن عمرؓ)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے "اَللّٰھُمَّ آخر تک" (ترجمہ یہ ہے)

اے میرے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جو نعمت تو نے بخشی ہے (میری بداعمالیوں کی وجہ سے) چھن جائے، اور جو عافیت مجھے حاصل ہے اس سے میں محروم ہو جاؤں اور یہ کہ تیرا عذاب نازل ہو، اور یہ کہ تو مجھ سے ناراض ہو، مَیں ان باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں"

"عافیت" یہ ہے کہ دین و ایمان درست ہو، جسمانی صحت بھی عافیت کے مفہوم میں شامل ہے۔

نومسلم کی دُعا

(۴/۱۴) عَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ ﷺ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ،

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (مسلم)

"ابو مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ والد نے بیان کیا کہ،

"جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نماز سکھاتے، پھر اس سے فرماتے کہ اس طرح دعا مانگو "اَللّٰھُمَّ آخر تک" (ترجمہ یہ ہے)

"اے میرے اللہ! تو میرے گناہ معاف کر دے اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے سیدھے

راستہ پر چلا، اور مجھے عافیت اور روزی دے۔"

دعا بعد از نماز

(۳۱۵) عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ،

يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ،

ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ.

" اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ "

(ریاض الصالحین، ابوداؤد، نسائی)

"حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا،

اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

پھر فرمایا تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا مانگنا اسے چھوڑنا مت"

" اَللّٰهُمَّ سے آخر تک " (ترجمہ یہ ہے)

"اے میرے اللہ! تو میری مدد فرما ذکر کے سلسلہ میں، شکر کے سلسلہ میں اور اپنی عبادت کے سلسلہ میں۔"

یعنی میں زندگی کے تمام شعبوں میں تجھے یاد رکھوں، تیرا شکر گزار رہوں اور بہتر سے بہتر ڈھنگ سے تیری عبادت کروں، لیکن میں کمزور ہوں تیری مدد کا محتاج ہوں، تیری مدد کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتے۔

(۳۱۶) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ اِذَا سَلَّمَ،

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (بخاری)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد (سلام پھیرنے کے بعد) یہ دعا پڑھتے،

" لَا اِلٰهَ سے آخر تک " (ترجمہ یہ ہے):

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اقتدار میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

مکمل اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ دینا چاہے اسے روک دینے والی کوئی طاقت نہیں، اور جس سے تو محروم کرنا چاہے تو وہ چیز دینے والی کوئی طاقت نہیں، اور تیرے مقابلہ میں کسی صاحب قدرت کی قدرت کچھ کام نہیں آسکتی۔"

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(ل) عملی نمونہ

نماز اور خطبہ میں میانہ روی

(۴/۱۷) عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا۔ (مسلم)

"حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا آپؐ کی نماز بھی معتدل ہوتی تھی اور خطبہ بھی معتدل ہوتا تھا نہ بہت طول، نہ بہت اختصار"

مقتدیوں کا لحاظ

(۴/۱۸) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اِنِّي لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهِ۔ (بخاری۔ ابو قتادہ رضی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

"میں نماز کے لیے آتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ لمبی نماز پڑھاؤں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نماز لمبی کر کے بچہ کی ماں کو زحمت میں مبتلا کروں"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں بھی مسجد میں آتیں، اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں، ان میں بچہ والی مائیں بھی ہوتیں، وہ بچے ساتھ لاتیں، گھر پہ کیسے چھوڑتیں۔ اس حدیث میں ان ہی بچوں اور عورتوں کے بارے میں ارشاد ہوا۔ اس میں اُن اماموں کے لیے سبق ہے جو مقتدیوں کے حالات سے بے خبر ہو کر طویل قرأت فرماتے ہیں

لمبی نماز

(۴/۱۹) عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ،

اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ لِيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ، فَيُقَالُ لَهٗ،

فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (بخاری)

زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ رضؓ کو بیان کرتے سنا کہ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں پاؤں یا پنڈلیاں سوج جائیں، اس پر لوگ کہتے کہ اتنی زحمت آپؐ کیوں اٹھاتے ہیں؟

آپؐ جواب دیتے کہ،

"کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں گا"

ب) طریقۂ تعلیم

(۴۲۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ،

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ،

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایسے ہی کام کرنے کا حکم دیتے تھے جیسے وہ کر سکتے، جو ان کے بس میں ہوتا۔"

آدابِ نماز کی تعلیم

(۴۲۱) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ،

بَيْنَمَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ،

فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟

فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ،

فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ، مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ،

قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ۔ (مسلم)

معاویہ بن حکم سلمیؓ کہتے ہیں کہ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو چھینک آئی، تو میں نے نماز پڑھتے ہی میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہہ دیا، لوگوں نے مجھ پر نگاہ ڈالی۔

میں نے کہا کہ "خدا تمہیں زندہ رکھے تم لوگ کیوں مجھے دیکھتے ہو؟"

انہوں نے مجھے خاموش ہو جانے کی تلقین کی تو میں چپ ہو گیا۔

جب نبیؐ نماز پڑھ چکے ــــ میرے ماں باپ نبیؐ پر قربان میں نے نبیؐ سے بہتر تعلیم و تربیت کرنے والا نہ تو پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا ــــ آپؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا،

صرف اتنا کہا "یہ نماز ہے اس میں بات چیت مناسب نہیں ہے، نماز تو نام ہے اللہ کی پاکی بیان کرنے کا، اس کی بڑائی بیان کرنے کا، اور قرآن پڑھنے کا"

دین میں آسانی

(۴۲۲) بَالَ اَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ،

دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔ (بخاری۔ ابوہریرہ)

ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو لوگ اس کو مارنے پیٹنے کے لیے دوڑے، آپؐ نے فرمایا "اس کو چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال کر بہا دو تم لوگ تو اس لیے برپا کیے گئے ہو کہ دین کی طرف لوگوں کو کھینچو اور دین کو ان کے لیے آسان بناؤ، تمہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں کیا ہے کہ اپنے غیر حکیمانہ طرز عمل سے لوگوں کے لیے دین کی طرف آنا دشوار بنا دو"

حضرت ابو موسیٰ رضؓ اور معاذ رضؓ کو یمن بھیجتے وقت یہ وصیت فرمائی یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ۔ تم دونوں وہاں کے لوگوں کے سامنے دین کو اتنی خوبصورتی سے پیش کرنا کہ وہ انہیں آسان معلوم ہو، ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرنا جس کے نتیجہ میں دین کو لوگ دشوار محسوس کرنے لگیں، اور لوگوں کو اپنے سے مانوس کرنا، انہیں اپنے سے دور بدکانا اور نہ متنفر کرنا۔

جذبات کا احترام

(۴۲۳) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رضؓ قَالَ،

اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَفِيْقًا،

نَظُنُّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا فَسَأَلَ عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ،

فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا حِينَ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا،

(وَفِي رِوَايَةٍ وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ۔ (بخاری، مسلم)

"مالک بن حویرثؓ نے فرمایا کہ،

"ہم چند ہم عمر نوجوان دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضورؐ کے پاس آئے۔ یہاں ہم نے بیس دن قیام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رحیم اور نرم معاملہ کرنے والے تھے۔

آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر جانا چاہتے ہیں۔ تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ "تمہارے پیچھے کون لوگ ہیں؟"

ہم نے بتایا،

تو آپؐ نے فرمایا، "اپنے بیوی بچوں میں واپس جاؤ اور جو کچھ تم نے سیکھا ہے انہیں سکھاؤ اور بھلی باتیں بتاؤ، اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو،

(اور ایک روایت میں ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)

اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں کا کوئی اذان دیدے اور جو تم میں علم اور سیرت کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہو وہ امامت کرے۔"

(ج) شفقت علی الخلق

بھوکوں کو کھانا کھلانا

(۲۲۷) عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ

اللہ ﷺ فجاءہ قوم عراۃ مجتابی النمار او العباء متقلدی السیوف عامتہم من مضر بل کلہم من مضر،

فتمعر وجہ رسول اللہ ﷺ لما رای بہم من الفاقۃ، فدخل ثم خرج، فامر بلالا فاذن واقام فصلی ثم خطب فقال،

یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ الی اخر الآیۃ ان اللہ کان علیکم رقیبا، (النساء آیت: ۱)

والآیۃ الاخری التی فی اخر الحشر یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد، (سورہ حشر آیت: ۱۸)

لیتصدق رجل من دینارہ، من درہمہ، من ثوبہ، من صاع تمرہ، حتی قال ولو بشق تمرۃ،

فجاء رجل من الانصار بصرۃ کادت کفہ تعجز عنہا بل قد عجزت، ثم تتابع الناس حتی رایت کومین من طعام وثیاب حتی رایت وجہ رسول اللہ ﷺ یتہلل کانہ مذہبۃ، فقال رسول اللہ ﷺ،

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجر من عمل بہا بعدہ من غیر ان ینقص من اجورہم شئ،

ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارہم شئ۔

(مسلم)

جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے تلواریں باندھے ہوئے، موٹے کمبل لپیٹے ہوئے ان کے جسم کا بیشتر حصہ ننگا تھا اور ان میں سے زیادہ تر لوگ قبیلۂ مضر کے تھے بلکہ سب ہی مضری تھے۔

ان کے فقر و تنگدستی کی حالت دیکھ کر نبیؐ کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے زرد پڑ گیا۔ پھر آپؐ گھر میں گئے اور باہر آئے، بلال رضؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں (نماز کا وقت ہو چکا تھا) تو بلالؓ نے اذان دی اور پھر تکبیر کہی۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد تقریر فرمائی،

جس میں آپؐ نے سورۂ نساء کی پہلی آیت اور پھر سورۂ حشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت تلاوت کی اور اس کے بعد فرمایا،

"لوگوں کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں صدقہ کریں، دینار دیں، درہم دیں، کپڑے دیں، گیہوں کا ایک صاع دیں"۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا "اگر کسی کے پاس کھجور کا آدھا ٹکڑا بھی ہو تو وہ وہی دے"۔

تقریر سننے کے بعد انصار کا ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ایک تھیلی لیے ہوئے آیا جو ہاتھ میں سماتی نہیں تھی۔ پھر لوگوں نے یکے بعد دیگرے صدقہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے غذا اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے۔ لوگوں کے اس صدقہ دینے سے حضورؐ کا چہرہ دمک اٹھا، گویا سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہے۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا،

"جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس اچھے طریقہ پر بعد میں عمل کریں گے ان کا بھی اجر اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی کی جائے۔

اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو جاری کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں جو لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے ان کا گناہ بھی اسی کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا بغیر اس کے کہ برے طریقہ کے جاری کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو"۔

اسلام کی دو بنیادی تعلیمات ہیں، اول توحید، دوسرے خدا کے محتاج بندوں پر رحمت و شفقت یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے پیلا پڑ گیا۔ اور جب ان کے لیے کپڑوں اور کھانوں کا کچھ انتظام ہو گیا تو آپؐ کا چہرہ مبارک سونے کی طرح دمکنے لگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں سورۂ نساء کی پہلی آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے لوگو! اپنے پالنے والے کے غصہ سے بچنے کی فکر کرو جس نے تم کو ایک جان سے

پیدا کیا، اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے دنیا میں بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے تو اپنے پالنے والے خالق یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی فکر کرو، جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو، اور رشتہ داری کا لحاظ کرو اور ان کے حقوق کو پورا کرو۔ بلاشبہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک وحدت الٰہ اور دوسرے وحدت بنی آدم،

وحدت الٰہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ عبادت و اطاعت کا مستحق ہے، اس کا نام توحید ہے۔

اور وحدت بنی آدم کا مطلب یہ ہے کہ سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، لہٰذا ان کے درمیان رحمت و شفقت کی بنیاد پر معاملہ ہونا چاہیے۔

ان غریبوں کو دیکھ کر صدقہ کے لیے اپیل کرتے ہوئے حضورؐ کا اس آیت کا پڑھنا صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سوسائٹی کے غریبوں کی مدد نہ کرنا خدا کی ناراضگی اور غصہ کا سبب بنتا ہے۔

اور سورۂ حشر کی جو آیت آپؐ نے پڑھی اس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے غصہ سے ڈرو، اور ہر آدمی کو اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا ذخیرہ جمع کر رہا ہے۔ اے لوگو! اللہ کے غصہ سے ڈرو، اللہ باخبر ہے تمہارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔"

یہ آیت پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ غریبوں پر جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ آدمی کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنتا ہے وہ برباد نہیں ہوتا۔

جس آدمی نے صدقہ کرنے میں پہل کی تھی اس کی آپؐ نے تعریف فرمائی اور بتایا کہ اس کو اپنے صدقہ کا بھی ثواب ملے گا اور اس بات پر بھی اس کو اجر ملے گا کہ اس کو دیکھ کر لوگوں میں صدقہ کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

دو کے کھانے میں تیسرے کی شرکت

(۴۲۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رض اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَرَّةً،

مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ،

وَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ، بِسَادِسٍ اَوْ کَمَا قَالَ،

وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَشَرَةٍ۔

(بخاری، مسلم)

"حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کی روایت ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جس کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ یہاں سے تیسرے کو لے جائے، اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو تو پانچویں اور چھٹے آدمی کو لے جائے۔

چنانچہ میرے والد ابوبکرؓ اپنے ساتھ تین آدمیوں کو گھر لائے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یہاں دس آدمیوں کو لے گئے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے قائد اور پیشوا تھے۔ وہ اگر دس آدمیوں کو اپنے یہاں نہ لے جاتے تو عام لوگ دو، چار، چھ اور آٹھ کو خوشی خوشی کیسے لے جاتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ذمہ دار لوگ اگر ایثار و قربانی کریں گے تو ان کے پیچھے چلنے والوں میں ان سے زیادہ قربانی و ایثار کا جذبہ ابھرے گا۔ اور آگے چلنے والے ہی پیچھے رہیں تو پیچھے چلنے والوں میں اور پیچھے جانے کی ذہنیت ابھرے گی۔

تالیفِ قلب

(۴۲۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ،

وَلَقَدْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِهٖ،

فَقَالَ يَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَا يَخْشَى الْفَقْرَ، وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔

(مسلم)

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسلام سے قریب کرنے کی غرض سے حضورؐ لوگوں کو دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ کبھی مانگا گیا، آپؐ نے مانگنے والے کو وہ چیز ضرور دی۔

ایک دفعہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا، تو آپؐ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی سب بکریاں دے دیں۔

تو وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے پاس پہنچا اور کہا،

"اے لوگو، اسلام لاؤ اس لیے کہ محمدؐ اس شخص کی طرح دیتے ہیں جو فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔

راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آدمی صرف دنیا کی غرض سے ایمان لاتا لیکن زیادہ مدت نہ گزرتی کہ اسلام اس کی روح میں نبیؐ کی تعلیم و تربیت سے اتر جاتا اور دنیا اور اسبابِ دنیا سے اس کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہو جاتا۔"

(د) اقامتِ دین کی راہ میں

مخالفین کے لیے دُعا

(۴۲۷) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ،

ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَاَدْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْہِہٖ وَیَقُوْلُ،

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبی کا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ دعوت دینے کے جرم میں اس نبی کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اور نبی کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے چہرہ سے خون کو پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے،

"اے میرے اللہ! میری قوم کے اس جرم کو معاف کر دے (اور ابھی ان پر عذاب نہ نازل فرما) اس لیے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں، اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔"

نبیؐ کیلیے سب سے زیادہ تکلیف دہ موقعہ

(۴۲۸) عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ ھَلْ اَتٰی عَلَیْکَ یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ؟

قَالَ قَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِکِ وَکَانَ اَشَدَّ مَا لَقِیْتُہٗ یَوْمَ الْعَقَبَۃِ، اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلٰی بْنِ عَبْدِ یَالِیْلَ بْنِ عَبْدِ کُلَالٍ، فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَا اَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ ــ وَاَنَا مَھْمُوْمٌ ــ عَلٰی وَجْھِیْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَنَظَرْتُ، فَاِذَا فِیْھَا جِبْرِیْلُ ﷺ،

فَنَادَانِیْ، فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ فِیْھِمْ،

فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ

قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ؟ اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ،

فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، "کیا آپ پر کوئی ایسا دن گزرا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سخت و شدید رہا ہو۔

آپ نے فرمایا کہ،

"عائشہؓ تمہاری قوم قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گزرا عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل ابن عبد کلال کے سامنے پیش کیا۔ لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو میں پریشان اور متفکر وہاں سے چلا۔ اور جب میں قرن الثعالب پہنچا تب ذرا غم ہلکا ہوا، تو میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی، دیکھا کہ جبریلؑ ہیں۔

انہوں نے مجھے پکار کر کہا کہ آپؐ کی قوم نے جو باتیں آپؐ سے کہیں اور جس شکل میں انہوں نے آپؐ کی دعوت کا جواب دیا ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے سُن لیا اور آپؐ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا انتظام کرنے والے فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپؐ جو چاہیں اسے حکم دیں، وہ منکرینِ حق کے سلسلہ میں آپؐ کے حکم کو بجا لائے گا۔

پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، سلام کیا، پھر کہا" اے محمدؐ، آپؐ کی قوم نے آپؐ سے جو باتیں کہیں اسے اللہ نے سُنا اور میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں اور میرے رب نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں۔ تو جو کچھ آپؐ چاہتے ہیں بتائیے۔ اگر آپؐ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملا دوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی بندگی کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔"

عقبہ کے دن سے مراد طائف کا دن ہے۔ طائف میں قریشی تاجر جھگڑے کا بڑے پیمانہ پہ کاروبار کرتے تھے۔ طائف والے اور قریش آپس میں قریبی رشتہ دار تھے۔ جب مکہ والوں سے آپؐ مایوس ہو گئے تب وہاں اس توقع پر تشریف لے گئے تھے کہ شاید حق کا بیج یہاں جڑ پکڑے۔ مگر ابن عبد یالیل نے غنڈوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے پتھر مارے یہاں تک کہ آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب کوئی قوم نبی کی دعوت رَدّ کر دیتی ہے تو وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ لیکن نبی مایوس نہیں ہوتا، وہ اپنی قوم میں کام کرتا رہتا ہے اور اللہ سے دُعا کرتا ہے کہ ابھی عذاب نہ بھیج، شاید کل یہ ایمان لائیں۔ جب عذاب کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو مکہ کے دونوں پہاڑوں، ابو قبیس اور جبل احمر کو ملا دوں اور یہ پس کر رہ جائیں تو فرمایا،

" دَعْنِیْ اُنْذِرْ قَوْمِیْ یعنی ابھی مجھے قوم میں تبلیغ کا کام کرنے دو، شاید یہ کل ایمان لائیں؛ یا ممکن ہے ان کی اولاد میں سے اہلِ توحید پیدا ہوں۔

یہ نمونہ ہے دین کا کام کرنے والوں کے لیے، صبر اور شفقت علی الخلق کے بغیر دینی جدوجہد کا کام نہیں ہو سکتا۔

اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال

ابن عمرؓ اور تہجد

(۴۲۹) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ،
نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ،
قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت سالم اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں، کاش تہجد کے لیے اٹھا کرتے۔"

سالم کہتے ہیں کہ آپ کے فرمانے کے بعد والد کا یہ حال ہوا کہ رات میں تھوڑا ہی سوتے تھے۔"

انفاق اور ذکر

(۴۳۰) اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا،
ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ،
فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟
فَقَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ،
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟
قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،
قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتُحَمِّدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ مَرَّةً،
فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالُوْا سَمِعَ

إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ،
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

(مسلم، ابوہریرہ)

"ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو لوگ غریب اور محتاج تھے (جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مجبور تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ

"ہمیشہ باقی رہنے والی خوشحالی اور بلند مراتب تو مالداروں کو ملے (اور ہم محروم رہے)

آپ نے پوچھا " یہ کیسے"؟

انہوں نے کہا "ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی پڑھتے ہیں، اور ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ بھی روزے رکھتے ہیں۔ (نیکی کے ان کاموں میں تو وہ ہمارے برابر کے شریک ہیں) لیکن وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے محروم، وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں رقم خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے بھی محروم ہیں"

حضورؐ نے اُن کی بات سُن کر فرمایا "کیا تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کی بدولت نیکی کی راہ میں آگے بڑھ جانے والوں کو پالو گے اور جس کی بدولت تم اپنے پیچھے آنے والوں کے آگے رہو گے اور تم سے صرف وہی لوگ افضل ہوں گے جو تمہارے جیسا کام کریں"

ان لوگوں نے کہا "ضرور وہ کام بتائیے اے اللہ کے رسولؐ!"

آپؐ نے فرمایا "تم ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ، ۳۳ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو،

چنانچہ یہ لوگ گئے اور پڑھنے لگے۔ جب خوشحال لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے مہاجر بھائیوں کو یہ حضورؐ نے بتایا ہے تو انہوں نے بھی یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی تو وہ لوگ حضورؐ کے پاس آئے، اور بتایا کہ "ہمارے مال دار بھائیوں نے سُنا تو انہوں نے بھی شروع کر دیا"

آپؐ نے فرمایا "یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کی جماعت میں دین کی راہ میں آگے بڑھنے اور آخرت میں بلند مرتبہ پانے کی کتنی شدید پیاس تھی۔ اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مال خرچ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اگر وہ ذکر و دعا اور دوسرے نیکی کے کام کریں تو جنت سے محروم نہ رہیں گے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاموں کو غلامی کی لعنت سے نکالنا، انہیں انسانیت کی سطح پر لانا اور سماج میں ان کو برابر کی حیثیت دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

اس حدیث میں اللہ اکبر کے لیے ۳۳ بار کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھنے کا ذکر آتا ہے۔ بزرگوں کا اسی پر عمل ہے۔ بعض اور حدیثوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے تینوں کو دس دس بار پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

افلاس میں مہمان نوازی

(۴۳۱) جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي مَجْهُودٌ،

فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَقَالَتْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ،

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذَالِكَ حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَالِكَ، لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ،

فَقَالَ مَنْ يُضِيفُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ؟

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ،

فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لِامْرَأَتِهِ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟

قَالَتْ لَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِنَا،

قَالَ فَعَلِّلِيهِمْ بِشَيْءٍ وَإِذَا أَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ، وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ،

فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ،
فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ
صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

"حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں بھوک اور فاقہ سے بے چین ہوں،

تو آپؐ نے ایک آدمی اپنی کسی بیوی کے پاس بھیجا کہ دیکھو اگر کچھ ہو تو لاؤ۔

انہوں نے جواب دیا کہ "پانی کے سوا اس وقت کچھ نہیں ہے"

پھر دوسری بیوی کے پاس بھیجا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ یہاں تک کہ تمام بیویوں نے یہی کہا کہ "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے ہمارے یہاں پانی کے سوا کچھ نہیں"

تب آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ "آج رات کون اس مہمان کو کھانا کھلاتا ہے"؟

انصار میں سے ایک آدمی نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، میں کھلاؤں گا"

تو وہ مہمان کو لیے اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کی خاطر کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا "کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟

انہوں نے کہا "نہیں، صرف بچوں کا کھانا موجود ہے اور انہوں نے کھایا نہیں ہے"

انصاری نے کہا کہ "ان کو کچھ دے کر بہلا دو۔ اور جب کھانا مانگیں تو ان کو تھپک کر سلا دو، اور جب مہمان اندر کھانا کھانے آئیں تو چراغ بجھا دینا اور کچھ ایسا کرنا جس سے مہمان یہ سمجھے کہ ہم لوگ بھی کھانے میں شریک ہیں،

چنانچہ سب لوگ کھانا کھانے بیٹھے، مہمان تو آسودہ ہو کر اٹھا لیکن ان دونوں نے بھوکے رہ کر رات گزاری،

جب صبح کو حضورؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا "تم دونوں میاں بیوی نے مہمان

کے ساتھ رات جو سلوک کیا، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔"

یہ شخص جو آیا تھا فاقہ سے تھا اور بھوک سے بے چین تھا اس لیے بچوں پر اس کو ترجیح دی گئی۔ کیوں کہ بچوں کو تھوڑا دے کر بہلا دیا گیا تھا، وہ صبح تک بھوک سے مر نہ جاتے۔ غرض مہمان کو ترجیح دینا ضروری تھا۔ لیکن یہ وہی کر سکتا تھا جس کے اندر ایثار و قربانی کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس پہلو سے یہ ایثار کا بہترین نمونہ ہے کہ آدمی کے پاس اپنی ہی ضرورت بھر کھانا ہے لیکن پھر بھی اپنے سے زیادہ ضرورت مند کا خیال رکھتا ہے خود بھوکا رہتا ہے اور غریب بھوکے کو آسودہ کرتا ہے۔

مصعب بن عمیرؓ کی شان

(۳۲۴) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ

هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ،

فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ،

"ہم لوگوں نے خدا کی خوشنودی کی خاطر مکہ سے ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ آ گئے، تو ہم میں سے کچھ لوگ وفات پا گئے انہیں اپنا دنیاوی انعام کچھ بھی نہ ملا۔ ایسے ہی لوگوں میں سے مُصْعَب بن عُمیرؓ ہیں، وہ اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے، اُن کے جسم پر ایک موٹے کمبل کے سوا کچھ نہ تھا، وہی ان کا کفن بنا، اور اس کا بھی حال یہ تھا کہ اگر سر کو اس سے ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانکتے تو سر کھلا رہ جاتا۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ "اچھا سر کو کمبل سے چھپا دو اور پیروں پر "اذخر" (ایک گھاس کا نام ہے) ڈال دو۔ اور اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں دین کے لیے قربانیوں کا پھل دنیا میں بھی ملا، وہ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

حضرت مصعبؓ مکہ کے نہایت خوشحال خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کی زندگی عیش و آرام کی زندگی تھی۔ سواری کے لیے بہترین گھوڑے صبح کی سواری کے لیے علیحدہ، شام کی سواری کے لیے علیحدہ، نہایت عمدہ لباس پہنتے، دن میں کئی پوشاکیں بدلتے۔ لیکن جب نبیؐ کی دعوت کی حقانیت ان پر واضح ہوئی تو اسے قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ یہ نہ سوچا کہ اس کے نتیجہ میں کیا ہوگا۔ اس لیے اسلام قبول کرنے والوں پر جو بیت رہی ہے وہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھی —— ان کے اسلام سے پہلے کی زندگی اور اسلام لانے کے بعد کی زندگی کو سوچ کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ لیکن خود مصعبؓ کو وہ عیش و عشرت کی زندگی یاد نہیں آتی تھی، ان کی زبان پر کبھی کوئی حرفِ شکایت نہیں آیا۔

اصحابِ صفہ کی شان

(۳۳۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ،

لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ، اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ، وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُبْدٰی عَوْرَتُهٗ۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ،

"اہل صفہ میں سے ستر آدمیوں کو میں نے اس حال میں دیکھا ہے کہ ان میں کسی کے پاس چادر نہ تھی (جو پورے جسم کو ڈھانکتی ہے)، بلکہ یا تو ایک تہبند باندھے ہوتے یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے کسی کا آدھی پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کا ٹخنوں تک، تو اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں شرمگاہ نہ کھل جائے"

خبیبؓ کے متعلق دشمن کی شہادت

(۳۳۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ .... فَلَبِثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَهَا وَهِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ

وَالْمُوسٰى بِيَدِهٖ فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ،

فَقَالَ اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ، مَا كُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ،

قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ۔ (بخاری)

"حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ...... خبیبؓ بنو حارث کے یہاں قیدی کی حیثیت میں رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ (کیونکہ خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا) جب خبیبؓ کو اس کا علم ہوا، تو انہوں نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا کہ ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کر لیں۔ اس نے استرہ دے دیا۔ اتنے میں اس کا بچہ ان کے پاس آگیا، وہ کسی کام میں مشغول تھی، بچہ کو جاتے دیکھ نہیں پائی تھی خبیبؓ نے اس کو پیار سے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ جب اس کی نظر پڑی تو ڈر گئی کہ یہ قیدی اس کے بچہ کو قتل کر دے گا۔

حضرت خبیبؓ نے بھانپ لیا، کہا "تم ڈرتی ہو کہ میں اس بچہ کو قتل کر دوں گا، نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا (کیونکہ اسلام نے بچوں کے قتل سے منع کیا ہے)"

اس عورت نے کہا "میں نے خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی نہیں دیکھا۔"

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں حضرت خبیبؓ کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ خبیبؓ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صبح و شام میں انہیں قتل کر دینے والے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی دشمن کا بچہ آتا ہے جسے وہ بہ آسانی ذبح کر سکتے تھے، لیکن اس کی ماں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ مت ڈرو میں اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس دین پر میں ایمان لایا ہوں وہ دین دشمن کے بچوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس عورت نے سچ کہا کہ خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی میں نے نہیں دیکھا۔ جب لوگ خبیبؓ کو مقتل میں لے گئے تو نہ روئے نہ حواس باختہ ہوئے، فرمایا تو یہ فرمایا کہ جب میں ایمان و اسلام کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ کس کروٹ پر جان دے رہا ہوں۔ یہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے یہ خدا کی خوشنودی کے لیے اور اس کے دین کی خاطر ہونے والا ہے، پس مجھے کیا پروا کہ میرے جسم کے کتنے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔

عائشہ رض کا ابن زبیر رض سے مقاطعہ

(۳۴۵) اِنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رض وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ رض اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا،

قَالَتْ اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟

قَالُوْا نَعَمْ،

قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا،

فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ،

لَا وَاللّٰهِ لَا اُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ،

فَلَمَّا طَالَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ ابْنِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ،

فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَاْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ رض فَقَالَا،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ؟

قَالَتْ عَائِشَةُ اُدْخُلُوْا،

قَالُوْا كُلُّنَا؟

قَالَتْ نَعَمْ، اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ، فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ،

اِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ،

فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ

تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي وَتَقُوْلُ،

إِنِّي نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَعْتَقَتْ فِي نَذْرِهَا اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِي حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا۔ (بخاری۔ عوف بن مالکؓ)

عوف بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے لوگوں نے جاکر یہ بات کہی کہ آپؓ نے فلاں چیز جو بیچی یا کسی کو بخش دی، اس پر ابن زبیرؓ (عائشہؓ کے بھانجے) کہتے ہیں کہ اگر خالہ نہ مانیں گی تو میں اُن پر پابندی لگا دوں گا (یعنی جو کچھ بیت المال سے انہیں ملتا ہے روک لوں گا اور صرف خرچ دوں گا)۔

حضرت عائشہؓ نے کہا، یہ اس نے کہا ہے؟

لوگوں نے کہا ہاں ان ہی نے کہا ہے۔

تب حضرت عائشہؓ نے کہا میں قسم کھاتی ہوں کہ اب کبھی ابنِ زبیرؓ سے نہ بولوں گی، اور قطع تعلق کر لیا۔

جب اس کا سلسلہ دراز ہوا تو ابنِ زبیرؓ نے لوگوں کی سفارش پہنچائی لیکن وہ نہ مانیں۔ فرمایا کہ "ابنِ زبیرؓ کے بارہ میں کسی کی سفارش نہ سُنوں گی، اور نہ اپنی قسم توڑوں گی۔"

یہ صورت حال ابن زبیرؓ کے لیے نہایت تکلیف دہ تھی اس لیے اب کی بار انہوں نے مسوّر بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود کو قسم دے کر کہا کہ کسی طرح تم حضرت عائشہؓ کے پاس مجھے پہنچانے کی تدبیر کرو۔ انہوں نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور اس پر قسم کھائی ہے —— تو مسوّر اور عبدالرحمٰن انہیں لیے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ دروازہ پر دستک دی، سلام کیا اور کہا "کیا ہم آ سکتے ہیں؟"

حضرت عائشہؓ نے کہا آ سکتے ہو۔

ان دونوں نے کہا "کیا ہم سب آ سکتے ہیں؟"

انہوں نے کہا، "ہاں تم سب آ سکتے ہو۔" اور وہ یہ نہیں جان سکیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں، جب یہ لوگ اندر مکان میں پہنچے تو ابن زبیرؓ اس جگہ پہنچ گئے جہاں

حضرت عائشہؓ پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی ابن زبیرؓ ان سے چمٹ گئے، ادھر وہ رو رہے تھے اور منا رہے تھے۔ قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپؓ میری غلطی معاف کر دیں۔ ادھر سے مسور اور عبدالرحمٰن قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپ ابن زبیرؓ کی غلطی معاف کر دیں اور بولنا شروع کر دیں۔

ان دونوں نے انہیں یاد دلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کرے"

جب سب لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر زور ڈالا اور یاد دلایا کہ یہ گناہ کا کام وہ کر رہی ہیں، تو وہ رو کر کہنے لگیں،

کہ "میں نے قسم کھالی ہے اور قسم کا معاملہ بہت سخت و شدید ہے۔ غرض یہ دونوں صاحب حضرت عائشہؓ کو برابر سمجھاتے رہے یہاں تک کہ قسم توڑ کر ابن زبیرؓ سے بولیں اور چالیس غلام (بطور کفارہ) آزاد کیے، اور زندگی بھر ان کا یہ حال رہا کہ جب کبھی اپنی یہ غلطی یاد آجاتی رونے لگتیں، اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔"

غلاموں پر سختی کرنے کا احساس

(۳۶۴) عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ،

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ مَمْلُوْکِیْنَ یَکْذِبُوْنَنِیْ وَیَخُوْنُوْنَنِیْ وَیَعْصُوْنَنِیْ وَاَشْتِمُھُمْ وَاَضْرِبُھُمْ فَکَیْفَ اَنَا مِنْھُمْ،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ یُحْسَبُ مَا خَانُوْکَ وَعَصَوْکَ وَکَذَبُوْکَ،

فَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِھِمْ کَانَ کَفَافًا لَکَ لَا عَلَیْکَ،

وَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِھِمْ کَانَ فَضْلًا لَکَ،

وَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِھِمْ اُقْتُصَّ لَھُمْ مِنْکَ الْفَضْلُ،

فَتَنَحَّی الرَّجُلُ وَجَعَلَ یَھْتِفُ وَیَبْکِیْ،

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَءُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (الانبیاء) فَقَالَ الرَّجُلُ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلَّهُمْ اَحْرَارٌ۔ (ترمذی)

"حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا،

"اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور امانت میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں اُن کو بُرا بھلا کہتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں تو ان کے سلسلہ میں میرا کیا بنے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کی خیانت و نافرمانی اور جھوٹ اور تمہاری سزا جو تم انہیں دیتے ہو دونوں کا حساب لگایا جائے گا۔

اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم ہوئی تو یہ تمہارے حق میں رحمت کا باعث ہو گا،

لیکن اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے بڑھی ہوئی نکلی، تو بقدر زائد تم سے بدلہ لیا جائے گا۔

یہ سن کر وہ آدمی ایک گوشہ میں ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

پھر اس سے نبیؐ نے یہ کہا،

"کیا تو نے اللہ کی یہ بات قرآن میں نہیں پڑھی جو اس نے فرمائی ہے؟

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الخ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو میں ہر شخص کے اعمال تولیں گے اور کسی کی تول میں کوئی ظلم نہ کیا جائے گا اور ذرہ برابر بھی کوئی عمل بُرا یا بھلا کسی کے نامۂ اعمال میں ہو گا تو ہم اُسے سامنے لائیں گے، اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں۔

اس آدمی نے کہا، "اب میرے لیے یہی بہتر ہے کہ ان غلاموں سے علیحدگی اختیار کر لوں۔ اے اللہ کے رسولؐ، میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو آزاد کیا"

دنیا میں بہت سے لوگ اپنے خادموں اور نوکروں کو پیٹتے رہتے ہیں پھر یہ شخص کیوں حضورؐ کے پاس آیا؟ اور کیوں اس نے پوچھا کہ میرا ان کے سلسلہ میں کیا حال ہو گا؟ اگر اس کے دل میں آخرت کی فکر نہ ہوتی تو یہ سوال اس کے دل میں اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ پھر دیکھیے وہ نبیؐ کی بات سُن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں آزاد کر دیتا ہے تاکہ یہ عمل اس کی پہلی زیادتیوں کے لیے جو ان غلاموں پر ممکن ہے ہو گئی ہو کفارہ بنے۔

فکر آخرت

عذاب کا مستحق کون؟

(۴۳۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رض قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ، فَمَرَّ بِقَوْمٍ،

فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ؟

قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ،

وَامْرَأَۃٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِھَا وَمَعَھَا ابْنٌ لَّھَا. فَاِذَا ارْتَفَعَ وَھَجٌ تَنَحَّتْ بِہٖ. فَاَتَتِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ،

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟

قَالَ نَعَمْ،

قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ؟

قَالَ بَلٰی،

قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا،

قَالَ بَلٰی،

قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ،

فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَبْکِیْ. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَہٗ اِلَیْھَا فَقَالَ،

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (مشکوٰۃ)

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر جہاد میں تھے، تو آپؐ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ

"تم کون لوگ ہو؟"

انہوں نے کہا کہ "ہم مسلمان ہیں"

عبداللہؓ کہتے ہیں کہ وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی۔ لکڑی ڈال ڈال کر آگ بھڑکا رہی تھی، اس کی گود میں بچہ تھا۔ جب آگ کا شعلہ تیز ہوتا تو اپنے بچے کو دور کر لیتی۔ پھر وہ حضورؐ کے

پاس آئی اور اس نے کہا،

آپ اللہ کے رسول ہیں؟

حضورؐ نے کہا، "ہاں"

اس نے کہا "میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے؟

"آپ نے فرمایا، ہاں کیوں نہیں۔

اس نے کہا، کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے جتنا ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے؟

آپ نے فرمایا "ہاں، وہ ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے،

تو عورت نے کہا "لیکن ماں تو اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی"

اس کی یہ بات سن کر حضورؐ نے سر جھکا لیا اور رونے لگے، اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی طرف سر اٹھا کر فرمایا،

کہ "اللہ نہیں عذاب دے گا مگر اس سرکش متکبر کو جس نے کلمۂ توحید کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو"

ظاہر ہے کہ یہ عورت مسلمان تھی اور خدا کی رحیمیت اور دوسری صفات سے واقف تھی۔ پھر اس نے یہ سوالات کیوں کیے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں فکر آخرت نے گھر کر لیا تھا۔ وہ سب کچھ کرنے کے بعد یہی جانتی تھی کہ خدا کی جنت پانے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے اور اس کو دوزخ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔

حضورؐ نے جو جواب دیا وہ یہ کہ اے خدا کی بندی جہنم میں تو وہ جائے گا جس کے سامنے دین آیا اور اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تُو تو مسلمان ہے تجھے کیوں جہنم میں پھینکے گا؟ خدا ایسے لوگوں کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا جو اسلام لائے ہوں اور اس کے تقاضے پورے کر رہے ہوں، ایسے فکرمند مسلمان کے لیے حضورؐ کا یہ جواب حکمت پر مبنی جواب تھا۔

قبولِ اسلام سے پہلے کے گناہ

(۴۳۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِی الْاِسْلَامَ اَتَیْتُ

نَبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ،

اُبْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلَاُ بَایِعْکَ.

فَبَسَطَ یَمِیْنَہٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ،

فَقَالَ مَالَکَ یَا عَمْرُو؟

فَقُلْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَشْتَرِطَ.

فَقَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا؟

فَقُلْتُ اَنْ یُّغْفَرَ لِیْ،

قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ۔ (بخاری)

"عمرو بن العاص رض کہتے ہیں کہ جب اللہ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے کہا،

کہ "آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا (اس بات کا عہد کروں گا کہ اب مجھے خدائے واحد کی بندگی کرنی ہے)۔

جب آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ نے پوچھا "کہ کیا ہوا؟ تم نے اپنا ہاتھ کھینچ کیوں لیا؟

میں نے کہا کہ "میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں،

آپ نے پوچھا کہ "وہ شرط کیا ہے؟

میں نے کہا کہ "وہ شرط یہ ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں"

آپ نے فرمایا "اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اُن تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ جو اسلام لانے سے پہلے آدمی نے کیے ہوتے ہیں"

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ غیر مسلم طبقہ میں اس ڈھنگ پر ہوتی تھی کہ آدمی کو اپنی نجات کی فکر ہو جاتی تھی اور اسے اس بات کا یقین ہو جاتا تھا کہ اس کا آبائی مذہب اس کے کام نہیں آسکتا اور یہ کہ اس دنیا کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کے لیے آدمی فکر مند ہو۔

نمازوں کی کثرت

(۴۳۹) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ۔

فَقَالَ سَلْنِیْ،

فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ،

فَقَالَ اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟

قُلْتُ هُوَ ذَاكَ،

قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (مسلم)

"ربیعہ بن کعب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم) فرماتے ہیں کہ رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا۔ آپؐ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا۔

ایک دن آپؐ نے فرمایا "تم کچھ مانگو"

میں نے کہا "میں آپؐ کے ساتھ جنت میں رہنا چاہتا ہوں"

آپؐ نے فرمایا "اور کچھ؟"

میں نے کہا "مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، بس یہی چاہیے"

آپؐ نے فرمایا "اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو نماز کی کثرت سے میری مدد کرو"

یعنی جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ذوق شوق سے خدا کی بندگی کرو۔ کثرت نماز پڑھو، اس کے بغیر جنت میں میرا ساتھ نہیں ہو سکتا۔

شہادت کا اجر

(۴۴۰) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ۔

فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تُكَفِّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ،

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَيْفَ قُلْتَ؟

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لِي ذٰلِكَ۔ (مسلم)

ابو قتادہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں، کہ آپؐ نے اپنی تقریر میں یہ مضمون بیان کیا کہ اللہ پر ایمان و اعتماد رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ کام ہیں، تو ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے"؟

آپؐ نے فرمایا "ہاں اگر تو خدا کی راہ میں لڑے اور دشمن کے مقابلہ میں جما رہے، بھاگے نہیں، اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تجھے قتل کردیا جائے، تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے فرمایا "ابھی تم نے کیا سوال پوچھا تھا؟

اس نے کہا "میں نے یہ پوچھا تھا کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے میں قتل کردیا جاؤں تو کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے"۔

آپؐ نے فرمایا کہ "ہاں ہو جائیں گے جب کہ تو دشمن کے مقابلہ میں جمے اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور میدانِ جنگ میں نہ بھاگے تو تیرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے البتہ جو قرض تیرے ذمہ کسی کا ہے وہ معاف نہ ہوگا مجھے جبریلؑ نے یہ بات ابھی بتائی ہے"۔

آخرت کا یقین جب دل میں گھر کرلیتا ہے تو آدمی کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اس فکر میں رہتا ہے کہ میرے پچھلے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔

اس حدیث سے حقوق العباد کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اگر کوئی شخص کسی کا قرض ادا کر سکتا ہے لیکن نہ تو اس نے ادا کیا ہے اور نہ معاف کرایا ہے۔ تو چاہے وہ اپنی جان خدا کی نذر کر دے مگر قرض کے محاسبہ سے نہیں بچ سکے گا۔

صغیرہ گناہ

(۴۴۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ،

اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُهْلِکَاتِ۔

(بخاری)

"حضرت انس رضؓ اپنے زمانہ کے لوگوں سے فرماتے ہیں،

"تم لوگ ایسے بہت سے کام کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے زیادہ ہلکے ہوتے ہیں (یعنی حقیر ہوتے ہیں) لیکن ہم انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دین و ایمان کے لیے مہلک خیال کرتے تھے"

آدمی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو "ہلکا" سمجھنے لگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بڑے سے بڑا گناہ کرے گا اور اسے ہلکا جانے گا۔

خدا اور رسولؐ کی محبت

(۴۴۲) اِنَّ رَجُلًا قَالَ

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَی السَّاعَةُ؟

قَالَ وَیْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟

قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ.

قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا۔ (بخاری مسلم۔ انس رضؓ)

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ

"یارسولؐ اللہ قیامت کب ہو گی؟

آپؐ نے فرمایا، "تمہارا بھلا ہو تم نے اس کے لیے کچھ تیاری کی ہے"؟

اس نے کہا "میں نے اس کے لیے کچھ زیادہ تیاری تو نہیں کی البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی کو انہی لوگوں کی رفاقت نصیب ہو گی جن سے وہ محبت کرتا ہے"۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد لوگوں کو کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضورؐ کی یہ بات سُن کر لوگوں کو خوشی ہوئی"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی عمل کے میدان میں جتنا آگے تھے قرآن نے اس کی شہادت دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بارہ میں بہت فکرمند رہتے تھے۔ حضورؐ کی یہ بات سُن کر انہیں خوش ہونا ہی چاہیے تھا۔ اور ایسے ہی فکرمند لوگوں سے یہ بات کہی بھی جا سکتی ہے۔